

1987
CHECKED
BOOK
1987



Checked
1987

زفر درخت

بنگالی زبان کے ایک نہایت مشہور سائنس دان کے ایک مقبول ناول کا

اردو ترجمہ

جس میں نہایت عبرتناک پہرے میں روشادوں کا نتیجہ نکالا گیا ہے

(باجازت مولوی غلام قادر صاحب طبع ایڈیشن پنجاب)

۹۴
۱۸
۲۱/۸/۸۴

مطبع خلوم تعلیم پنجاب لاہور میں آیتام کار پرائنٹنگ طبع ہوا

حریف سے بہاگ کر سالخورہ عورتوں کے دامن کے نیچے پناہ گزین ہوتا۔ ایک طرف بہمن بام بیٹھے ہوئے گنگا کی تعریف الاپ رہے تھے اور کبھی کبھی بال سنواتی ہوئی جوان عورتوں کو بھی ایک نظر گھور لیتے تھے۔

آسمان پر سفید بادل گرم ہوا میں حرکت کر رہے تھے۔ انکے سایہ میں پرند اڑ رہے تھے۔ ناچیل کے درختوں پر چیلین سلطنت کے وزیر کی طرح بیٹھی ہوئیں آس پاس کے شکار کی تاک میں لگ، یہی تھیں کلنگ ناک ہویں چڑھائے کچھو میں موخہ ڈال رہے تھے۔ بلکے پانی میں ڈیکان لے رہے تھے۔ اور دیگر چھوٹے چھوٹے پرند خوشی خوشی اڑ رہے اور ہر پرواز کر رہے تھے۔

نگینہ کے سفر کے تیسرے دن بادل اٹھے اور تدریج آسمان پر چہا گئے۔ دریا تار یک ہو گیا۔ پرند بڑی بلندی پر اڑ گئے۔ درختوں کی شاخیں کملائیں اور پانی بحیرہ کی صورت ہو گیا۔ نگینہ نے ملاح کو سکریا کو کشتی تیز کر کے کنارے لگا دی۔ اتفاق سے ملاح حمیت

حصہ مل رہا تھا۔ وبقانون کی سیدہ نام عورتوں کا بھی ایک طرف جگمگا رہا تھا۔ کسی کے ہاتھ میں پانی کا برتن تھا۔ کسی کے ڈٹی ہوئی چٹائی تھی۔ کوئی گھے میں ہسلی ڈالے۔ کوئی ناک میں نتھ لگا۔ کوئی بازو پر کنگن چڑھائے ہوئے تھی۔ کپڑے سب کے میلے کچیلے تھے۔ اور بگلپ ادڑا رہی تھیں۔ انہیں سے ایک توٹھی میں سر لتھر رہی تھی۔ دوسری بچے کو پیٹ رہی تھی۔ تیسری اپنی ہمسایہ عورت کے ساتھ کسی گناہ شخص کی غیبت کر رہی تھی۔ چوتھی کپڑے دھو رہی تھی۔ علیٰ ہذا القیاس علاوہ اسکے سحر ز عورتیں بھی گھاٹ پر جمع ہو رہی تھیں۔ سالخورہ تو باہم ہال میں مشغول تھیں۔ متوسط عمر کی شوکی پوچھا کر رہی تھیں۔ لڑکے اور لڑکیوں نے ایک اور ہم چاکر کھا تھا۔ کچھو سے کھیلتے ایک دوسرے پر پانی ڈالتے اور بے فائدہ شور مچا کر کتے تھے۔ کوئی شریا کا کسی عورت کے قریب چپکے سے آجاتا اور شوکی مورت چوکر پانی میں دوڑ جاتا۔ کوئی اپنے زہرہ

خامز پڑھ رہا تھا۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا۔
رحمت اللہ جس طرح علاج کے کام سے بالکل
تواضع تھا۔ اس کی نانی کی مال کسی علاج کی
بیٹی تھی اور اس عذر پر رحمت اللہ اپنے
آپ کو علاج کھلا دینے سے منع فرمایا تھا۔ اتفاق
سے اسے ملازمت بھی مل گئی مگر اس نے کام
مطلق نہ کیا۔ اس کا کام تو کل پر چلتا تھا۔
پھر بھی رحمت اللہ زبان کا بڑا تیز تھا
وہ گفتگو میں کسی سے پیچھے رہنے والا نہیں
تھا چنانچہ جب وہ خامز پڑھ چکا تو اس نے
بابو کو مخاطب کر کے کہا:-

”جناب آپ مت گہریئے۔ یہ خوف کی
جگہ نہیں۔ رحمت اللہ کی دلیری جواب
دینے کی زیادہ توجہ یہ تھی کہ کنارہ ضرب
ہی تھا۔ نہوڑی دیر میں کشتی کنارہ لگ
سکتی تھی اور بابو سلامتی کے شاکر رہے
پر پہنچ سکتا تھا۔

مگر دیتے اس من رحمت اللہ سے
ناراض معلوم ہوتے تھے۔ ایک بیک بڑا
بہاری طوفان چاہوا۔ پہلے آندھنی دھم
ہوئی اور کچھ عرصہ تک درختوں کی شاخوں

کے ساتھ کشتی لڑتی رہی پھر اُس نے اپنے
بھائی مینہ کو بلایا اور دونوں عجیب
کیمین کیلئے لگے۔ مینہ آندھنی کے کندھے
چڑھ کر آگے بڑھا۔ دونوں نے درختوں
کی چوٹیاں جھکا دیں۔ شاخیں توڑ دیں۔
بیلین اکھاڑ دیں۔ پھول اوڑا دیئے۔ دیا
پر گھریں چھوڑ دیں اور تلاطم کا سماں بندھ
دیا۔ آندھنی نے رحمت اللہ کا عمار لٹا لیا
اور مینہ نے اس کی داڑھی کو قوارہ بنالیا
ملاحون نے باوبان اوتار دیا۔ بابو نے
کھڑکیاں بند کر لیں اور خدنگاروں نے
فرش وغیرہ سمیٹ کر ایک کونے میں بٹھایا۔
اب ٹکندہ رشتش پنج مین پڑ گیا۔ اگر وہ
طوفان کے ڈر سے کشتی میں سے نکل جائے تو
طرح اسے بزدل خیال کریں گے۔ اور اگر
ہی بیٹھا رہے تو سو بچ کمبے کے سامنے وعدہ
شکن ثابت ہو گا۔ سوال ہو سکتا ہے کہ
اگر وہ ان قسم کے پورا نہ کرے۔ تو مین
کی نقصان تھا مین اسکی وجہ معلوم نہیں
مگر ٹکندہ رشتش نقصان سمجھتا تھا۔ اس موقع پر
رحمت اللہ دیا اور کہنے لگا۔

صاحب رسی پرانی ہے۔ میں نہیں جانتا
کیا پیش سے والہ ہے۔ طوفان بہت
بڑا دیکھا ہے۔ بہتر ہو کہ اب کشتی سے نکلی جائے
بہرے سنتے ہی گنبد جو پہلے سے یہی غنبد
ہوئے تھا کشتی میں سے نکل گیا۔
کوئی شخص اس قدر سخت بازو میں
ہو۔ دن پناہ کے دریا کے کنارے کھڑا ہوا
رہ سکتا۔ چونکہ طوفان سر پر چڑھا جاتا تھا
گنبد رہنا و کی تلاش ضروری خیال کر کے
ایک گاؤں کی طرف چلا جو کنارے سے کچھ
فاصلہ پر تھا۔ اس وقت بارش کچھ ختم گئی ہوا
بھی کسی نہ کچھ ہو گئی۔ مگر آسمان پر ابھی تک
بال چھائے ہوئے تھے ایسے امید کی سکتی
تھی کہ رات کو ہوا اور بارش کا دورہ
پھر شروع ہو گا۔ گنبد یہی یہ دیکھ کر
نہ آیا اور جیسے چلا گیا۔ وقت شام کا تھا۔
مگر بادلوں کی وجہ سے سخت تاریکی چھا رہی
تھی کسی گاؤں۔ مکان۔ میدان۔ سڑک
یا دریا کا کوئی نشان نہ ملتا تھا۔ مگر خیر
جتنے گرد و گہو کھا کر کب شب تاب نہ رہتے
چھیلے جو اہرات کے مصنوعی درخت معلوم

ہوئے تھے۔ بجلی وہی سیاہ اور تاریک
بادلوں میں سے چمک دکھا رہی تھی۔ بچے
عورت کا غصہ دفعہ مر نہیں جاتا اسلئے
بار بار شعلہ زن آنکھیں غصے سے ہرچی مٹی
نکال رہی تھی۔ مینڈک بارش کی وجہ سے
بڑا دن مارا رہے تھے۔ آج انکی عید تھی مگر
مزے سے سرنگار تائین اوڑا رہے تھے
کھینے والے کے توکان پیٹے جاتے تھے۔ مگر
انکی راگنی ختم ہونے میں نہ آتی تھی یہ دم
جھنگر کی آواز راون کی مائی مٹنے والی
چٹا کی آواز کی مانند سنائی دیتی تھی مگر باجڑ
اس قدر شور کے بارش کے قطروں کا ہر قطر
کے پتون پر گرنا اور پڑنا کا جو سے
نہ کو بیچ زمین پر گرنا صاف سناٹا ہے
دھماکا۔ شعلہ کے پافون کی آہٹ۔ اور
پہ ندون کا پیگے جیسے پروں سے پانی
چھڑکنا اور ہوا کی سنہٹ ہٹ بھی برابر
سنائی دیتی تھی۔

دفعہ گنبد کو کچھ فاصلہ پر پہنچی کھائی
دی بڑی دھن سے کیونکہ بہت بارش
کی وجہ سے نہایت خراب ہو گیا تھا وہ

گزرتا ہوتا تھا اس روشنی کے قریب پہنچا۔
 ہوا ایک پلے نہ پخت مکان میں سے نکلی رہی
 اتنی جگہ دروازہ کھلا تھا۔ اپنے نوکر بہر
 چھوڑ کر گھبرا کر اس مکان میں داخل ہوا
 جسے مس کے بڑی اہتر حالت میں پایا۔
 بند مکان آبادی سے کسی قدر صاف پڑھا
 اسکے آس پاس کوئی دکان نہ تھا۔ یوں تو
 اسکی عمارت عالی شان معلوم ہو آ رہی مگر
 اب اسکی حالت ایک چھوٹی سی رہی تھی
 اتنی اس کے بہت سے کمرے بالکل خالی پڑے
 ہوئے تھے۔ اور کوئی منظر انہیں دکھائی دیتا
 تھا۔ اوڑن۔ چوہوں۔ سانپوں اور دیگر
 مکوڑوں نے اسے اپنا مسکن بنایا تھا۔
 روشنی بہت ایک کمرے آ رہی تھی۔
 اسی طرف گھنیر چوہا کچھ ہالہ اسانی
 استعمال کا اسے دکھائی دیا۔ مگر ہر ایک چیز
 انتہا درجہ کی مغلی بریس رہی تھی ایک
 دوپٹے کے برتن پر ایک ٹوٹا ہوا تنوے
 میں یا چاہے بتل کے برتن یہ کل اس مکان
 کی ادیب و نہایت تھے۔ دیواریں سیاہ
 ہو رہی تھیں۔ عکاسی نے ہر ایک کو

میں جانا تن رکھا تھا یہ ہیکلانی اور
 چوبیان چار طرف دھڑکی تھیں۔
 ایک نوٹھی ہوئی جھڑکی پر ایک چوہا
 سوجی لٹا ہوا تھا ہوسوت کے دروازے
 کے قریب چوہوں کا ایک کھوکھی تھیں
 ڈوب گئی تھیں اسکا دم تیر چار تھا۔
 اور اس کے ہڈی کا تپے سے تپے۔ اس کے
 ہترے کے ایک طرف ایک مٹی کا دیباہ ایک
 اثرت پر رکھا ہوا تھا جسے کدو کی کے
 جسم میں روج پروان نہ تھی دیکھ ہی نہیے
 میں ہی پس نہ تھا۔ مگر ایک ادھیم ہتر
 کے پاس روشن تھی جو ایک سے دھیم
 دلی بھانے والی لڑکی تھی۔
 خواہ ہم وجہ ہو کہ دیکھتے ہیں تپا نہیں
 رہا تھا یا یہ کہ ہر منظر جدائی کی حالت
 کی سوچ میں سفر فرم تھے۔ گھنیر کا آنا
 انکو معلوم ہو۔ گھنیر دروازے پر
 کھڑا رہا اور اس کے خسرت سی ہرے
 ہوئے آدھی الفاظ نے جو بڑے کے
 منہ سے نکلے تھے۔ یہ بوڑھا اور لڑکی
 دوڑان اس قدر آباد دینا میں لے بارگاہ

تجہ ایک دن اسکے پاس دولت بھی تھی
رشتہ دار بھی تھے ملازم اور لونڈیاں
بھی تھیں۔ مگر تقدیر کے ہلت جانے سے
وہ سب چیزیں ایک ایک کر کے اسکے
ہاتھ سے نکل گئیں۔ مان اپنے بیٹے اور

بیٹی کے چھوٹے خاقدہ کشی کی وجہ سے
کھلاتے دیکھنا برداشت نہ کر سکی اور
غم کے مارے جلد قبر میں جا پڑی اس
چاند کے ساتھ تارے بھی نابود ہو گئے
تھانداں کا سہارا مان کی آنکھوں کا تار
اور باپ کی امید ایک بیٹا تھا وہ بھی
باپ کی آنکھوں کے سامنے چٹا میں چلیا۔

اس بوڑھے اور اس خوبصورت
لڑکی کے اور کوئی زندہ نہ رہا۔ یہ دونوں
اس دیران مکان میں رہنے لگے اور
ایک دوسرے کے مددگار تھے۔ کئی کئی
سال کی عمر شادی کے قابل تھی۔ مگر وہ اپنے
باپ کے بڑا چاہنے والی تھی۔ اسی کے
ساتھ دنیا بھر میں بوڑھے کا علاقہ تھا۔

جب تک زندہ رہتا اسکی مشابہت نہیں
کر سکتا تھا۔ چنانچہ جب کبھی اسے کئی دن
کی شادی کا خیال آتا تو وہ دل ہی
دل میں جھکڑا ل دینا میری زندگی
کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔ اگر میں
کئی شادی کر دوں تو میرا کیا حشر
ہو گا۔

مگر کیا اسکے دل میں یہ خیال کبھی نہیں
آیا تھا کہ جب وہ مر جائیگا تو کئی کئی
سال ہو گا؟ اب موت کا قاصد اسکے
بستر پر کھڑا ہے اور وہ دنیا کو چھوڑنے
کے قریب ہے۔ کل کئی کئی سال ہو گئے۔

یہی سوال بوڑھے کو نزاع کی حالت میں
گیڑے ہوئے تھا اور اسی کی وجہ سے اسکا
دم گھٹا جاتا تھا۔ اسنوُن کی جھڑکی
آنکھوں سے لگے ہی تھی کبھی آنکھیں
کھولتا اور پھر بند کر لیتا جبکہ اسکے سر
کی طرف ۳۳ سال کی لڑکی بت بنی ہوئی
بیٹھی تھی۔ اور باپ کے چھوٹے کو غور سے
دیکھ رہی تھی جبراً اب مردنی چھائی ہوئی
تھی وہ اپنے آپ کو بولی ہوئی تھی۔
اسے سطور خیال نہ تھا کہ وہ کل کہاں جائیگی
وہ صرف اپنے مرنے والے باپ کا چہرہ ہی

دیکھ رہی تھی اور اُسکے غم میں مر رہی تھی۔ بندریج بوڑھے کا نا طقمہ نہ چو گیا دم ہوا ہو گیا۔ آنکھوں کی روشنی جاتی رہی، اور دکھ پانے والے روح نے درد و رنج سے رانی پائی۔ اس تاریک جگہ پر اُس ٹٹھاتے ہوئے چراغ کے سامنے تنہا کذا اندنی اپنے باپ کی لاش گور میں رکھ کر بیٹھی رہی۔ رات سخت تاریک تھی تقاطر ابھی تک ہو رہا تھا۔ درختوں کے پتے مڑ کھڑے تھے۔ ہوا ستائے پھر رہی تھی۔ دیوان مکان کی کھڑکیاں ایک ٹٹو بپا کئے ہوئے تھیں اور چراغ کی روشنی لختہ بھر کے لئے مردہ چہرہ پر پڑتی رہی۔ پھر شام تاریکی چھا گئی، چراغ میں تیل نہیں رہا تھا۔ صرف دو تین فچہ چمک دکھا کر بالکل بجھ گیا اور نگیدہ بے پاؤں باہر نکلیا۔

دوسرا باب

آئیو اے واقعات اپنا سایہ پہلے ڈالتے ہیں رات بہت گزر چکی تھی اور کذا اندنی

اپنے باپ کی لاش کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اُس نے ”باپ“ کو جگایا مگر جواب نہ دیا۔ دیکھ کر اس کو یہ خیال ہوا کہ اس کا باپ گھری نیند سو رہا ہے۔ پھر اسے یخچال آہا کہ شاید مر گیا ہے۔ مگر پچھلے خیال کو وہ دلیں جگہ نہیں لینے دیتی تھی اور جب تک جگہ سے سالخوردہ آدمی نے آنکھیں نہ کھولیں تو اُس نے جگہ نہ چھوڑ دیا۔ پچھا اسکے ماتھے میں تھا اور وہ ابھی تک لاش کو ہمارے رہی تھی۔ آخر شام وہ تنہا گئی اور پھر ایک فچہ بے خیال کر کے کراسکا باپ سو رہا ہے وہ ہی سو گئی۔

کئی دن سے وہ باپ کی بیچارہ داری میں کسی وجہ سے رات کو نہ سو سکی تھی اب جوہن اُس نے زمین پر سر رکھا نیند نے اسے آگہیر اس کھلے مکان اور مہنڈی جگہ میں گندا اندنی نے اپنا سین بازو سر کے نیچے رکھ کر سو گئی نیند میں اُسے ایک عجیب خواب دکھائی دیا۔ وہ کیا دیکھتی ہے کہ رات چاندنی ہے آسمان خالص نیلگون ہو رہا ہے۔

سوئے لٹنڈ مان کے ایک عرصہ تک
کچھ نہ نکلے۔

مان (کنڈ کے چہرے پر بوسہ دیکر)
بیٹی تو نے بڑی مصیبت اٹھائی ہے اور
میں جانتی ہوں کہ تجھے ابھی بہت مصیبت
کا سامنا ہے۔ تو بالکل کم سن ہے اور تیرا
نازک جسم اس قدر نکالیندہ نہشت نہیں
کر سکے گا تو جیسا کہ مست رہ دینا کو چھوڑ دو
میرے ساتھ ہو لے۔

بیٹی۔ کہاں چلوں؟
مان۔ رستارون کی طرف انگلی سے
اشارہ کر کے اوٹاں

بیٹی۔ رستارون کے ناپیدان کا سمندر
پر نظر کر کے مجھ میں ملاقت نہیں۔ اور میں
اس قدر دور نہیں جاسکوں گی۔

مان۔ دراصل جب سے غمزدہ ہو کر اچھا
بیٹی اپنی مرضی پر حل تیرے لیے بہتر تھا کہ
میرے ساتھ چلی آتی ہو کہ دن آئیگا جیتے
ستارون پر نظر کرے گی اور زار زار
رو کر وھاں جانے کی آرزو کرے گی میں
پھر ایک دفعہ تیرا پس آؤں گی جب تو

اور چاند کے گرد ایک ڈالہ دکھائی دے
رہے گندائے اسفند بڑا ڈالہ کبھی عمر
بھر میں نہیں دیکھا تھا۔ اسکی روشنی بڑی
تیز تھی اور آنکھوں کو نو بخش رہی تھی
یہ ایک اس جگہ اور در شاندار حالہ میں
چاند کے بجائے ایک تپتی نظر آنے لگی جسکی
روشنی اور چمک سے آنکھیں چند سیہ اتلی
تھیں دیکھتے دیکھتے ہالہ اندھیری کے سماں
اُترا اور نزدیک آتا ہوا کنڈ کے سر پر
ٹھیر گیا اسکی روشنی سے سارا مکان منور
ہو گیا کنڈ نے دیکھا کہ وہی ایک خوبصورت
سنہری بالوں والی اور جواہرات سے جگمگاتی
ہوئی عورت ہے۔ اس کے خوبصورت چہرے
پر رحم کے ستارے دکھائی دے رہے ہیں اور
وہ زیر لب مسکرا رہی ہے کنڈ نے آج کبھی
پھاڑ کر دیکھا تو یہ رحمدل اور خوبصورت
عورت اسکی مان "نظر آئی پہلے تو وہ اسو
پہچان کر خوش ہوئی مگر بعد ازاں ڈر لگتی
اسی وقت جگمگاتی ہوئی عورت نے ہاتھ
بڑھا کر اور کنڈ کو زمین سے اٹھا کر جہاتی
سے لگا لیا اور یتیم بکس لڑکی کے منہ سے

درو دکھ سے تنگ آ کر مجھے یاد کرے گی۔ اور میرے پاس آئیے لئے ریوگی بیشک میں اس وقت تیرے پاس آؤنگی اور تو بھی میرے ہمراہ چلنے پر تیار ہو جائے گی مگر اب تو افق کی طرف میری انگلی کے پیچھے نظر دوڑا میں تجھے دو شکلیں دکھاتی ہوں۔ یہ دو شکلیں اس دنیا میں تجھے تکلیف دینے والی ہیں اور ابھی کے ہفتہ سے تجھے سخت اندھا پونچے گی۔ اگر کہیں وہ تجھے دو چار ہوں تو انہیں زہر بلا

سناٹ سمجھ کر بہاگ جانا اور کبھی اسکی آنکھوں کے سامنے نہ آنا۔ یہ کھڑکھڑا صورت نے آسمان کی طرف انگلی کا اشارہ کیا۔ کنڈا نے بھی نظر دوڑائی اور ایک شخص کو دیکھا جو نہایت ہی خوبصورت تھا۔ اسکی اونچی اور شاہد پیشانی اسکی قسمت اور محبت بھری ہوئی نظر اسکی لاج ہنس کی ایگلیز اور دیگر خصوصیات جو پہلے آدمیوں میں پائی جاتی ہیں دیگر کبھی یقین

نہیں ہو سکتا تھا کہ اس صورت سے کسی قسم کے خطرے کے پونچنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ مگر کنڈا کی مان نے کھا۔

”میری بیٹی اس خوبصورت شخص کو ہرگز نہ ہونا۔ یہ بیشک فیاض اور رحمدل ہے مگر تیری ذلت اور خاری کا باعث ہے اسکی ہولی لٹکا شکل پر نہ جانا اور اسے سناٹ سمجھ کر اس سے بچے رہنے کی کوشش کرنا“

کنڈا کو اب بھر ایک شکل دکھائی دی مگر یہ مرد کی نہیں تھی بلکہ ایک عورت کی تھی۔ یہ عورت سانلے رنگ کی نہایت خوبصورت اور نوجوان تھی کنڈا کو اس سے کچھ خوف پیدا نہ ہوا مگر اسکی مان نے کھا۔

”یہ شکل عورت کے لباس میں ایک راکشتی (دیوینی) ہے۔ جب تو اُسے دیکھے فی الفور بہاگ جانا“

جوہن چکدار صورت کے متہ سے

کندا مطلق متوجہ نہ ہوئی۔ وہ روتی رہی اور بار بار آسمان کی طرف پکرتی رہی۔

چمپا۔ (نہر سے) بھئیے کیا نظر آتا ہے کہ تو بار بار آسمان کی طرف دیکھتی ہے! کنڈا۔ کل میری ماں مجھے آسمان پر دکھائی دی اور مجھ سے ہمراہ چلو کہ کہہ میں ڈر گئی اور اس کے ساتھ نہ گئی اب پچھتا رہی ہوں۔ اگر وہ پھر آئے تو میں ضرور اس کے ساتھ چلی جاؤں گی۔ اسی لئے بار بار میں آسمان کی طرف دیکھتی ہوں۔

چمپا۔ مرے کس طرح واپس آ سکتے ہیں؟ یہ تو ماننے کی بات نہیں۔ کنڈا۔ میں نے اپنا جواب دیا یا چمپا حیران ہو کر کیا تو اس مرد اور عورت سے واقف ہے جنکی صورتیں کچھ آسمان میں دکھائی دین؟

کنڈا۔ نہیں۔ میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا ایسا خوبصورت مرد زمانہ بہر میں کوئی نہ ہو گا۔ میں ایسا خوبصورت

یہ الفاظ بھلے آسمان دھتے تاریک ہو گیا اور چکدار صورت بھی اسکے ساتھ ہی نابود ہو گئی۔ کنڈا کی بھی آنکھ کھل گئی۔

گلینڈر ایک گاؤں میں گیا جکا نام جہنجن پور تھا۔ اور وہاں ایک آدمی کو اس نے روپیہ دیکر بوڑھے کی لاش جلانیکا انتظام کیا اور ایک جوان لڑکی نے کنڈا کو تسلی دینے کا ذمہ اٹھایا۔ جب کنڈا نے دیکھا کہ لوگ اسکے باپ کو اٹھا کر لے گئے ہیں تو اسے اسکی موت کا یقین ہو گیا اور وہ چلا چلا کر روئے لگی۔

صبح کو وہ شخص جس نے مردہ جلانیکا انتظام کیا تھا گھر واپس آ گیا اور اس نے اپنی بیٹی چمپا کو کنڈا کے پاس بھیج دیا۔

چمپا کی عمر بھی کنڈا کے برابر ہی تھی اس نے مختلف قسم کی گفتگوؤں سے کنڈا کا دل بہانے کی کوشش کی مگر

چہرہ کبھی نہیں دیکھا۔

نگیندر نے گاؤں کے چند لوگ جمع

کئے اور اُن سے پوچھا کہ متوفی کی

بیٹی کا اب کیا حال ہوگا؟ وہ کھان

رہے گی؟ اور کیا کوئی اسکا شہتہ

ہے؟ اُسے بھی جواب ملا کہ اسکا کوئی

رشتہ دار نہیں۔ اور اسکے رہنے کے

لئے سوائے ویران مکان کے اور

کوئی جگہ نہیں۔

نگیندر۔ کیا تم میں سے کوئی شخص

اس بات کو قبول نہیں کر سکتا کہ

اس لڑکی کو اپنے پاس رکھے اور

اسکی کہیں شادی کر دے۔ اسکی فقی

کا خرچ میں ادا کر دے اور جب تک

اسکی شادی نہ ہو اسکی خوراک وغیرہ

کا خرچ میں ماہوار پہنچتا رہو گا۔

اگر نگیندر نقد روپیہ اس وقت

ایکے سامنے رکھ دیتا تو بیسوں اس

تلاش کو اپنے ذمہ لینے پر تیار ہو جاتے

مگر یہ ظاہر تھا کہ ایسے خود غرض لوگ

اقرار ہی ہوتا کرتے اور جب نگیندر

چلا جاتا تو کندا لونڈی بنا لی جاتی

یا گھر سے نکال دی جاتی۔ نگیندر نے

اسی خیال سے پیشگی روپیہ دینا سنا

نہ سمجھا اور یہی وجہ تھی کہ کسی شخص

نے لڑکی کی پرورش کا ذمہ لینے

کی جرات نہ کی۔ آخر کار ایک شخص

نے معاملہ ختم کرنے کی غرض سے کہا

”اس لڑکی کی خالہ شام بازار کھلتے

میں رہتی ہے۔ اسکے شوہر کا نام

بنو د گھوش ہے تم اس وقت

کھلتے جا رہے ہو۔ بہتر ہو کہ اس لڑکی

کو بھی ہمراہ لیتے جاؤ۔ وہاں جا کر اس

اسکی خالہ کے سپرد کر دینا اور اس

طرح اس بٹے فرض سے سبکدوشی

حاصل کرنا۔“

نگیندر نے کوئی اور چارہ نہ دیکھ کر

اس تجویز کو منظور کیا اور کندا کو بلا

پہنچا۔

پہنچا۔ کوئی بیٹے ہوئے وہاں آئی

جہاں نگیندر کھڑا تھا ابھی کندا کسی

قدر زاحفہ پر پہنچی کہ اسکی نظر

چار و ناچار کندا نگیندر کے ہمراہ
 پہونچی۔ وہاں پہونچتے ہی نگیندر نے
 اسکے خالو کی تلاش کی۔ مگر شام بازار
 میں کوئی شخص بنو و گھوش مام
 کا اُسے نہ ملا۔ ایک بنو و داس نامی
 اُسے ملا مگر اُس نے کندا کی شرت داری
 سے صاف انکار کیا۔ اس طرح کندا کا
 بوجھ نگیندر کے سر پر پڑا اور
 نگیندر کی ایک بہن تھی جو اس سے
 چھوٹی تھی اسکا نام مکمل مانی تھا۔
 اسکا شوہر جس کا نام سریش چندر
 ستر تھا کلکتہ میں رہا کرتا تھا۔ سریش
 بابو پلیدر فٹ ڈپنی کے دفتر میں
 اکوٹنٹ تھا۔ یہ ایک بڑی کمپنی تھی
 اور سریش چندر کی آمدنی مستقل
 تھی۔ نگیندر کے ساتھ اُسے بڑی
 اُلفت تھی اور نگیندر اور کچھ چارہ
 نہ دیکھ کر کندا کو اُسی کے گھر لگیا
 اور مکمل مانی کو مکمل مال سنا مکمل
 مانی کی عمر اٹھارہ سال کی تھی خط
 خال میں وہ اپنے بہائی نگیندر کے

نگیندر سے دو چار ہوئی وہ کلکتہ
 ہڑ گئی۔ اور بڑی حیرت اور دہشت
 کے ساتھ اُسے دیکھنے لگی۔

چمپا۔ تو کیوں ایک لخت حیران ہو
 کھڑی رہ گئی ہے؟

کندا۔ (انگلی کا اشارہ کر کے)
 یہ وہی ہے!۔

چمپا۔ کون؟۔

کندا۔ وہی جکی شکل مجھے میری ملان
 نے دکھائی تھی۔ یہ سنکر چمپا بھی ڈر
 گئی۔ اور چپ ہو گئی۔

نگیندر یہ دیکھکر کہ لڑکیاں اسکے
 پاس آنے سے رہیں خود انکے پاس

آیا اور کندا کو بنایت شفقت آمیز
 الفاظ میں اصل معاملہ کی اطلاع

دی کندا کی زبان مارے دہشت کو
 بند تھی۔ اُس نے کچھ جواب نہ دیا اور

چپ چاپ کھڑی رہ گئی۔

تیسرا باب

متفرق حالات

مشابہ تھی۔ غرض دونوں بہائی بہن
بڑے خوبصورت تھیں مگر خوبصورتی کی نسبت
مکمل مافی علیت کی وجہ سے زیادہ تر
مشہور تھی۔ نگیندر کے باپ نے ایک
انگریزی خوان استاد کو ملازم رکھ کر
مکمل مافی اور سورج کبھی کو بخوبی تعلیم
دلائی تھی۔ مکمل مافی کی ساس بھی
زندہ تھی مگر وہ ایک علیحدہ مکان میں
رہا کرتی تھی۔ غرض کلکتہ میں مکمل مافی
اپنے گھر کی مالک تھی۔
جب نگیندر نے کنہا کی داستان
مکمل مافی کو سنائی تو اخیر میں اسے
یہ کہا "اگر تم بھی اسے اپنے پاس رکھو
تو اسکے لئے اور کوئی جگہ نہیں۔ تہہ
دن کے بعد میں اسے گوند پلایا دینگا"
مکمل مافی مزاج کی شدخ تھی۔ جہن
نگیندر باہر نکلا وہ کنہا کو اٹھا کر غسل
کی طرف لے گئی اور گرم پانی کے ٹب
میں اسے وہم سے گرا دیا۔ کنہا یہ
حرکت دیکھ کر ڈر گئی۔ مگر مکمل مافی کھل
کھلا کر ہنس پڑی۔ اور جھٹ خوش ہوا

صاحبین سیکر اسکے جسم پر ملنے لگی۔ تہہ
میں ایک خادمہ دو ٹی آئی اور
مکمل مافی کو صاحبین ملتے دیکھ کر کہنے
لگی "یہ کام میں کرتی ہوں" "میں
کرتی ہوں" "تم چھوڑ دو"۔ مگر مکمل مافی
نے دونوں ہاتھ سے گرم پانی خادمہ
پر ڈالا اور وہ پہاگتی نظر نہ آئی۔
مکمل مافی نے کنہا کو ہٹا کر اسے عمدہ
کپڑے پہنائے اور اس کے سر میں خوشبو
تیل لگا کر اسے زبرد پہنایا۔ اور کہا
جائو اور ددرا پو (بڑے بہائی) کو
سلام کرو۔ مگر یاد رکھو کہین گھر کے
مالک کے پاس نہ جا کلکتہ۔ اگر وہ نہیں
دیکھ پائیگا تو تمہیں شادی کا خوشگوار
ہوگا۔
نگیندر نے کنہا کا حال سورج مکھی کو
لکھا۔ اور ایک عزیز دوست ہر لیب
گھوسل کو بھی خط لکھتے ہوئے کنہا کا
ذکر کیا۔ اور اس طرح لکھا: "اچھا بھ
یہ بتاؤ کہ عورت کی خوبصورتی کس
عمر میں زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ تم

کہو گے کہ چالیس سال کے ہو کر کیونکہ
 تمہارے برہمنی چالیس سال سے ایک
 آدم سال اوپر ہے مگر لڑکی کتنا جگے
 حالات میں نہیں لکھے ہیں سو سال
 کی ہے۔ اسے دیکھ کر یہ ثابت ہو رہا
 کہ خوبصورتی کی عمر بھی ہے۔ وہ حالت
 اور ہو رہا ہے جو پوری جوانی سے پہلے
 عورت میں پایا جاتا ہے۔ پھر نظر نہیں
 آتا۔ کتنا بھلا پن تو حیران کرنے
 والا ہے۔ اسے کسی بات کی سمجھ ہی نہیں
 آج اُس نے یہ خواہش کی کہ اُسے
 گلی میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنے کی
 اجازت دیجائے اور وہ دوسری
 مگر جب اسے منع کیا گیا تو وہ ڈر گئی
 اور اُداس نظر آنے لگی۔ کمال اسے
 پڑھتا سیکھاتی ہے اور اسکا بیان ہو
 کہ کتنا ذہین ہے۔ مگر وہ عام باتوں
 سے ناواقف محض ہے۔ مثلاً اسکی
 بڑی بڑی نیلی آنکھیں ایسی معلوم
 جوتی ہیں جیسے کہ موسم خزاں میں
 کنول کا پھول شگاف پانی میں

ہے رہا ہے۔ یہ دونوں آنکھیں۔ میرے
 چہرے کو دیکھتی رہتی ہیں مگر کبھی کچھ
 نہیں۔ میں تو ان آنکھوں کو دیکھ کر
 محو ہو جاتا ہوں۔ اس سے زیادہ
 بچہ میں بیان کی طاقت نہیں۔ تم
 میرے استقلال پر بالکل تسخیر ہو گئے
 لیکن اگر ایک دفعہ ان آنکھوں سے
 تم دو چار ہو جاؤ تو پھر میں دیکھوں
 تمہارے دل کی استواری کہاں
 جاتی ہے۔ اس وقت مجھے یہ معلوم
 نہیں ہو سکا کہ ان آنکھوں کو میں
 کس سے تشبیہ دوں۔ بنے جب دیکھا
 ہے انہیں نئی شان میں دیکھا ہے
 میرا خیال ہے کہ دنیا بھر میں ایسی
 آنکھیں نہیں ہونگی۔ ایسا معلوم ہوا
 ہے کہ وہ آنکھیں زمین کی کسی چیز کو
 نہیں دیکھتیں بلکہ آسمان میں کسی
 کی تلاش کر رہی ہیں۔ اس سے یہ نہ
 سمجھو کہ تندرستی خود بخود ہے جس
 ہے اسکے خط و خال کا اگر وہ روئے
 کے ساتھ متقابل کیا جائے تو بہت

زیادہ قابل تعریف نہ ہونگے۔ مگر پھر
 ہی میں سمجھتا ہوں کہ اپنے ایسا دور
 خوبصورتی کبھی نہیں دیکھی۔ ایسا معلوم
 ہوتا ہے کہ کھانا نندانی میں اس
 دنیا کی کوئی چیز نہیں ہے۔ گویا وہ
 گوشت اور خون سے نہیں بنی۔ بلکہ
 چاند کے نور اور پہوون کی خوشبو
 اس کا جسم بنایا گیا ہے۔ اس وقت
 میرے خیال میں کوئی چیز نہیں۔
 جس میں اسے تشبیہ۔ دن بے دن
 ہستی اور نور اور لطیفان اور سوسائٹ
 ہے۔ اگر تم نے کبھی شفاف حوض میں
 چاند کی جھلک دیکھی ہے تو کھانا کے
 دج و کا تصور تمہارے ذہن میں
 بخوبی آجائیگا۔ جیسے سونے کے اور
 کوئی نظیر نہیں ملتی۔
 توڑے دن میں سورج کبھی نے
 گیند کے خط کا جواب نہیں دیا۔ جو طرح
 بد تھا۔ میں نہیں جانتی کہ تمہاری
 خاموشی نے کیا قصور کیا ہے۔ اگر کلکتہ
 میں نہیں اس قدر عرصہ تک ٹھہرنا
 ضروری ہے تو کیوں میں تمہاری
 خدمت کے لئے تمہارے پاس موجود
 نہیں ہوں؟ یہ میری دلی آرزو
 ہے۔ جو میں تمہاری اجازت پہنچنے
 میں روانہ ہو جاؤنگی۔
 ایک چھوٹی سی لڑکی کے لئے سو
 کیا تم مجھے فراموش کر بیٹھے ہو بیت
 سے کچھ پہل بٹک قدر کی نگاہ سے
 دیکھتے جاتے ہیں۔ بگ ہنر اور وہ ہنر
 کبھی۔۔۔ کو پتہ کہہ دیتے ہیں اور ہنر
 ناریں ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ معلوم ہوتا
 ہے کہ یہ کیسے خاندان کی لڑکی ہی
 چھوٹی عمر کی ہے۔ نہیں تو تم مجھے
 کیوں بھول جاتے؟ ہنسی کو تو جانتے
 دو۔ کیا تم نے کل حقوق ترک کر دیے
 ہیں جو اس لڑکی پر نہیں حاصل
 تھے؟ اگر نہیں۔ تو یہ لڑکی مجھے یاد
 اس کا انتظام کرنا میرا کام ہے۔ ہر ایک
 چیز جس میں تمہارا حق ہے اس میں
 میرا بھی حصہ ہے۔ مگر اس حق کا استعمال
 دیکھتی ہوں۔ کہ تمہاری ہر کچھ

میرا حق چھین لیا ہے۔ خیر میں حاضر نہیں اگر کس نے میرے حق پر مخالفت قبضہ کر لیا ہے

تم ضرور یہ سوال کرو گے کہ میں باہر لڑکی کو لیکر کیا کروں گی؟ میرا ارادہ ہے کہ تارا چند کے ساتھ اسکی شادی کر دوں۔ تم جانتے ہو کہ میں اسکے لٹو اچھی بی بی تلاش کرنے میں کس قدر مہار۔ اگر خدا نے ایک اچھی لڑکی بھی دی ہے۔ تو مجھے مایوس مت کرو۔ اگر کسل اُسے چھوڑ دے تو اُسے اپنے ساتھ گوشت پور میں لے آنا۔ میں کس کو بھی بکھدا ہے کہ لڑکی میسر پاس بیچ کر میں شادی کے لئے زیور ت وغیرہ کا انتظام کر رہی ہوں۔ کلکتہ میں زیادہ دیر مت لگاؤ۔ کیا یہ درست نہیں کہ اگر کوئی شخص اس شہر میں چھ ماہ تک نہیں تو وہ بیوقوف بن جاتا ہے؟ اگر تم کنڈا کی شادی کا ارادہ رکھتے ہو تو اسے اپنے گھر لے آؤ اور میں اُسے

نہا رے حوالے کر دوں گی۔ صرف اتنا کھدو کہ تم اسکی شادی کر لیا اراو لکھتے ہو اور میں شادی کی ڈگری تیار کر تی ہوں؟

تارا چند کون تھا۔ یہ ہم پہر بیان کرینگے خواہ وہ کون تھا۔ مگر مکمل اور ٹگیندر نے سوچ کھی کی جو بڑے کے ساتھ پورا اتفاق کیا۔ اسیلئے یہ قرار پایا کہ جب ٹگیندر واپس جائے تو کنڈا ہی اسکو ہمراہ جائے۔ ہر ایک نے اس میں رضامندی ظاہر کی اور مکمل نے بھی زیورات تیار کیئے۔ آدمی آئندہ حالت کی نسبت کس قدر اندھا ہے؟ وہ ہرگز نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔ تہہ ٹرے عرصہ سے ایک دن آئینا جب ٹگیندر اور مکمل خاک سر پر ڈالکر اور جلد ماتھے پر ماتہ مارکر کہیں گے۔ وہ نہایت بڑی ستا تھی۔ جب کنڈا اندنی ہم سے دو چار ہوئی وہ نہایت نامبارک وقت تھا۔ جب بنے سوچ بھی کی تھوینکے ساتھ تھی کیا اب مکمل باقی ٹگیندر اور سوچ بھی

تینوں نے ملکر نہر کا بیج بویا ہے اور
تھوڑے دن بعد وہ ان کو وہ پشیمان
ہو گئے۔

نیکندر اپنی کشتی تیار کر کے مسجد کُند
نذنی گو دند پور کو روانہ ہوا۔ کُندرا کو وہ
بالکل بھول گیا تھا۔ راہ میں اُسے پہر
یاد آیا۔ مگر نیکندر کے مہربان چہرے پر
نظر کر کے اُس نے خیال کیا کہ اس شخص
سے کب کسی نقصان یا ضرر کی امید
کیا جاسکتی ہے۔ یہ سب طرح بہت سے کپڑے
ہیں جو فہلک شعلوں کی ظاہر بھی شنی
پر فریفتہ ہو کر انہیں جا پڑتے ہیں اور
آخر کار جل جاتے ہیں ۴

چوتھا باب

تارا چرن

کالیداس شاعر کو ایک مالن ہمیشہ
بھول دیا کرتی تھی۔ چونکہ وہ ایک غریب
بزمین تھا اور بھولوں کی قیمت ادا نہ
کر سکتا اس لئے وہ قیمت کے عوض میں
مالن کو اپنی طبع آزمائی کا نظم سنایا کرتا تھا۔

ایک دن مالن کے تالاب میں ایک
بھول لالہ کا نہایت خوش رنگ اور
خوبصورت کھلا۔ مالن نے توڑ کر کالیداس
کی نذر کیا۔ کالیداس نے اس کے عوض
میں میگھ دوت زبادل کا قاصد کی نظم
پڑھنی شروع کی یہ نظم عقل و دانش کا
بجھو ذخیرہ ہے مگر ہر ایک شخص جانتا ہے
کہ اس کے ابتدائی اشعار بے مزہ اور
زودکھے پیچھے ہیں۔ چنانچہ مالن کو کچھ مزہ
نہ آیا اور وہ بد مزہ ہو کر اٹھ کھڑی
ہوئی۔

کالیداس۔ اوہ پیاری مالن۔ کیا تم
جاتی ہے؟

مالن۔ تمہاری نظم میں کچھ مزہ نہیں۔
کالیداس۔ مالن! تو کبھی بہشت پر
بنیں بیٹھے گی۔

مالن۔ کیوں؟

کالیداس۔ بہشت پر جانے کے لئے
ایک میٹر ہی ہے۔ لکھو کہا زینہ چڑھ کر
آدمی بہشت تک پہنچتا ہے میری
نظم کا بھی ایک زینہ ہے۔ یہ بے مزہ

اشعار اسکی سیڑھی ہیں۔ اگر تو ان
چند زینوں پر چڑھ نہیں سکتی تو کلچر
تو آسانی سیڑھی پر چڑھ سکے گی؟
مالن یہ سنکر ڈر گئی اور اس خوف
سے کہ میا دا برہمن کے سر آپ سے وہ
بہشت سے محروم نہ رہے چپ چاپ بیٹھ
گئی اور کل داستان شروع سے آخر
تک سنی۔ اختتام پر وہ بہت ہی محظوظ
ہوئی دوسرے دن پہلو کی مار بنکر
کالیداس کے گلے میں ڈال دیا۔
یہ معمولی قصہ کچھ بہشت کا دعویٰ نہیں
رکھتا اور نہ لکھو کہا زمین کی سیڑھی
رکھتا ہے۔ اسکی خوشبو بہت ہلکی ہے
اور اسکے زینے بھی چند ہی ہیں۔ یہ
ابتدائی چند باب اسکی سیڑھی ہیں
اگر ناظرین میں سے کوئی شخص مالن
کی سی طبیعت کا ہے تو اسے مطلع رہنا
چاہیے کہ وہ بدون ان زینوں پر
چڑھنے کے کبھی قصہ کی اعلیٰ کیفیت
تک نہیں پہنچ سکتا۔
سوچ بھی کا باب کو ناگہان میں رہتا
تھا۔ وہ ذات کا کایستہ اور ایک
ذاتی عورت شخص تھا۔ وہ کلکتہ کی کسی
کپنی کا خزانچی تھا۔ سوچ بھی اسکی
ایک ہی بیٹی تھی۔ ایک بیوہ عورت
ذات کی کایستہ سوچ بھی کے باپ کے
ٹان رہا کرتی تھی اور وہ سوچ بھی
کی اتنا تھی۔ اس بیوہ عورت کا ہی
لڑکا نار چند نامی سوچ بھی کی عمر کا
تھا۔ چونکہ دونوں بچا کیسا کرتے تھے
اسی لئے انہیں سوشل اقیانز بالکل اٹھ
گئی تھی اور انہیں برا درازہ محبت
اور سلوک قائم ہو گیا تھا۔
نار چند کی مان خوبصورت اور جوان
عورت تھی۔ اسلئے وہ جلد تکلیف میں
بتلا ہو گئی۔ ایک مالدار عیاش تھے اور
دیکھ پایا اور اسے ڈٹا بیگیا۔ یہ کسی کو
معلوم نہیں تھا کہ وہ کس طرف گئی ہے۔
اور نہ کہی وہ واپس ہی آئی۔ ناجانی
اس طرح ملن سے جدا ہو کر سوچ بھی
کے باپ کے گھر میں رہا اور اس نیک
مرد نے اسکے ساتھ غلاموں کا سا

سلوک دیکھا بلکہ اسے سکول میں ملا اور لکھا یا پڑھا یا تارا چند نے فرمیں سکول میں انگریزی کی تعلیم پائی۔ بعد ازاں سوچ کبھی کی شادی ہو گئی۔ اور کچھ عرصہ بعد اسکا باپ گیا تارا چند نے انگریزی زبان کسی درجہ تک حاصل تو کر لی تھی مگر ابھی تک علم کے قابل نہ ہوا تھا۔ سوچ کبھی کی باپ کی وفات کی وجہ سے وہ آوارہ خانہ ہو گیا اور سوچ کبھی نے رحم کھا کر اسے اپنی سسرال میں بلایا سوچ کبھی کی تحریک پر نگیں دے گانوں میں ایک مدرسہ کھولا اور تارا چند کو اس میں میٹر ماسٹر مقرر کر دیا۔ اس وقت بہرے ماسٹر بنے پرتے ہیں۔ مگر اس وقت ماسٹر بابو کا نظر آتا بڑا مشکل تھا نتیجہ یہ ہوا کہ تارا چند گانوں میں بڑا عالم قاضی مشہور ہو گیا۔ کیونکہ اسکی نسبت عام مشہور ہو گیا کہ ”سینئر آف دی سلڈ“ پکٹیٹر اور ایکلڈس کے تین مقلد تھے چکا ہے۔ جو عام لوگوں کے نزدیک

بڑے تعجب اور حیرت کی بات تھی۔ اسی وجہ سے وہ میندرا بابو نے میندرا دیپالپ کی برہمن سراج میں داخل کر لیا گیا۔ اور اس بابو کا مصاحب خاص بن گیا تارا چند نے بہت سے چھوٹے چھوٹے رسالے بیوہ کی شادی مسنورات کی تعلیم کی تائید۔ اور موتی بوجن کی تردید میں لکھی۔ انہیں وہ ہفتہ وار سراج میں پڑھ کر سنا تا اور اکثر وعظ بھی کرتا جسکی ابتدا ”رحمن و رحیم“ سے شروع ہوتی۔ انہیں سے تعلیم وعظ تو اسنے ٹٹا بدھنی دھلکتے کا ایک ماہوی رسالہ (مین سے اخذ کی۔ اور تعلیم تھے مدرسہ کے پنڈت سے اپنے لئے لکھوائی وہ ہمیشہ ہی سادھی کیا کرتا بہت پرستی چھوڑ دو۔ شادی دلھا ڈھن کی پسندیدگی پر ہونے دو۔ جو تون کو تعلیم دو۔ تم کیون جو تون کو قرض میں بند رکھتے ہو؟ جو تون کو باہر لگی ہوا کھانے دو؟ مگر ان خیالات پر زور دینے میں وہ اس وجہ سے

زیادہ دلیر اور آزاد ہوا کہ اسکے گھر
میں بی بی نہ تھی۔ اور ابھی تک اسکی
شادی نہ ہوئی تھی۔

سو سچ کبھی نے بڑی کوشش کی تھی
کہ تارا چند کے لئے کسی معزز خاندان
کی لڑکی ملے۔ مگر چونکہ اسکی ماں کا
واقعہ گو دند پور میں بخوبی مشہور تھا۔
اس لئے کسی معزز کا نسبتہ نے اپنی لڑکی
دینی پسند نہ کی۔ بیشک چھوٹی ذات
کے گاہیہوں میں اسے لڑکی مل سکتی
تھی۔ مگر سوچ کبھی تارا چند کو بہائی سمجھتی
تھی اور اس لئے وہ ایسی لڑکی کے لئے
اسکی شادی کرنا نہیں چاہتی تھی جسے
بہاؤ ج کہتے ہوئے اسے شرم آئے۔ وہ
اس جنوین ہی تھی کہ نگیند کی چچی
کنداکے حالات کے متعلق اسے پہنچی۔
اور اسی وقت تارا چند کی شادی
کنداکے ساتھ ٹہر گئی۔

پانچواں باب

”اوہ۔ کنول کی سی آنکھوں والی

بہ کون ہے؟

نگیند رمجہ کنداک کے بخیریت و عافیت
گو دند پور میں پہنچ گیا۔ کندانے جب
نگیند کا رہائشی مکان دیکھا تو ڈانگ
رہ گئی۔ اس نے عمر بہر میں ایسا عالیشان
مکان نہیں دیکھا تھا۔ اس مکان کے
تین حصے باہر تھے اور تین حصے اندر
تھے۔ ہر ایک حصہ ایک ایک شہر کے
برابر تھا۔ بیرونی محل کا پہانگ لوہے
کا تھا اور اسکے گردا گرد لوہے کا جھلا
تھا۔ پہانگ سے یکر محل تک ایک لال
سڑک بنی ہوئی تھی جسکے دونوں طرف
سبزہ آگاہا ہوا تھا اور موسیقی کے لئے
بہشت تھا۔ اس مرغزار کے درمیان
نہایت خوشنما پھول لگائے گئے تھے۔
سامنے ایک وسیع اور بلند کمرہ تھا
جسے نگیند نے دیوان خانہ بنا رکھا
تھا۔ اسکے برآمدہ کی چھت بڑے سنہری
پر رکھی گئی تھی۔ اور اسکا فرش
سنگ مرمر کا تھا اور اسکے کنگورہ پر
مٹی کا شیر بنا ہوا تھا جسکی زبان باہر

تھکی ہوئی تھی۔ اس کے دائیں بائیں ایک منزلہ سکنات تھے جنہیں سے کچھ کمرے دفتر خانہ اور کچہری کے لیے مختص کیے گئے تھے۔ اور کچھ سودی خانہ خزانہ اور نوکروں کی رعایت کے لیے تھے۔ پہاگ کے دونوں طرف چوکیداروں کے لیے کمرے بنائے گئے تھے۔ اور اس بیرونی محل کا نام کچہری باڑی تھا۔ اس محل کے دوسرے درجہ پر پوجا محل تھا جس میں کوئی شخص نہیں رہتا اور صرف پوجکے وقت ہی اسکا دروازہ کھلتا تھا۔ خصوصاً درگاپوجا کے دن وہاں بڑا ہجوم ہوتا تھا۔ مگر سوائے خاص اوقات کے اسکا دروازہ بند رہتا تھا۔ اس محل سے دوسرے درجہ پر ایک اور محل تھا جس کا نام ٹھاکر باڑی تھا۔ جس میں خانہ دانی دیوتاؤں کی تصویر رکھی ہوئی تھیں۔ ایک طرف ٹونوٹین رکھی گئی تھیں اور دوسری طرف پوجاریوں کی رعایت کے لیے کمرے تھے۔ اس محل میں بکثرت لوگ رہتے تھے۔ علاوہ پوجاریوں کے کھانا پکانے والے بھی بے تعداد تھے جو ہر روز نہایت پکا کر دیوتاؤں کی نذرین چڑھاتے اور برہمنوں اور سادھوؤں میں تقسیم کرتے تھے اور ہمیشہ وہاں ایک سنگامہ پیارہتا تھا اور نرات یہی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ ”پانی لاؤ“ ”پکڑے دو“ ”چاول پکاؤ“ ”بچہ روٹی نہیں کھاتا“ ”دو دھ کھان جو؟“ یہ تین حصے تو بیرونی محل کے ہوئے۔ اسی طرح تین حصے اندرونی محل کے تھے۔ کچہری باڑی کا محل نگیندر کے اپنے استعمال کا تھا۔ اس میں وہ اور اسکی بی بی رہتی تھی۔ یہ محل نہایت عمدہ بنا ہوا تھا اور اسکا اسباب بھی نہایت قیمتی تھا۔ دوسرے درجہ پر پوجا باڑی کے عقب کا محل مختلف برہمن داروں کی رعایت کے لیے تھا۔ یہاں عورتوں کا ایک ہجوم تھا۔ اور یہاں دوسرے درجہ پر ٹھاکر باڑی کے عقب میں باورچیخانہ تھا۔ باورچیخانہ میں

دو زرات رون لگی رہتی تھیں۔ کوئی عورت چاول دیگچی میں ڈال کر دھوی کے ساتھ باتون میں مشغول ہے۔ اور اپنے پیٹے کی شادی کا قصہ شروع کر رہی ہے۔ کوئی آگ جلا رہی ہے اور لکڑیاں تر ہونے کی وجہ سے آگ نہیں جلتی تو گماشتہ کو گایاں سناتی ہے کوئی پھلی تیل کی کڑاہی میں ڈالکر اٹھلکان جلا بیٹھی ہے۔ کوئی بال دھو کر اور خوب تیل لگا کر پھر سر دھو لگا اور چٹنی بنا دال اُبالنے کی طرف بھجی ہے۔ کئی تھوڑا ساگ پات کاٹنے میں مصروف ہیں۔ اور ساتھ ساتھ ادھر ادھر کی باتیں بھی کر رہی ہیں۔ گولابی بیچارہ جانی میں رانڈ بیٹھ گئی ہے۔ چند ہی کا شور بڑی شراب پیتا ہے۔ کولاشی کے خاوند کو ماروغد کی جگہ ملگئی ہے۔ اسکا کام خوب بن گیا ہے۔ گوبال نے بڑا سفر کیا ہے۔ پاربتی کا بیٹا پڑا خریہ نکلا ہے۔ انگریز کسطح ران کی اولاد ہو سکتے ہیں۔ بہاگیر تھ

کسطح لکائے آیا۔ شام ہو اس کسطح بہا چار جاس کی بیٹی پر عاشق ہو گیا۔ غرض جتنے منہ اُٹنی بائیں۔ ایک مضبوط اور قد آور عورت چھری سے چھلی کاٹ رہی ہے چلیں اسکے خوف سے نزدیک نہیں آتیں مگر چھری کا بے گاہے چھٹی ہن ایک سفید بالوں والی عورت پانی لارہی ہے۔ اور ایک اور مصالح میں رہی ہے سودی خانہ میں ایک ملازم اولیک باوچن میں گھی پر تکرار ہو رہی ہے باوچن کہتی ہے گھی کم ہے اور موچن کا ملازم کہتا ہے گھی پورا ہے تو کہا گئی ہے۔ غرض ایک نظارہ دکھائی دے رہا ہے۔

کئی بچے۔ فقیر اور کتے ٹکروں کی امید پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مگر بلی کو کسی کی خواہش نہیں۔ ذرا کسی کا وہیان دوسری طرف ہوا اور اس نے مال اوڑایا۔ ان تینوں محلوں کے پیچھے ایک بانجری اور اس سے کچھ فاصلہ پر ایک تاج

تینوں محلوں میں سے باغ کو سرزد نکلتا ہے اور اس سے باہر مٹی خانہ پہنچتا ہے۔
 وغیرہ ہیں +
 کذا نذنی نگیندر کا جاہ و طلال
 دیکھ کر تعجب ہوئی۔ اور پاکی میں بیٹھ کر
 اندر کے محل میں گئی۔ جہاں سوچ کھی
 نے اُسے بڑی محبت سے اپنے پاس بٹھایا۔
 چونکہ نگیندر ایسی شکل و شبابت کا
 آدمی نکلا جس سے پرہیز کرنے کے لیو
 کذا کو اُسکی مان نے سخت تاکید کی تھی
 بسینے اُسے خیال تھا کہ شاید اُسکی بی بی
 را کہتھی ہو۔ مگر سوچ کھی کے خط و خال
 دیکھ کر اسکا شبہ جاتا رہا۔ سوچ کھی
 رنگ گندمی تھا جبکہ خواب کی کوشش
 کا رنگ سانولا تھا۔ اور سوچ کھی کی
 آنکھوں میں جو جادو بھرا ہوا تھا وہ
 خواب کی عورت کی آنکھوں میں گہر
 ز تھا۔ سوچ کھی کا قد بھی خواب کی عورت
 سے کسی قدر لمبا تھا۔ بیشاک خواب کی
 عورت خوبصورت تھی مگر سوچ کھی
 کی عمر ۲۰ سال کے قریب تھی جبکہ

خواب کی عورت بیس سال سے زائد
 معلوم نہ ہوتی تھی۔ غرض کذا نے
 دونوں میں زمین و آسمان کی تفاوت
 دیکھا۔ سوچ کھی کذا کے ساتھ بڑی
 محبت سے پیش آئی اور ذکرِ دل کی
 افسر عورت کو ہلا کر رکھا۔ یہی کذا نذنی
 ہے جسکے ساتھ تارا چند کی شادی ہو گئی۔
 دیکھو میری بہانہ کی طرح اسے سمجھو اور
 دیکھو یہی اسکے ساتھ سلوک کر دو۔
 افسر خاں مرتے رضا مندی ظاہر کی
 اور کذا کو ساتھ لیجی۔ کذا اس خاں
 کو دیکھ کر دہشت کھا گئی۔ اور اُسکے
 رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ اسخاں دمسکی
 شکل خواب کی عورت سے مشابہ تھی کذا
 کا دم نہکنے لگا اور اُس نے بڑی شکل کے
 ساتھ کھا "اوہ کنول کی ایسی آنکھوں والی
 تو کون ہے؟ خاں نے جواب دیا "میرا نغم میرا ہے۔"

چھٹا باب

ناظرین۔ ناخوش ہونگے
 یہاں ناظرین ضرور دل تنگ ہونگے

ناول لکھنے والوں کا عموماً یہ سوتور ہے کہ وہ شادی پر ناول ختم کر دیتے ہیں مگر ہم نے کند انڈنی کی شادی سے بھی ناول شروع کیا ہے۔ ایک اور سوتور بھی قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے کہ جو شخص میروان (قصہ میں نامور حوث) کے ساتھ شادی کر لے وہ ضرور ہیرو (نامور شخص) ہونا چاہیے۔ جو نہایت اچھا ہو۔ اس میں تمام اوصاف جمیدہ پائے جاتے ہوں اور اپنی محبیہ پر فریفتہ ہو۔ مگر غریب تار چند میں ان باتوں میں سے کوئی بات نہ تھی۔ اسکی خوبصورتی خیر بھی تھی کہ اسکا رنگ تانبے کا ایسا تھا اور اسکی ناک گرہ دار تھی۔ اسکی آنکھیں اور بہاؤ کی کامیدان صرف سکول کا احاطہ تھا۔ اور محبت کی نسبت یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ کند انڈنی کے ساتھ ہے کہ قدر تھی مگر امتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک بندریا کے بچے کو بہت چاہتا تھا۔

وہ ان پہونچنے ہی اسکی شادی ہو گئی تار چند اپنی خوبصورت بی بی کو اپنے گھر لے گیا مگر خوبصورت بی بی کو ساتھ شادی کرنے سے وہ عجیب مشکل میں پھنس گیا۔

ناظرین کو یاد ہو گا کہ تار چند نے اکثر مضامین و بند راہوں کے مکان میں عورتوں کی تعلیم اور عورتوں کو باہر کی ہوا کھلانے کے متعلق پرکھتے تھے اور اکثر مباحثوں میں اس نے بڑی جرات کے ساتھ کھاتھا۔ اگر کبھی مجھے موقع ملا تو میں ان مسائل میں پہلا نمونہ دینے کے پیش کردہ اگر میری شادی ہو گئی تو میں اپنی بی بی کو سوسائٹی میں شریک کر دینگا اب اسکی شادی تو ہو گئی تھی اور کند کی خوبصورتی کا شہرہ بھی تمام گاؤں میں پھیل گیا تھا۔ تمام بہنیں تار چند پر خراوڑاتے اور کہتے تھے کہ یہ اسکی اقرار کو کیا ہوا؟ اسکا وہ کہان کیا ہے۔

خواہ تار چند کیسا ہی تباہ کر کند کے

اور دبند را بابو نے کئی دفعہ تارا چند کو ملامت کی اور شرمندہ کر کے کہا۔
 گنیا تم ہی اب پرانے دقیا نو سچ ہو تو
 کی پلٹن میں ہرتی ہو گئے ہو؟ تم
 کیوں اپنی حورت کے ساتھ بھاری
 ملاقات نہیں کرتے؟ یہاں تک کہ
 تارا چند نے نہایت شرمندہ ہو کر
 دبند را سے وعدہ کیا کہ اپنی بی بی کو
 اسکے ساتھ انٹروڈیوس کرے گا۔ مگر
 بعد ازاں اُسے سورج کھی کی ناراضگی
 کا خوف ہوا۔ اور اس طرح بہانوں میں
 ایک سال گزر گیا۔ جب یہ بہانہ نہ
 چل سکا تو اُس نے مکان کی مرمت
 کا عذر پیش کیا اور کُند کو لگندہ
 کے گھر بھیج دیا۔ جب مکان کی مرمت
 بھی ہو چکی تو ایک دن دبند را کو
 چند دوستوں کے تارا چند کے مکان
 میں آیا اور اُس سے ایفائے وعدہ
 چاہا۔ تارا چند کے مکان میں آیا۔
 اور اُس سے ایفائے وعدہ چاہا۔
 تارا چند مار کر اٹھ گیا اور کُند کو

عمرہ پوشاک پہنا کر باہر لے آیا۔ کُند
 نے دُعا کی کہ ناہا گونگٹ نہ لے
 سسٹے کھڑی رہی اور ہر روز کراؤ
 بھاگ گئی۔ باین ہمہ دبند را اسکی
 خوبصورتی اور سادہ پن پر قربان
 ہو گیا۔ اور مرنے دم تک کُند اکی ہوٹ
 اسکی آنکھوں کے سامنے پرتی رہی
 اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد دبند را
 کے گھر میں ضیافت کی تیاری ہوئی
 اور ایک چھوٹی لڑکی کُند کو بلانے
 کے لیے بھیج گئی۔ مگر سورج کھی کو اطلاع
 ہو گئی اور اُس نے کُند کو جانے سے
 روک دیا۔ بعد ازاں ایک دفعہ خود
 دبند را تارا چند کے مکان میں گیا
 اور کُند سے ملاقات کی۔ مگر سورج کھی
 نے تارا چند کو ڈانٹا کہ آئندہ کے لیے
 دبند را کو اپنے مکان میں نہ آنے دے
 اور کسی لگے لپٹے کے سامنے کُند کو نہ
 کیا کرے؟

اس طرح شادی کو تین سال گزر گئے
 اور دفعہ کُند انڈی رانڈ ہو گئی۔

تا راجند کو بچا رہنے ایسا کہیرا کزنہ
 نہ چوڑا۔ اپہر سوج کھی کندا کو اپنے
 ٹون لیگئی اور تا راجند کی کل بایداو
 ہیکر کندا کے نام سے سرکاری خزانہ
 میں داخل کر دی۔

بیشک ناظرین ناخوش ہوئے
 ہونگے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ قعدہ
 ابھی شروع ہی ہوا ہے۔ اور زہر
 درخت کا ابھی تک صرف پیچ ہی ہوا
 گیا ہے۔

ساتواں باب

ہریداسی پیشنو

یہ وہ کندانڈنی گھنڈر کے گھر میں
 کرتی۔ ایک دن دوپہر کے بعد گھر
 کی کل عورتیں مکان کے پرانے حصہ
 میں جمع ہو رہی ہیں اور ہر ایک اپنا
 اپنے مذاق کے کام میں مصروف ہیں
 ہر ایک عمر کی عورتیں چھوٹی لڑکی
 سے لیکر سفید بالوں والی بڑھیا
 تک وہاں موجود ہیں۔ کوئی سکو

کنگھی کر رہی ہے۔ کوئی بال سکھا رہی
 ہے۔ کوئی اپنے لڑکے کا کرتا بنی رہی
 ہے۔ کوئی بچے کو دودھ پلا رہی ہے
 کوئی تنگ آ کر بچے کو مار رہی ہے
 جو پہلے تو خوب زور سے چلاتا
 مگر تھوڑی دیر کے بعد ٹھنڈی
 سانسین بہرنے لگتا ہے کوئی
 دوسری سی رہی ہے اور دوسری
 اسے غور سے دیکھ رہی ہے۔ کوئی کسی
 کے لڑکے کی شادی کے لیے تخت
 بنا رہی ہے۔ کوئی بڑی عورت دوسرے
 کی نظم پڑھ رہی ہے۔ ایک بڑیا اپنی
 ہمسایہ کے روبرو اپنے بیٹے کی شکایت
 کر رہی ہے۔ ایک نوجوان خوش طبع
 عورت اپنی سپیلیون کے کان میں
 جکے شوہر باہر گئے تھے ہنس ہنس کر
 اپنے شوہر کی باتیں سن رہی ہے اور
 اس طرح اچکا دل خوش کر رہی ہے۔
 بعض نالکہ مکان کی اور بعض لڑک
 کی شکایت کر رہی ہیں۔ وہ جسے صبح
 کو سوچا کھی نے اسکی نافرمانی پر فٹ

عورت جسے رادھکا کہتی ہوئی آنکلی
 نگیندہ کی ٹھاکر باڑی میں بکثرت
 سادہ ہو جمع ہوا کرتے تھے اور ہر تو
 کو چاول انہیں تعلیم کئے جاتے
 تھے مگر کبھی شنو یا دیگر مانگنے والے
 کو عورتوں کے کمرے میں جانے کی
 اجازت نہیں تھی چنانچہ ”جے رادھکا“
 کی آواز سننے ہی ایک عورت نے
 تعجب پوچھا اور عورت نے بیان
 آنے کی جرات کی ہے ”ٹھاکر باڑی“
 میں جا کر جو بہن اس نے کھا اور شنو
 کی طرف بھی دیکھا تو بے اختیار کھٹکی
 ”اوہ تو کون شنو ہے؟“

سب عورتوں نے جو نظر اٹھا کر
 دیکھا تو شنو کو نہایت خوبصورت
 پایا۔ ان ساری عورتوں میں سے
 کئی اندنی کے کوئی اسکی نظیر نہ تھا
 اسکے پتلے ہونٹ۔ محو ابدار ناک۔
 موٹی موٹی آنکھیں۔ خدار ہو میں۔
 صاف اور اونچی پیشانی کنول کی
 شلخ کی طرح بازو اور دیگر خصوصیات

ڈانٹا تھا وہ اپنی تیز فہمی کی سبب
 کر رہی ہے۔ وہ جسکے پکائے ہوئے
 کھانے میں کبھی مزہ نہیں کیا اپنی
 کہاوت کا آپ ہی اظہار کر رہی ہے۔
 وہ جسکے شوہر کا دل میں سب سے
 زیادہ جاہل مشہور ہے اپنی ہسٹ
 عورتوں کو شوہر کی اعلیٰ قابلیت
 کے اظہار سے حیران کر رہی ہے وہ
 جس کے بچے ہانسل اور بر دفع ہیں
 ناز کر رہی ہے کہ اس نے خوبصورتی
 کے جواہر اور ہیرے چنے ہیں مگر
 انہیں سوچ کبھی شامل نہ تھی۔ وہ
 ذرا بلند مزاج تھی اس لیے ایسی
 مجلسوں میں بیٹھنا پسند نہ کرتی تھی
 اور اگر وہ کبھی وہاں آنکلتی تو اسکے
 خوف سے سب چپ چاپ ہو جاتے
 کئی اندنی ان عورتوں میں بھی
 ہوئی ایک لڑکے کو پڑھا رہی تھی
 مگر لڑکے کا دھیان ایک دوسرے
 لڑکے کی مٹھائی کی طرف تھا کچھ پڑھا
 نہیں تھا۔ تین ایک شنو سا ہو

ایسی تہین کہ عورتوں میں شان و زور
 پامی جاتی ہیں لیکن اگر کوئی خوبصورتی
 کا نکتہ چین وہاں ہونا تو صاف نال
 اٹھتا کہ بیشنو کی خوبصورتی میں حماقت
 نہ پائی جاتی تھی اور اسکی روش
 زیادہ تر مردانہ وضع کی تھی۔
 بیشنو کی ناک پر صندل کا نشان
 رذات کا نشان جو صندل کے بلوے
 سے لگاتے ہیں (لہذا اور خوش شکل
 تھا۔ وہ رنگدار کنارے والی ماری
 زیب تن کیے ہوئے تھی اور اسکے
 ہتھ میں ایک چوٹا سا تہنورہ تھا۔
 اسے پیل کے لنگن پہنے ہوئے تھے
 اور چوڑیاں گہاس کی بنی ہوئی تھیں
 ایک سالخوردہ عورت نے اسے چچا
 "تو کون ہے؟" جھکے جواب میں "اُتر
 کہا" میرا نام ہریدیا اسی بیشنوی ہے
 کیا تم گانا سننا چاہتی ہو؟" اس پر
 بکثرت عورتوں کے منہ سے "ہاں"
 "ہاں" کی آواز نکلی اور بیشنو تہنورہ
 سمبھال کر وہاں بیٹھ گئی جہاں کشتہ

ایک لڑکے کو سبق پڑھا رہی تھی لہذا
 راگ کی مشتاق نہیں۔ لہذا کو گاتے
 دیکھ کر اسکے اور قریب ہو گئی اور اسکے
 شاگرد نے جو دوسرے لڑکے کی ٹھانی
 کی تاک میں لگا رہا تھا۔ موقع غنیمت
 سمجھا اور دوسرے لڑکے کے ہاتھ سے
 مٹھائی چھین کر کہا گیا۔
 بیشنو نے پوچھا کہ وہ سب کیا سننا
 چاہتی ہیں اور مختلف عورتوں نے
 مختلف گیتوں کے نام لیے کسی نے تو
 گودنڈا اور ہکا رسی کی فرمائش کی
 اور کسی نے گوپانی اور سی کی اور ایک
 نے جو دیو سوک کی نظم پڑھ رہی تھی اسی
 کے گلے کی فرمائش کی۔ دوتین نے
 کرشن کے پورائے قصوں کا نام لیا۔
 مگر انہیں یہ اختلاف تھا کہ کوئی تو کرشن
 کی گویوں کے ساتھ اخلاط کی نسبت
 سننا چاہتی تھی اور کوئی اُسے
 جدائی کی نسبت۔ کوئی بچپن میں اسکو
 گاتے چرنے کی نسبت اور ایک نے
 پھٹ لڑکی تو صاف بول اُٹھی "اگر

دیکھ کر انہیں۔

بیشنو کی سسری آواز آسمان تک گونجنے لگی اور عورتیں اسپر قربان ہوئے لگیں گہر دن کے اندر رہنے والی عورتیں ساگ کی اصل حقیقت کو کیا جانیں؟ اگر کوئی سوجھ بوجھ والا شخص وہاں پہنچتا تو فی الفور سوجھ لینا کہ بیشنو کا گانا عسرنے قدرتی بخشش ہی نہ تھا بلکہ اُس نے پورے طور پر راگ کی تعلیم پائی تھی گو اسکی عمر بہت چھوٹی معلوم ہوتی تھی جب بیشنو بھجن گا چکی تو عورتوں نے اُسے دوبارہ گلے کی فرمائش کی یہ فیض ہر بلا سی نے کندا کی طرف دیکھا اور وہ گیت شروع کیا جو کرشن نے رادہ کا مخاطب کر کے گایا تھا ۴

گیت

”پترا جھوٹ چھوڑ دیکھنے کی امید پرین بیان آتا ہوں۔ اور ادھا مجھے اپنے پاؤں چھنے سے تیرا غصہ ٹھنڈا کرنے کی غرض سے میں ابھی سر میں آیا ہوں۔ رادھا مجھے تانگی خوش

تو فلان گیت نہ گونے کی تو میں ہرگز نہ سنوں گی۔“ ایک بیشنو کو سہلانے کی ارادہ سے خود ہی ایک گیت گایا۔ بیشنوب کی فرمائش سن کر بھی اور آخر کا کہنا سے مخاطب ہو کر کہنے لگی ”کیا نہ ہاں کوئی فرمائش نہیں؟ کندا بڑی شیریلی تھی اُس نے آنکھیں نیچے کر لیں اور ایک سہیلی کے کان میں آہستہ سے کہا کہ کسی بھجن کا نام لو اسپر بیشنو نے ایک بھجن شروع کیا۔ کندا یہ دیکھ کر کہ بیشنو نے اور فرمائشوں کو بالائے طاق کھکر اسکی فرمائش پر گانا شروع کیا یہ بہت محبوب ہوئی۔ اور ہر بلا سی نے پہلے تو بڑی آہستگی سے طنزورہ کو چھیڑا اور نہایت ہی نرم آواز میں جسے بھی کی بھنبناٹ یا پہلی رات کی دھن کی محبت اسپر گفتگو سے تشبیہ دیکھا سکتی ہے کچھ گایا مگر دفعۃً اس چھوٹے سے طنزورہ سے ایسی اونچی آواز بھائی جیسے کہ بادل گرجتے ہیں۔ ستنے والی عورتیں اسکا کمال دیکھ کر حیران ہو گئیں اور اسکی قابضیت پر شرم

پیار کی باتیں کر۔ اور تیرے پاؤں
چوم کر میں گھر چلا جاؤنگا۔ صرف تیری
پیار کی صورت کی جہاں پہنچنے کیلئے
میں در بدر بالنسلی لئے، رانا راہ پر تالہوں
جب تیرا پیارا نام بالنسلی سے نکلتا ہے تو
میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈباتے ہیں
اگر تو میرے حال پر رحم نہیں کرے گی
تو میں جہاں کے کنا سے چلا جاؤنگا اور
وہاں جا کر بالنسلی توڑ دوںگا اور مر جاؤنگا
ادہ باغصہ ٹہنڈا کر اور جگہ اکھٹم کرینو
طرح کی خوشیاں تیری خاطر ترک کر دیا
ہیں۔ اور تیرے قدموں میں ایک غلام
بکھرا ہوں۔ تیری پاؤں کی جہاں بخیر
کھسے میں ڈال میں جہاں مذی میں پناہ
گزین ہوںگا۔
گیت جب ختم ہو گیا تو میشنوی نے کندا
کی طرف دیکھ کر کہا تھانے کی وجہ سے پیاس
مجھ پر غالب ہو گئی ہے مجھے پانی پلاؤ
کندا پانی لینے گئی اور میشنوی ہٹ کر ذرا دور
چلی گئی جب کندا پانی اُسکے پاس
لے گئی تو اُس نے کہا تین تمہارے

برتن کو چھو نہیں سکتی۔ تجھے ادکے
پانی پلاؤ۔ میں پیدائشی میشنوی نہیں
ہوں نہ مراد یہ کہ میں پہلے پنج ذات
ہی اور پہو میشنوی بن گئی۔
کندا یہ سنکر اُسکے ایک طرف ہو گئی
اور پانی اُسکے ہاتھوں پر ڈالنے لگی۔
وہ دیگر عورتوں سے اس قدر فاصلہ
پر نہیں کہ اگر وہ باہم کچھ آہستہ آہستہ
ذکر کریں تو دوسری سن نہیں کہتی یہ
میشنوی ہاتھ مونہہ دھوئے لگی اور شہی
کہنے لگی۔
میشنوی۔ تیرا نام کندہ ہے نا؟
کندا (جبران ہو کر نوکیوں پر چپتی
ہے)۔
میشنوی کیا کہی تم نے اپنی ساس کو
دیکھا ہے؟
کندا نہیں رکندے صرف یہی سنا
تھا کہ اسکی ساس کسی عیاش کے ساتھ
ہاگ گئی تھی)
میشنوی۔ تیری ساس یہاں ہے۔
اور میرے گھر میں ہے۔ وہ تمہیں

دیکھنے کے لیے مری جاتی ہے۔ وہ
جرات نہیں کر سکتی کہ اس مکان
کی مالکہ کے سامنے ہو۔ تو کیوں نہیں
اسکے پاس چلی جاتی۔ گو وہ بدنام
ہے مگر آخر تمہاری ساس ہے +
گو گندا سیدھی سادھی تھی مگر اتنا
وہ خوب سمجھتی تھی کہ بدنام ساس کے
ساتھ اسے تعلق رکھنا نہیں چاہیے۔
ایسے اُسے جلنے سے انکار کیا۔ مگر مینو
نے پھر اصرار کیا۔

گندا۔ مین مالکہ کی اجازت کے بغیر
کبھی نہیں جاسکتی۔

مینو۔ مالکہ سے یہ بات نہ کہنا۔ وہ
تہیں نہیں جانے دے گی۔ بلکہ ممکن
ہے کہ وہ تمہاری ساس کو ہی بلا
بیجے۔ اس پر تمہاری ساس بہاگ
جائے گی۔

ہر چند مینو نے طرح طرح کی باتوں
سے اصرار کیا مگر گندا نے ایک مانی۔
آخر کار مینو نے کہا:-

مینو۔ اچھا مالکہ مکان سے پوچھنا۔

مگر وقت دیکھو۔ دور ذرا آلو بھی بہا
نہیں تو وہ کسی راضی نہ ہوگی۔ پھر
ہوشیاری سے کام کرنا۔

مگر گندا نے اسکا کچھ جواب نہ دیا اور
ہریدر اسی موہنہ ٹاٹھ دھوا اور پانی
پی کر عورتوں سے خیرات کی مستحی
ہوئی۔ اسی اشامین سورج کبھی بھی
آنکلی۔ اور سب چپ چاپ ہو گئیں۔
سورج کبھی نے مینو کو ستر پاؤن تک
بنو رو دیکھ کر پوچھا "تم کون ہو، نگیندر
کی پڑوسی نے جواب دیا "مینو ہے"
اور گانا ننانے آئی ہے۔ بڑا اچھا
گاتی ہے۔ کیا تم ہی کچھ سنگی مینو!
دینو کی ستائش میں کچھ گاؤ۔

ہریدر اسی نے ایک نہایت عمدہ بچن
گایا۔ اور سورج کبھی نے خوش ہو کر اسے
انعام دیا اور رخصت کیا۔ ہریدر اسی
سلام کر کے اور گندا پر ایک نظر ڈال کر
رخصت تو ہوئی۔ مگر طنبوہ کو چھیر کر
یہ گاتی گئی:-

آہ میری پیاری

گاتی خوب ہے۔

چندر رکھی۔ نہیں۔ اسکی آواز بہا کی ہے۔

ہکتا کیشی بیشک۔

املا گا۔ اُسے گیت تو کوئی آتا ہی نہیں۔ وہ تو دوسورے کا کوئی گیت بھی نہیں سنا سکی۔

کنک۔ اُسے وقت کی کچھ خبر ہی نہیں۔ بے وقت ہی گائے جاتی ہے۔ اس طرح نہ صرف ہریداسی بد صورت

ہی ظاہر کی گئی بلکہ اسکا گانا بھی بہت بُرا قرار دیا گیا۔

اسٹھوان باب

بابو

ہریداسی میشتورخصت ہو کر دی پور میں آئی۔ یہاں ایک بانج ہے جسکے گردا گرد تار کا جنگل ہے۔ اس میں شر و لہر و خجست بکثرت مین و سطین میں ایک تالاب ہے جسکے کنارے پر ایک مکان بنا ہوا ہے۔ ہریداسی

میں نہیں کہانے کو شہید اور پہنے کو زیرین کپڑے دوں گا۔ میں تیرا شیشہ حطر سے اور لٹیا گلاب کے بہر دون گا۔ اور تمہارے جس میں خوشبودار مصالح ڈالوں گا جو میں اپنے ماتہ سے تیار کروں گا۔ جب ہریداسی پہلی گئی تو اس پر جرح قدرح ہونے لگی۔ پہلے تو اسکی کسیتہ تعریف ہوئی مگر کیلخت رائے پلٹ گئی۔ براج۔ وہ خوبصورت تو ہے مگر اسکی ناک ذرا چٹی ہے۔

یاما۔ اسکا رنگ بہت زرد ہے۔ چندر رکھی۔ اسکے بال سن کے ایسے ہیں۔ کملا۔ اسکے ہونٹ موٹے ہیں۔ کپال۔ اسکی پیشانی بہت اونچی چوہرائی۔ اسکا جسم تپلا ہے۔

پیرمدا۔ اسکی چوٹی تپا کروں کی ایسی ہے۔ ہمیں لطافت نہیں۔ غرضی ایسی جرح ہوئی کہ خوبصورت ہریداسی بد صورتی کا نمونہ بن گئی۔ پیرمدا گائے پر جرح ہوئی۔

للتیا۔ اسکی شکل خواہ کیسی ہو مگر

اس مکان میں چلی گئی اور ایک ایسی کمرے میں اپنی پوشاک اتار دی۔ جو پال اسکے سر سے گر پڑے زلفین ہی لگ جا پڑیں۔ جوٹی کا نشان بھی گم ہو گیا۔ اور جب اس نے کپسے بوندے تو بھلے پریدہ اسی پیشو کے ایک خوبصورت نوجوان پچیس سال کی عمر مرزاؔ نظر آنے لگا۔ اس کے خط وخال نہایت خوبصورت تھے اور یہ نوجوان دندرا بابو تھا! جسکی نسبت ہم پہلے ہی کچھ ذکر کر چکے ہیں دندرا اور نگیندرا ایک ہی خاندان کی شاخیں تھیں مگر متواتر پشتون ایک دندرا اور نگیندرا میں مقدمات چلتے رہے جسکی وجہ سے وہ ایک سرے سے ہمکلام ہی نہ ہوتے تھے۔ آخر کار اس مقدمہ بازی میں نگیندر کے دادا نے دندرا کے دادا کو شکست دی اور اس وقت سے دندرا کا خاندان ضعیف ہو گیا۔ انکا کل روپیہ مقدمہ بازی میں خرچ ہو گیا اور گو نگیندر خاندانِ اولوں نے انکی جائیداد خرید لی۔ اس وقت سے

نگیندر خاندان عروج پکڑتا گیا اور دندرا زوال پذیر ہوتا گیا۔ دندرا کے باپ نے اپنے خاندان کی ترقی کے لیے ایک تجویز سوچی اور وہ یہ تھی کہ ضلع ہری پور کے زمیندار گنیش نامی کی لڑکی سے دندرا کی شادی کی گنیش کی بیٹی جتنی نامی بد صورت بڑھ چکی تھی۔ اور خود غرض تھی۔ جب تک بڑا کی شادی نہ ہوئی تھی اسکا چال چلن بے عیب تھا۔ وہ بڑا مخنی راست گواؤ پر حوصلہ تھا۔ گریہ شادی اسکے لیے ٹھیک ثابت ہوئی۔ جب دندرا نے اپنی بی بی کو دیکھا تو معلوم کیا کہ اسکی موجودگی میں اسے خانگی خوشی کبھی حاصل نہ ہوگی۔ اسکا دل خوبصورتی کا عاشق تھا مگر بد قسمتی سے اسکی بی بی خوبصورت نہ تھی۔ اسکا دل لغت اور محبت کا شکار تھا مگر بی بی کی صورت سے ہلکی رخ ہوش کی آگ نہ بجی جاتی تھی محبت تو ایک طرف اسے ہمتی کھڑی اور بدکلامی بدواشت کرنی بھی مشکل

ہو گئی۔ ایک دن جتنی نے شوہر کو بل
کہو لکر کالیاں سنائیں۔ وندرا بہت صبر
کر چکا تھا۔ اب صبر نہ کر سکا اس نے جتنی
کو بالوں سے پکڑ لیا اور خوب لکڑ کو ب
کھا۔ اسی دن وہ گہر چھوڑ کر کلکتہ کو چلا
گیا اور حکم دے گیا کہ بلغمین اسکے
سینے کے لئے ایک مکان بنایا جائے۔
اس واقعہ سے پہلے اسکا باپ مر چکا
تھا اسلئے اب وہ خود مختار تھا اور چٹا
کر تا تھا۔ کلکتہ میں اُسے بُری صحبت مل گئی
اور نفسانی خواہشوں نے اُسے گہیر لیا۔
اور غم غلط کرنے کے لئے شراب پینی
شروع کر دی پہلے تو اسکا دل اُسے
علامت کرتا مگر بعد ازاں جب عادت
ہو گئی تو ضمیر نے بھی علامت ترک کر دی
اور اُسے ان بدیوں میں خوشی
حاصل ہونے لگی۔

اُس نے کئی فیشن سیکھے۔ چنانچہ دلی
میں آتے ہی اُسے اپنے آپ کو رینارمر
مشہور کر دیا اور ایک برہمن سولج قائم
کی بہت سے آدمی جیسے کہ تارا چند اسمین
شریک ہو گئے اور تقریریں و ن کی تو کچھ نہ تھا
نہ ہی۔ اُس نے زنا نہ مدرسہ کھولنے
کی بھی تجویز کی۔ مگر اسمین وہ کامیاب
نہ ہو سکا۔ بیوگان کی شادی پر وہ بڑا
زور دیا کرتا تھا اور ایک دو شادیوں
اسکی کوششیں ہو بھی گئیں عورتوں کو
سوسائٹی میں لانے کے متعلق اسکی
تارا چند کے ساتھ متفق تھی اور دونوں
لوگوں کو کہا کرتے تھے۔ عورتوں کو باہر آنے
دو۔ اس معاملہ میں وندرا کامیاب ہوا۔
مگر اسمین بھی اسکی ایک غرض غرض
تھی۔

غرض وندرا نے جب ہریداسی کا
بیس اتار دیا اور میرا نہ کھڑے
پہن لئے تو وہ ایک گھرے میں بیٹھ گیا
اور ہسکے نوکر نے حقہ پھر کر اسکے سینے
پر کھدایا کچھ دیر تک وندرا اس طرح

جب کلکتہ میں وہ فق و فخر کے
سبق بخوبی پڑا چکا تو گھر واپس آیا
اور باغ والے مکان میں جوتیار ہو گیا
تہا رکھ عیش متانے لگا کلکتہ میں

دور کرنے والے دیوتے یعنی تنبا کو کی خدمت میں مصروف رہا۔ وہ شخص انسان کہلائیے کے ہی قابل نہیں تنبا کو کا مزہ نہیں جانتا۔ اس کے دل بولنا کو تسکین دینے والے! اور دنیا کو مسحور کرنے والے! اکاش ہم ہمیشہ تیری خدمت میں مصروف رہیں!۔ تیری پاکیزان یعنی حقہ اور پائپ ہمیشہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں! انکے دیکھنے سے ہی ہمیں بہشت کی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور حقہ تو جو پیپا دوہوئیں کے بادل نکالتا ہے۔ تو جو سانپ کو غفل کرنے والی مڑی ہوئی نلی رکھتا ہے۔ اور تو جو اپنی چوٹی پر نہایت خوبصورت ٹوپی رکھتا ہے تیرا پگڑھی کی زنجیر میں کیسی جھلی معلوم ہوتی ہیں۔ تیری خمار ٹوپی کی غشی بھرتی ہے۔ اور تیرے اندر کے سرد پانی کی آواز کیسی دلکش ہے! اور دنیا کو مسحور کرنے والے! اویا آدمی کی تہکان کو دور کرنے والے! تیرا جلال کون

جان سکتا ہے! غم کو غلط کر نیوالے تو بزدل کو جرات دلانا۔ نادان کو عقل دیتا اور غصہ والے کو ٹھنڈا کرنا ہے! اور اہمکتوں کے بخشنے والے تمام خوشیوں کو تقسیم کرنے والے۔ پوری طاقت کے ساتھ میرے کمرے میں آجا! تیری بہینی خوشبودن بدن بڑھتی ہے۔ تیرا ٹھنڈا پانی دہم آواز دیتا رہے۔ اور تیری ٹوٹی ہوئی میرے ہونٹوں کے ساتھ لگی رہے۔ جیش دوست دہندرا کچھ عرصہ تک اس دیوتے کی خوشبو سے دماغ تازہ کرتا رہا مگر اسکی تسکین خاطر نہ ہوئی۔ اور اس سے زیادہ طاقتور دیوی کی طرف جہکا اسکے ناک کے ہاتھ میں کچھ بوتلیں گہاس کے خول میں تھیں۔ اس سفید اور نرم بسترے پر ایک زرین رمال سجایا گیا اسپر ایک چھوٹی سی میز رکھی گئی۔ اور شفق گون پر سی شیشے سے ڈیکٹیٹر میں اُتارنے لگی۔ ایک کٹ کلاس نمبر اور ایک

پلیڈ جاگ پو جا کی اشیا تہین با چٹا
مین سے ایک سیاہ فام بد صورت
خادم کباب اور گڑک لیکر حاضر ہوا
اور دبند را بطور ایک مخلص پوجاری
کے رسوم ادا کئے کرنے لگا۔
پھر گھانے بچانیو لونکا طائفہ آیا اور
راگ رنگ کی مجلس منعقد ہوئی اُسی وقت
ایک نوجوان جبکی عمر دبند را کے برابر
ہی آیا اور اُسکے پاس بیٹھ گیا دبند را
کو چور بھائی سرند را نامی ہتا گو وہ
دبند را کی طبیعت کے مخالف تھا بلکہ پیری
دونوں میں بڑی محبت ہی اور دبند را
دنیا پر مین سوائے اُسکے اور کسی کی
پر واہ نہ کرتا تھا وہ ہر رات دبند را
کو دیکھنے آتا مگر شراب کے خوف سے
تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا جاتا۔
جب سب چلے گئے تو انکی باہر گھم گھم
شروع ہوئی۔
سرند را کو کونج کیسی طبیعت ہے
دبند را۔ بس سوج اڑی جاتی ہے
اندھن لاش کی صورت چوڑا کر

سرند را۔ تمہاری طبیعت ہی عجیب ہے
کیون کچھ بخار آیا؟
دبند را۔ نہیں۔
سرند را۔ تو کیا جگر ضعیف ہو رہا ہے۔
دبند را۔ نہیں بدستور ہے۔
سرند را۔ کیا تمہارے لئے بہتر نہیں کہ
ان زیا دتیوں کو چھوڑ دو؟
دبند را۔ کہا شراب؟ تم کتنا لکسی
مخالفت کر دگے یہ تو میری دایمی دوش
ہے اور مین اسکے بغیر نہیں رہ سکتا۔
سرند را۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔
شراب کچھ تمہارے ساتھ پیدا نہیں جھٹی
ہی اور نہ تمہارے ساتھ ہی جائیگی
بہت لوگ اسے چھوڑ دیتے ہیں تم کیوں
نہیں اسے چھوڑتے۔
دبند را۔ اسے چھوڑ کر مجھے کیا فائدہ
چوگا جو لوگ اسے ترک کرتے ہیں انہیں
آئندہ خوشی کی امید ہوتی ہے مگر میں
لئے کوئی خوشی نہیں۔
سرند را۔ تو اچھا اپنی جان بچانے
کے لئے چھوڑ دو۔

دیند را۔ جن لوگوں کو زندگی میں
کچھ خوشی کی امید ہوتی ہے وہ اُسے
چوڑ دیتے ہیں مگر مجھے زندہ رہنے سے
کیا فائدہ (سرندر را کی آنکھوں میں آنسو
بہہ آئے اور اُس نے محبت کہا)
سرندر را۔ تو میری خاطر ہی سے
چھوڑ دو۔

دیند را۔ رورک اکھی شخص ملے
تہا رہے مجھے نیک سنے پر چلنے کی ہمت
نہیں کرتا اگر کہی میں شراب کو ترک
کر دنگا تو صرف تمہاری خاطر سے اور۔
سرندر را۔ اور کیا؟

دیند را۔ اور اگر کہی میں سنو کہ میری
عورت مر گئی ہے تو میں شراب پینی چھوڑ
دو دنگا ورنہ خواہ میں مردن یا زندہ ہوں
مجھے اسکی پرواہ نہیں۔

سرندر را کی آنکھوں میں بہہ آسو پھر
ہئے اور دین میں ہنسی کو برا کہتا ہوا چلا گیا

نوان باب

سونج بھی کی چھی

خواہر عنہ زیر سری متی کل مالی داسی
طو لمر کا

میں اب تجھے دعا دیتی ہوئی شرمائی
ہوں تو اب عورت کہلاسنے کے قابل نہ
گئی ہے۔ اور گھر کی مالک ہے پھر ہی میں
تجھے چھوٹی بہن ہی سمجھتی ہوں شے تجھے
پرورش کر کے اس عمر تک پہنچا ہے

اور تجھے کہنا سکا یا اب لیکن اب مجھے
تمہارا دستخط دیکھ کر بہہ بہہ خط چھٹی پہنچنے
ہوئے شرم آئی ہے مگر شرم سے کیا فائدہ
میرا وقت گزر گیا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو
میں اس حالت میں کیوں ہوتی؟ وہ سنا

کیا ہے؟ میں اُسے کسی پر ظاہر نہیں
کر سکتی لیکن راز دل کسی پر ظاہر نہ کروں
تو برواشت نہیں کر سکتی مگر کس سے
کہوں؟ تم میری پیاری بہن ہو اور
تم سے زیادہ مجھے کوئی پیار نہیں کرتا
نیز بہہ معاملہ تمہارے بہائی کے متعلق
ہے اور اس لیے میں سوچتا ہوں کہ
کسی کو بتا نہیں سکتی۔

سینے اپنی چٹا آپ ہی تیار کی ہے اگر

میں کنڈا نندنی کی خبر گیری نہ کرتی اور وہ مر جاتی تو میرا کیا نقصان تھا؟ خدا اس قدر مخلوق کی نگہداشت کرتا ہے کیا وہ کنڈا نندنی کی خبر گیری نہ کرتا؟ میں اُسے کیوں بے گہرا لائی اور اپنے پاؤں آپ کلہاڑی ماری؟ جب تم نے اُسے بد قسمت ہستی کو دیکھا تھا تو ایک لڑکی معلوم ہوتی تھی اب وہ سترہ اٹھارہ سال کی ہے میں بانتی ہوں کہ وہ خوبصورت ہے مگر اسکی خوبصورتی ہی میرے حق میں سم قاتل ہے اگر دنیا میں میری کوئی خوشی ہو تو میرا شوہر ہے اگر دنیا بھر میں مجھے کسی کی پرواہ ہے تو وہ میرا شوہر ہے اور اگر دنیا بھر میں میرے پاس کوئی دولت ہے تو وہ میرا شوہر ہے یہی شوہر کنڈا نندنی مجھے چھینے لیتی ہو اگر دنیا پر مجھے کوئی خواہش ہے تو یہی شوہر کی محبت کی ہے مگر اُس محبت میں کنڈا نندنی خلل ڈال رہی ہے اُس سے تو اپنے بہائی کی نسبت بُرائی

نہ کیجیو میں اُسے ملامت نہیں کر رہی وہ نیک ہے اسکے دشمن بھی اُسکے چال چلن پر حرف نہیں لاسکتے میں ہر روز بچتی ہوں کہ وہ اپنے دل پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے جہاں کنڈا نندنی بیٹھی ہوتی ہے وہ حقے المقدور اُس طرف سے آنکھیں پھیر لیتا ہے جب تک سخت ضرورت نہیں پڑتی اُسکا نام ہی زبان پر نہیں لاتا وہ اُسکے ساتھ کب قدر سختی سے بھی پیش آتا ہے میں نے سنا ہے کہ اکثر بلا قصور سے چشم غائی کرتا ہے تو پھر میں یہ کیوں فضل قصہ لکھ رہی ہوں؟ اگر کوئی مرد سچائی کرے تو بیشک اُسکو بھانا مثل ہو جائے مگر تو ایک عورت ہے اس معاملہ کو خوب سمجھ سکتی ہے اگر کنڈا نندنی اُسکی آنکھوں میں دیگر عورتوں کی طرح ہوتی تو وہ کیوں اُس سے آنکھ جو رانے کی کوشش کرتا وہ کیوں اُسکا نام لیتے ہوئے تنگ ہوتا وہ جانتا ہے کہ اُسکا دل کنڈا نندنی کی طرف مائل ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بلاوجہ اُسے چشم نہائی کرتا ہے اُسکی یہ ناہنجاری

کند اُکے ساتھ نہیں ہے بلکہ اپنے ساتھ
 ہے اور چہرہ چشم غماخی کند کہ نہیں کجی جاتی
 بلکہ اپنے آپ کو میں اس معاملہ کی تک
 پہنچ گئی ہوں۔ میں ایک عرصہ سے ملکی
 خدمت گزار ہی میں منحصر ہوں ظاہرِ طبل
 میں اُسی کو دیکھتی ہوں۔ میں صرف
 اُسکے سایہ سے اُسکے دل خیالات پاجاتی
 ہوں۔ وہ مجھ سے کیا چاہ سکتا ہے؟ وقتاً
 فوقتاً جب وہ اپنے آپ میں نہیں ہوتا تو
 ادھر اُدھر نظر کرتا ہے کیا میں نہیں
 جانتی کہ وہ کیا ڈھونڈتا ہے؟ اور اگر
 اُس سے اُسکی آنکھ دو چار ہوتی ہے تو
 گہرا کر جھٹ آنکھ پھیر لیتا ہے کیا میں
 اس بات کو سمجھ نہیں سکتی؟ وہ کہانا
 کھاتے ہوئے کسی مرغوب خاطر آواز
 ہی کھانے سے ہاتھ اُٹھالیتا ہے؟ اور جب
 کھانے کی آواز اُسکے کانوں میں پہنچتی
 ہے تو گہرا کر کیوں جلدِ لہر موٹہ میں
 ڈالنے کی کوشش کرتا ہے؟ کیا میں اُس
 سے نہیں سکتی؟ یہ کس پیر کی پیشانی
 ہمیشہ کشادہ رہتی تھی اب کیوں نہیں
 بل پڑے رہتے ہیں اگر کوئی اُس سے
 بات کرتا ہے تو ایسا جواب دیتا ہے کہ
 گویا اُس نے کچھ سنا ہی نہیں۔ اگر کبھی
 غصہ میں یہ کہوں کہ میں مر جاؤں تو
 بلا تامل کھدیتا ہے "ہاں" اگر میں پوچھوں
 کہ اُسکے خیالات کہاں ہیں تو کہتا ہے
 کہ مقدمات میں مگر میں جانتی ہوں
 کہ اُسے مقدمات کا کچھ خیال نہیں۔
 کیونکہ جب کبھی مقدمات کا ذکر آتا ہے
 تو بڑی خوشی ظاہر کرتا ہے۔ ایک دن
 ہمسائیہ کی بوڑھی عورتیں کنڈا کی
 جوانی اور اُسکے بیوہ پن پر حرم کہا
 رہی تھیں تمہارا بیائی وٹان آیا اُسکی
 آنکھوں میں آنسو بھرتے۔ اور نہ یاد وہ
 سننے کی تاب نہ لا کر واپس چلا گیا
 ایک اور دن میں ایک نئی خادمہ کدرا
 نامی رکھی بعض وقت تمہارے بہائی کے
 منہ سے سب سے بڑے کدرا کے کدرا کا لفظ نکلتا
 ہے تو وہ سخت گہرا رہتا ہے۔ اس گہرے
 کی کیا وجہ ہے؟ میں یہ نہیں کہتی کہ وہ
 مجھے فراموش کر گیا ہے۔ یا میری طرف

انتقائات نہیں کرتا بلکہ حق تو یہ ہے کہ
پہلے کی نسبت مجھ سے زیادہ الفت ظاہر
کرتا ہے۔ اسکی وجہ میں خوب سمجھتی ہوں
وہ جانتا ہے کہ میری جگہ اسکے لہین
نہیں رہی انتقائات اور چیز ہے اجرت
اور چیز۔ ان دونوں کا فرق عورتیں
بآسانی سمجھ سکتی ہیں۔

ایک اور دلچسپ واقعہ بھی درپیش
ہوا۔ ایک مکلف کے فاضل پنڈت ان اشیر چند
بدیا ساگر نے ایک کتاب شادی بیوگان
پر شائع کی ہے۔ اگر وہ شخص جو بیوگان
کی شادی قرار دیتا ہے ایک پنڈت
ہے تو اس سے زیادہ تر بیوقوف اور
کون ہوگا۔ ابھی ابھی ایک برہمن بٹھا
چارچا وہ کتاب ہماری دیوان خانہ پر
لایا تھا۔ اسپر بڑا سباحہ ہوتا رہا غرض
شادی بیوگان کی تائید میں بڑی گفتگو
ہوئی اور برہمن دس پید ایک مدرہ
کی مرمت کے لئے بابو سے بکر رخصت
ہو گیا۔ دوسرے دن شریہم ٹھاکر نے
اسی مضمون کا جواب دیا۔ میں اسکی مٹی

کی شادی کے لئے گنگن تیار کر دیئے ہیں
کوئی اور شخص شادی بیوگان کی تائید
میں نہیں ہوتا۔ میں اپنے غم کی کہانیاں
سنا کر نہیں تھکا دیتا ہے کیا میں نہیں جانتی
کہ تو کس قدر گھبرائی ہوگی۔ مگر میں کیا کر سکتی
ہوں؟ اگر میں نہیں حال سناؤں، میں
اپنا کل حال نہیں لکھا مجھے امید کہ نوجوان
سے میری تسکین کرے گی۔ دیکھو کتنی شخص
کو اس حال سے آگاہ نہ کرنا اور اپنے
شوہر کو بھی یہ خط نہ دکھانا کیا تو میرے
پاس نہیں آئے گی؟ اگر تو آجائے تو
مجھے کتنی تسکین حاصل ہو جائے اپنے
شوہر اور بچے کی خیریت سے مجھے
اطلاع دو۔

سورج مکھی

نوٹ۔ ایک لفظ اور۔ اگر میں اس لڑکی
سے چھکارا پاؤں تو میں ایک دفعہ
پر خوش ہو جاؤنگی مگر کس طرح اس سے
رہائی حاصل کروں؟ کیا تو اسے اپنے
ہاں بچائے گی؟ کیا ایسا کرتے ہوئے تو
خوف نہ کرے گی؟

جواب

کس مانی نے اسکا جواب دیا۔

”ہن تو تو جو قوف ہو گئی ہے نہیں تو“

”جئے شوہر کے دل پر کیوں شبہ پیدا

ہوتا ہے۔“ خبر دار اس سے بدگمان

نہ ہوتا۔ اگر تو اسپر بہر و سپر نہیں کر سکتی

تو بہتر ہے کہ تو ڈوب مرنے کیونکہ

جس عورت کو شوہر پر یقین نہ رہے

اُسکے لئے ڈوب مرنی ہی اچھا ہے۔ فقط“

دسواں باب

کوئیل

”تمہارے ہی وعدہ میں نگینہ کی فطرت

بالکل بدل گئی جیسے کہ گرم موسم میں بعض

دھڑ صاف آسمان پر بکھٹ اٹھ جاتی

ہے۔ یہی طرح نگینہ کے دل پر بھی ہوا۔

الم چھا گیا۔ سورج کھی یہ دیکھ کر چکے بڑا

کرتی تھی۔ مگر پر وہ دلمین کہتی ”مین

کس مانی کی نصیحت پر عمل کر دنگی۔ مین

کیون اپنے شوہر پر بدگمانی ظاہر کرنا

اسکا دل چٹان کی طرح مضبوط ہے اور

میں دھوٹھا پہرے ہی پہن سنا ہے۔ اسکا

صحت میں فتور آ رہا ہے۔“ مگر افسوس

سورج کھی ریت بکا پل بانڈہ رہی تھی۔

نگینہ کے پاس ایک ڈاکٹر بھی ملازم

تھا۔ اور سورج کھی پمدہ کی اوٹ مین

بیٹھ کر ضرورت کے وقت اس سے بات

کیا کرتی تھی چنانچہ اب بھی اس سے ڈاکٹر

کو بلا یا اور کھا۔

سورج کھی۔ ”بابو پیار ہے تم کیوں سچ

کوئی دمانی نہیں دیتے؟“

ڈاکٹر۔ ”کیا وہ پیار ہے مجھے صلوم

نہیں تھا اور نیسے کچھ سننا ہی تھا۔“

سورج کھی۔ ”کیا بابو نے تمکو نہیں کہا؟“

ڈاکٹر۔ ”نہیں۔ کیا پیار ہی ہے؟“

سورج کھی۔ ”کیا پیار ہی ہے اٹھ اٹھ

ہو کر یہ سوال کرتے ہو؟ مجھے کیا صلوم؟“

ڈاکٹر۔ ”دشمندہ ہو کر اچھا تو مین

جاتا ہوں اور بابو سے پوچھا ہوں۔“

سورج کھی۔ ”بابو سے مت پوچھو۔

اور اُسکے لئے کوئی دوائی تیار کر دو۔“

ڈاکٹر جب منشی مین پہنچ گیا۔

اُس نے کبھی بدرون مرض معلوم کرنے کے دوا نہ کی تھی۔ علاج کرتا تو کیا کرتا۔ سوچ کبھی کا حکم بھی اُسے نہ ماننا تھا۔ دوائی خانہ میں گیا اور سوڈا پورٹ وائین اور چند ادویات ملا کر ایک بوتل بھری اور اسپریہ لیبل لگا دیا۔ سٹون مین دو دفعہ پیٹکے لیے یہ

سوچ کبھی دوائی لیس کر شوہر کے پاس گئی اور اُسے پینے کو کھل گنڈر نے بوتل لیس کر لیبل پر پڑھا اور بوتل زور سے ایک بتلی کی پشت پر جڑی جو پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ بتلی چلا کر دوڑی اور اُسکی دُم دوائی سے ٹر ہو گئی۔ سوچ کبھی۔ اگر تم دوا نہیں پیتے تو مجھے بتاؤ تمہیں کیا شکایت ہے؟ گنڈر۔ مجھے کیا شکایت ہے؟ سوچ کبھی۔ (ایک شیشہ رو برو کر کے) ”ذرا اپنی صورت ملاحظہ کرو اور دیکھو کہ تم کس قدر دبے ہوئے گنڈر نے شیشہ اُسکے ماتھے سے لیکر زمین پر پڑا

اور اُسکے ٹکڑے اڑا دیئے۔ سوچ کبھی روتے لگی۔ اور گنڈر ناراض رہو کر باہر نکل گیا۔ باہر کے کمرے میں اُسے ایک نوکر ملا۔ بلا وجہ اُسے پیٹ دیا۔ اور اُسکا صدرہ سوچ کبھی کے دل پر محسوس ہوا۔ پیٹے گنڈر بڑا بردبار تھا اب ذرا سی بات پر اُسے غصہ آ جاتا تھا۔

اسی پر اکتھائین۔ ایک رات کہاں کا وقت گزر گیا اور گنڈر رگھر آیا۔ سوچ کبھی اُسکے انتظار میں بیٹھی بھی ہر خرش جب وہ آیا تو اُسکی آنکھیں دیکھ کر وہ سخت حیران ہوئی۔ اُسکی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اور اُسے شراب پی ہوئی تھی۔ چونکہ اُسکے پہلے سوچ کبھی نے اُسے کبھی شراب پیتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ بہہ رنگ دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ اُس وقت ہی گنڈر نے شراب پینے کا معمول ٹھہرا لیا۔ ایک دن سوچ کبھی اُسکے قدموں پر گر پڑی اور رو کر کہنے لگی ہ

سورج بھی۔ "میری خاطر سے اسے

چوڑ دو"

نگیندر۔ غصہ میں۔ "میرا کیا قصور ہے؟"

سورج بھی۔ "اگر تم نہیں جانتے کہ

تہارا قصور کیا ہے تو میں کس طرح جان

سکتی ہوں؟ میں صرف یہ جانتی ہوں

کہ میری خاطر سے ترک کر دو"

نگیندر۔ "سورج بھی! میں شرابی

ہوں اگر شرابی کے ساتھ محبت ٹانز

ہے تو میرے ساتھ محبت کرو ورنہ مجھے

کچھ ضرورت نہیں۔"

سورج بھی کی آنکھوں میں آنسو بھر

آئے اور وہ ایک طرف چلی گئی تاکہ

اسے روتے دیکھ کر اس کا شوخ غصہ میں

نہ آئے اور نوکر دن پر بھی ہاتھ نہ اٹھائے

توڑی دیر بعد دیوان نے سورج بھی

کو کہا ابھی کہ جائیداد کا حال ابتر ہو چکا

ہے۔ اس نے جب باعث پوچھا تو جواب

چونکہ مالک کے پردہ اوہ ہے اس لئے کوئی

اور بھی پروا نہیں کرتا۔

سورج بھی نے یہ سن کر کہا۔ اگر مالک

جائیداد کی طرف دھیان رکھے تو محفوظ

رہتی ہے۔ "اگر وہ نہیں رکھتا تو

بتا ہوں نے دو۔ مجھے اس کے کچھ پیر کار

نہیں۔ میں خدا کی شکر گزار ہوں گی

اگر میں اپنی جائیداد رشتہ ہر اکو ہی

بچا سکوں گی۔"

پہلے نگیندر اپنے کاروبار میں بڑا

مستعد تھا۔ مگر اب بالکل نشست ہو گیا

اور ایک دن قریباً ایک سو زیندار

اسکی کچہری میں آئے اور ہاتھ باند کر

کہنے لگے۔

"تمہاری داد دیجئے۔ اور خداوند ہم سے

کس قدر کا ظلم برداشت نہیں کر سکتا

ہمارا سب کچھ لٹا جا رہا ہے۔ اگر آپ

مہین نہ بچائیں گے تو ہم کہاں جا کر

فریاد کریں گے؟ اسپر نگیندر نے حکم دیا

کہ انہیں دیکھے ویکر نکال دیا جائے

حالاں کہ اس سے پہلے ایک دفعہ اسکے

کمل اچھی شہر کے ہاتھ میں دیکھو سوچ
لکھی نے مجھے لکھ کر بھیجا ہے۔ کہ میں نہیں
اس حال سے اطلاع نہ دوں۔ لیکن جب تک
میں نہیں جس دم راز نہ کروں مجھے
چین نہیں پڑتا۔ میں نہ تو سو سکتی ہوں۔
نہ لکھا سکتی ہوں۔ اور مجھے فکر ہے کہ میری
میرے جو اس باختہ ہوں جائیں۔

سریش چندر۔ اگر نہیں سوچ بھی
نے منع کر بھیجا ہے۔ تو میں اس چھی ہو نہیں
پڑتا مجھے بناؤ کہ اب مجھے کیا کرنا
چاہیئے؟

کمل۔ بس کرنا کیا ہے۔ سوچ بھی
دیوانی ہو گئی ہے۔ اسے اچھا کرنا چاہیئے
کوئی اور شخص سوچا عیش بابو کے بیٹے
کی طرف اشارہ کر کے یہ کام نہیں کر سکتا۔
اسکی ممانی نے لکھ بھیجا ہے کہ اسے
لکھ پور بھیج دو۔ اس عرصہ میں تیش
بابو نے پہولوں کا گلدستہ زمین پر پڑا
تھا۔ اور اسے پسلی کی نواست کی طرف
پک رہا تھا۔ سریش چندر نے اسکی
طرف دیکھ کر کہا۔

سریش۔ سیش بابو حکیم کو بلانے
کے ہر طرح قابل ہے۔ میں اب اس حال
معلوم کر لیا ہے۔ اسے مانی نے بلا بھیجا
ہے اگر وہ جائیگا تو اسکی مان بھی
ضرور جائیگی بیشک سوچ بھی دیوانی
ہو گئی ہے ورنہ وہ ایسا نہ لکھ سکتی
کمل۔ صرف سیش بابو نہیں بلکہ
ہم سب کو بلایا ہے

سریش۔ کیا مجھے بھی؟
کمل۔ کیا میں تنہا جاؤنگی۔ اسباب کی
حفاظت کون کرے گا؟

سریش۔ سوچ بھی نے نہایت مانتا
کیا۔ اگر اسے شوہر کے بہنوئی کو صرف
اسباب کی حفاظت کے لئے بلا بھیجا۔
میں کسی اور آدمی کو اس کام پر
بھیج دوں گا؟

کمل مانی یہ سنکر خفا ہو گئی۔ منہ
چڑھا لیا اور سریش کے ہاتھ سے
وہ کاغذ چہرہ لکھ رہا تھا چہنیکر گڑ
ٹکڑے کر دیا۔

سریش چندر (دھڑک رہا تھا) یہی داؤ ہے

کمل مانی (چہرہ لال کر کے)
اگر مین چاہوں تو اس طرح
ہوں گی۔

اس پر ہنسی ہنسی مین جھگڑا شروع
ہوا۔ کمل مانی نے شوہر کے مارنے
کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ اور شوہر نے
اس کے بال پکڑ لیے۔ کمل مانی نے
سیاہی کی دوات اٹا دی۔ اور
بنادنی غصہ مین بوسہ بازی کی
نوبت پہنچی۔ ستیش بابو یہ

دیکھ کر کہ بوسہ اس کی خاص عیقت
ہے۔ مان کا دامن پکڑ کر اٹھ کھڑا
ہوا۔ اور حصہ کے لیے خوشی خوشی
اچھلنے لگا۔ کمل مانی کو بیٹھے کی حرکت
بھاگئی۔ اور اسے گود مین لے کر
اس کے بوسہ لینے شروع کیے۔ بعد
سروش چند نے بھی سخت ہلکے

بوسہ دیے۔ اور ستیش بابو اپنا
حصہ پا کر اطمینان کے ساتھ باپ
کی گود مین بیٹھ گیا اور اس کی پٹیل
اٹھا کر منہ مین ڈالنے لگا۔

کو روں اور پانڈون کی لڑائی
مین بھاگتا دت اور ارجن مین جنگ
چھڑا گئی۔ بھاگتا دت چونکہ طاقت ور
تھا اور ارجن کمزور تھا۔ اس لیے
ارجن نے کرشن کو اپنی امداد کے لیے
بلا یا۔ اور کرشن نے اپنی چھاتی پر
دار سنبھال کر بھاگتا دت کے ہتھیار
کند کر دیے۔ ایسا ہی سہیش چند
نے کمل مانی کے چہرہ پر برکت
کر کے اسے ہنڈا کیا۔ اور باہم
بشرو ٹیکر ہو گئے۔ لنگی لڑائی اور
صلح باد لون کی طرح تھی۔ اسکا آغا
اور انجام ایک ہی وقت مین تھا
تھا۔

سروش چند نے کیا تم فی الحقیقت
گو دند پورجاؤ گے۔ مین اکیلا یہاں
کیا کر دینگا؟

کمل مانی۔ کیا تم خیال کر سکتے
ہو کہ مین اکیلے جاسکتی ہوں ہم
ضرور دو دو جائیں گے۔ جب صبح
کام پر جاؤ تو جلد اختتام کر کے

واپس چلا آنا۔ اگر تم نے دیر
 لگا لی تو میں اور ستیش یا بو
 تھیں بیٹھے پکارینگے۔
 سریش میں نہیں جاسکتا یہ
 موسم سن کے بولنے کا ہے۔ تم تنہا
 جاؤ +
 مکمل ستیش اور ہم دونوں
 جائیں گے۔ تو روئیں گے۔ مان کی
 آواز ستیش نے شکر پٹن کترنی
 بند کر دی اور کھکھلا کر ہنس پڑا
 اور مکمل مانی کی بات بونہی اڑ
 گئی۔ پھر پیار کی ٹہری اور بونہی
 مکمل مانی نے کہا۔ ”اب تمہارا کیا
 حکم ہے“ سریش نے کہا۔ ”میں
 نہیں جاسکتا تم جاؤ“ پھر مکمل
 دلگیر ہو کر بیٹھ گئی۔ اور سریش
 قلم سے سیاہی کے نشان اس کی
 پیشانی پر لگانے لگا۔ دفعتاً
 مکمل مانی نے اُسے چہاتی سے لگا
 لیا اور کہا۔ ”پیارے۔ دیکھ میں
 تجھے کتنے پیار کرتی ہوں“ مجبوراً
 سریش کو بغلیکر ہونا پڑا۔ اویسی ہی
 کے نشانات کا عکس سریش کی
 پیشانی پر اُتر آیا۔ آخر مکمل مانی
 نے کہا۔ ”اگر تم نہیں جاؤ گے۔ تو
 میری روانگی کا جلد انتظام کر دو۔
 سریش۔ تم کب واپس آؤ گی۔
 مکمل۔ تمہیں اس سوال کر نیکی
 کیا ضرورت ہے۔ تم نہیں جانتے
 اگر تم نہ گئے تو میں زیادہ دیر
 وہاں نہیں ٹھیر سکتی۔ غرض
 سریش چندر نے مکمل مانی کو گونہ
 پور میں بھیجا مگر یہ ایک یقینی
 بات ہے کہ سریش چندر کے مالک
 نے اس وقت سن کی کاشت
 نہ کی۔ کھارک کہتے ہیں۔ کہ یہ قصہ
 سریش چندر کا ہے جس نے اس
 طرف دل نہ دیا اور گہر میں متغیر
 ہو کر بیٹھا رہا۔
 جب سریش چندر نے اپنی بہت
 کھارکوں کو یہ کہتے سنا۔ تو کہا۔
 ”ایسا ہوا ہو گا۔ مگر اس وقت

میری بی بی گھر میں نہ ہوگی سننے
 دالے سر ہا کر کہنے لگے۔ یہ ہنسے
 کی زیر حکومت ہے اس فقرے سو
 سریش ایسا خوش ہوا کہ اُس نے
 نوکر کو حکم دیا۔ ”کہا نا جلد تیار کر دیا
 جنتیہن آج یہاں ہی کہا نا کہانیئے“

گیارہواں باب

راز فاش ہو گیا

اب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دند پود
 کے خاندان میں گویا پہول کھل جا
 ہے کمل مانی کو شکمہ چھرہ کو دیکھتے
 ہی سوچ کھی نے آنسو پونچ لیتے۔
 اور جوہن وہ گہر میں پہونچی۔ اسے
 سوچ کھی کو ہٹلایا اور اُسکے بال
 آستہ کیئے۔ کیونکہ سوچ کھی نے
 بہت دین سے اپنی آرایش کو خیر
 رکھا تھا۔

کمل مانی نے کہا۔ ”میں تمہارے

سر میں دو تین پہول رکھ دوں گا
 گو سوچ کھی نے اُسکے جنگلی بکر

منع کیا مگر کس مانی نے پہول کھی
 دیئے۔ اور جب کوئی عورت گھر میں
 آتی تو مسکرا کر کہتی۔ اُس بڑھی
 عورت نے سر کے باون میں پہول
 گندھے ہوئے ہیں۔ دیکھو“

مگر کمل مانی ٹکیندر کے خندہ گین
 دل پر کچھ تاثر نہ کر سکی اور جب
 وہ اُس سے دو چار ہوا تو اُسے
 لکھا۔ کمل مانی کہاں سے آگئی۔ وہ
 جہاں گئی اور نظر نیچے کر کے کہا۔
 ”بچہ مجھے یہاں کینچ لایا ہے“

ٹکیندر۔ بیشک میں اس شرم
 کو ماروں گا۔ دلڑا کا گو د میں
 لیدیا اور قریباً ایک گھنٹہ تک اس سے
 پیار کرتا رہا۔ اور بچے نے بھی
 ماموں کی مویچوں کا ایک بال
 نہ چھوڑا۔ اتنے میں کمل مانی کے
 پاس سے گندہ گزری۔ اور کمل

نے کہا۔ ”کندی کندی تندی تندی“

کیا گندہ تو رانی ہے؟ گندہ تندی
 کسبت۔ سوجو پوجی مگر سادھی

جائے سے میری حالت ابتر ہو جاتی
مجھے اپنی تکالیف بیان کرتے ہوتے
وہ کہ معلوم ہوتا ہے۔

کمل مانی۔ میں تمہارے معاملات
کا انتظام کیلئے بدون ہنہن جاؤنگی
سو سچ کبھی کوئی سے معاملات کا؟
کمل مانی تمہارے شرادہ (گفن)
کا (مگر دل میں) تمہاری راہ سے
کانٹے دور کرینکا۔

جب کُند اُنے سنا کہ کمل مانی جانی
ہے۔ تو وہ اُسکے کمرہ میں آئی۔
اور رونے لگی۔ کمل مانی اوسکی پار
ہو کر اوس کا سر سنوارنے لگی۔
جس کام کا اوسے بڑا شوق تھا
جب فارغ ہوئی تو کُند اکا سر
گو دین لیلیا اور اُسکی آنکھوں
سے آنسو پونچے۔

کمل مانی کُند! تو کیوں روتی ہے؟
کُند۔ تو کیوں جاتی ہے؟
کمل مانی۔ سپہر اس بات
کے لیے روتی کیوں ہے؟

کھا۔ ہاں میں راضی ہوں۔
کمل مانی۔ رگڑ کر دیکھ مجھے
ہمیشہ دوسری (بڑی بہن) کہا کرتی ہیں
تو جب تو سوئیگی۔ تیرے بال جلا
رونگی یا چھپے پھا کر کی سپیٹ چڑھاؤ
گی؟

کُند اُنے کمل مانی کا کہنا تسلیم کر لیا
جب وہ نکلنے میں تھی۔ تو کُند اُنے
کسی نام سے اوسکو ہنہن بلایا تھا
ایسی ضرورت ہی ہنہن پڑی تھی۔
مگر جب اُس نے دیکھا۔ کہ کمل مانی
محبت والی عورت ہے تو کُند اُسکی
مشاق ہو گئی تھی۔ البتہ ان تین
ساوون کی جد اعلیٰ میں کُند اوس
فراموش کر بیٹھی تھی۔ مگر اب جو
وہ پہر ملیں۔ تو اُنکی محبت تازہ
ہو گئی اور دونوں کو ایک دوسری
سے دلبستگی ہو گئی۔ جب کمل مانی
نے گھر جانے کی تیاری کی تو
سو سچ کبھی نے کہا بہن کچھ دن
اور ٹھہر رہیں تو تمہارے چلے

کندا۔ اس لئے کہ تو مجھے پیار کرتی ہے؟
 کسل مانی کیا اور کوئی تجھے پیار نہیں کرتا؟
 رکندا نے کچھ جواب نہ دیا اور کسل مانی نے
 پہر کھا (کیا ہوا سوچ کھی تجھے پیار نہیں
 کرتی؟ مجھے مت چپاؤ۔ (جواب ندارد)
 کیا میرا بھائی تجھے پیار نہیں کرتا؟
 (بدستور خاموشی) چونکہ ہم ایک دوسرے
 کو پیار کرتی ہیں۔ کیا ہم اکٹھی نہ چلی
 جائیگی؟ (جواب ندارد) ہو کندا! کیا
 تو میرے ساتھ نہیں جائیگی؟

کندا۔ نہیں میں تمہارے شاہین ہوں۔
 کسل مانی (دل ہی دل میں) صورت
 اچھی نظر نہیں آتی۔ کندا بھی اسی مرض
 میں مبتلا ہے جس میں میرا بھائی ہے۔
 افسوس میرا شوہر بیان نہیں ہے۔
 اب میں کس سے صلاح لون رکندہ کو
 پیار کر کے) کندا! کیا تم مجھے سچ کہتی
 کندا۔ کیا؟
 کسل مانی۔ جو میں تجھے پوچھتی ہوں۔
 دیکھ میں تجھے بڑی ہوں۔ اور تجھے
 اپنی چھوٹی بہن سمجھتی ہوں مجھے مت

چپاؤ۔ میں کسی کو نہیں بتاؤنگی (دل میں)
 اگر کسی کو بتایا ہی تو وہ میرا شوہر یا
 میرا بچہ ہوگا۔
 کندا (کچھ تامل کر کے) میں کیا
 بتاؤں؟

کسل مانی۔ تو میرے بھائی کو
 چاہتی۔ کیون نہیں؟ (جواب
 ندارد) کسل مانی دل میں
 رڑو کر اور بلند آواز سے
 میں سمجھتی ہوں معاملہ
 ایسا ہی ہے نہیں تو اس سے
 کچھ نقصان نہیں مگر اور وہ اس
 محبت آرہی ہے؟ کندا نے سر اٹھایا
 اور کسل مانی کو دیکھ کر سنجے کر یا کسل مانی
 نے اس سختی سوال کا مدعا سمجھ کر اسے
 بدقسمت تو نہیں جانتی۔ میرا بھائی تجھے
 چاہتا ہے۔ کندا نے پہر کسل مانی کی گود
 میں سر رکھ دیا اور دونوں چپکے چپکے
 لگیں محبت کے جوش کو کسل مانی خوب
 سمجھتی تھی۔ اور دل سے کندا کی جہد ہی
 کر رہی تھی۔ اسے اس کیس کی حالت پر

رحم آ رہا تھا۔ اُس نے کہا: کتنا ایک تو
 میرے ساتھ چلنے لگی؟ کتنا آنکھوں میں
 آنسو بہا رہا ہے۔ اور کمل مانی نے کہا: اگر
 تو یہاں سے چلی جائے گی تو میرا بھائی تجھے
 خرابوٹ کر دینگا اور تو بھی اُسے بہوٹ لے گی
 نہیں تو تو بھی تباہ ہو جائے گی۔ میرا بھائی
 اور اسکی عورت بھی تباہ ہو جائیگی اور
 گہرا روبرو ہو جائیگا۔ کمل نے کچھ جواب
 نہ دیا اور روتی رہی۔ کمل مانی نے اوسو
 پہر بھا۔ کیا تو چلے گی؟ ذرا میرے ساتھ
 اُسکی عورت کی حالت پر نظر کر۔ کمل نے
 آنسو بہوٹ کر اور تامل کے جھکے تین
 چلو گئی۔ اس قدر تامل کے بعد ہر شے
 کیا معنی رکھتی ہے؟ اسے کمل مانی خوب
 سمجھتی تھی غریب کمل نے اپنا امن چین
 ٹکینڈ۔ اور اسکی بیوی کے امن چین پر
 نثار کر دیا تھا۔ اور اُس نے اُنکے آرام
 کی خاطر اپنی فکر دل سے دور کر دی۔

بارہوان باب

اس موقع پر ہر پلا درشت آئی۔ اور
 گانے لگی۔ میں بہول کے جنگل میں ایک
 خاک آلودہ میلا بہول چلنے لگی
 ہاں ایک خاک آلودہ بہول
 اسے سینے سر پر رکھا اور کانوں
 میں ڈالا۔ مان بہر باؤ ایک خاک
 آلودہ بہول؟
 سوچ کھی بھی عورتوں کے جھڑ
 میں موجود تھی۔ اُس نے کمل مانی
 کو بلا بھجا۔ اور وہ کمل کو اپنے
 آئی۔ پریشانیوں نے یہ گانا گایا۔
 ”میں اس بھوے ہوئے کلاٹ
 کے لئے رہ گئی۔
 میں اُسکی شیرینی چٹاؤں گی۔
 میں دمان ڈھونڈنے جاؤں گی
 جہاں یہ تازہ کلی کہلتی ہے۔
 کمل مانی رنرش ہو کر بیٹھوا
 بڑے موہنہ میں خدا کرے راکھ
 کیا تجھے اور کوئی گانا نہیں آتا؟
 ہر پلا درشت؟
 کمل (دھڑکے سے) جی ہاں کی ایک

شاخ لاؤ۔ اور میں اسے بتا دوں گی
کہ کانٹوں سے بدن چھیننا کیسا
فرسگوار ہوتا ہے۔

سوج کھی۔ کیون اور گناہین
گوتی ہنکچ اور کھاؤ۔ ہرید اسی نے
یہ گایا۔ پیڈت کے پاؤں پکڑ کر
میں شاستر میں فاضل ہو جاؤں گا
اور اس طرح جب میں شاستر پڑھ
لوں گا تو کون مجھے برا کہیگا؟

کمل مانی۔ (جین بچدین ہو کر)
ہن! اگر تجھے یہ گانا اچھا معلوم ہو
ہے تو سنو۔ میں تو جاتی ہوں؟

وہ یہ ہنکچ چل دی اور سوج کھی بھی
چلی گئی۔ باقی حورتیں بھی بعد ازاں
ایک ایک کر کے سوائے کندا سب

چلی گئیں۔ بیشنوں نے کندا کو نہ ہا پا کر
گفتہ شروع کی مگر کندا نے کچھ جواب
نہ دیا۔ سوج کھی نے دور سے انہیں

دیکھ کر کمل مانی کو بلایا اور کہا۔ دیکھو۔
کمل مانی۔ تو کیا مضائقہ ہے؟ وہ
حرف باتیں کر رہی ہیں۔ وہ حورت

کا لباس پہنے ہوئے مرو ہے مگر میں
جلد معلوم کر لوں گی۔ کندا کیسی شہیر
ہو گی؟

کمل مانی ٹہیر۔ میں بھول کی
ایک شاخ لا کر اس کی بدن میں
جسوتی ہوں؟

یہ کھکر کمل ایک شاخ کی تلاش
میں لگی۔ مگر جو ہن وہ آگے بڑھی
اُس نے دیکھا کہ اُسکا لڑکا ستیش

شنگرف کی پڑیا تھا۔ میں نے
ہوئے مونھ سر رہا ہے۔
یہ دیکھ کر کمل کو اور سب باتیں

بھول گئیں۔
سوج کھی نے اپنی خادمہ ہیرا کو
بلا یا۔

ہیرا کے نام سے ناظرین آکاہین
مگر اب یہاں اسکا حال ظاہر کرنا ضروری
معلوم ہوتا ہے۔ نگینہ اور کرا

باب ہمیشہ اس بات کا بڑا خیال
رکھتے تھے کہ اُنکے گھر دن کی خاموشی
اچھے چلن کی ہوں۔ اس خیال سے

وہ تنہا مہین معقول دیتے۔ اور اچھی بات
کے نوکر رکھتے تھے۔ چونکہ انکی یہاں
عزت ہوتی تھی۔ اس لئے اچھے مگر غریب
گھرنے کی عورتیں اکثر نوکر مقرر
کر لینی ہئین۔ ان خادمہ عورتوں کی
افسر میرا تھی۔ اور اسکی ذات کا لیتھ
تھی۔ پہلے میرا کی دادی نوکر تھی اور
میرا انکے ساتھ آتی تھی جب میرا
نوکر می کے قابل ہو گئی تو اسکی دادی
نے نوکر کی چوڑ دی۔ اور میرا کو اپنی
جگہ پر نوکر کرادیا۔ میرا کی عمر بیس سال
کی تھی۔ مگر وہ بڑی تیز فہم اور دانا
تھی ر مشورے سے ہی میرا راند مشہور
تھی مگر انکے شوہر کی نسبت کسیکو کچھ
حال معلوم نہ تھا اور نہ کبھی کو جان چلو
پڑھی کسی نے حرف رکھا تھا۔ البتہ وہ کسی قدر
لڑاکی تھی وہ اپنے جسم کی آرائش
اون عورتوں کی طرح کھتی تھی جسکے شوہر
زندہ ہوں۔ وہ خوبصورت بھی تھی
رہا کس طرح قتل انکھین کنول کی ٹھنڈی
اور قد چھوٹا تھا۔

میرا اس وقت گارہی تھی جب
سویرج کھی نے اسے یاد کیا۔ وہ نوکر
کو لڑا کر انکا تماشا دیکھا کرتی۔ تاریکی
میں ڈرایا کرتی۔ اور لڑکیوں کو کھلا
کرتی کہ بابا کو شادی کے لڑکے
کرین۔ اگر کسیکو سوتی دیکھتی۔ تو اسکے
مونہ پر چونا اور سیاہی لٹیتی اور
بات یہ ہے کہ مہین بہت سے نقص
تھے جو سب موقع پر ناظرین پر واضح
ہد جائیں گے۔ یہاں ہم اتنا کھتے دیتے
ہیں کہ اگر وہ مالک کا حطر یا گلاب
دیکھ پاتی۔ تو چڑا لجاتی۔
سویرج کھی دیرا کو بلا کر کیا تو اس
میشو کو جانتی ہے؟
میرا۔ نہیں مین کہی احاطہ سے باہر
نہیں گئی۔ مین کس طرح اسے جان سکتی
ہوں ہاں کہ باڑی کی عورتوں سے
پوچھو وہ اسے جانتی ہونگی۔
سویرج کھی۔ یہ ہاں کہ باڑی کی میشو
نہیں ہے مین یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں
کہ یہ کون ہے۔ کہاں رہتی ہے؟

اور کیون کندا کے ساتھ اس قدر باتیں کرتی ہے؟ اگر تو تلاش کر کے مجھے پہنچا دے تو میں تجھے ہمارے سر کی پکائی ساڑھی دوں گی اور تماشا دیکھنے کی اجازت دوں گی؟

ہمیرا۔ (انعام کے لالچ سے) تو میری حقارت کے لیے کب جاؤں؟

سویرج مکھی۔ ”جب تیری مرضی ہو لیکن اگر تو اس وقت اسکے پیچھے نہ چلے گی تو اسکا پتہ نکالنا محال ہو جائیگا۔ گورنیاں رکھ کر نہ تو پیشوا اور نہ کوئی اور ہم پر شبہ کر سکے۔“

کمل مانی دوہان آ کر اور سویرج مکھی کی سنجیز سن کر ہمیرا اگر ممکن ہو تو بول کے کانٹوں کا مڑا اُسے ضرور چکھاؤ۔

ہمیرا۔ ”میں سب کچھ کر دوں گی مگر خالی ساڑھی کے انعام پر میں راضی نہ ہوں گی۔ سویرج مکھی۔ ”تو اور کیا چاہتی ہے؟“

کمل (خداق سے) دو شوہر چاہتی ہو اسکا بیادہ کرادو۔

سویرج مکھی۔ کیا تو کمل مانی کے شوہر

کے ساتھ شادی کرنا پسند کرتی ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو کمل مانی انتقام کر دے گی؟

ہمیرا۔ گھر میں ہی ایک شوہر ہے جو جیسے دل کو بہا رہا ہے۔

سویرج مکھی۔ ”وہ کون ہے؟“

ہمیرا۔ ”سویرج مکھی۔“

تیرہواں باب

نہیں!

اس دن شام کے وقت کندا باغ کے وسط میں تالاب پر پہنچی ہوئی تھی۔ تالاب

بڑا وسیع تھا۔ اور اسکا پانی صاف اور نیلگون تھا اور اس تالاب کے پیچھے پہولوں کی کھاری تھی۔ جسکے وسط میں

ایک بارہ درمی سنگ مرمر کی بنی ہوئی تھی۔ ایک کھارے پر خوبصورت زمین بنا ہوا تھا۔ زمین کے دو طرف

طرف سایہ دار درخت تھے۔ ان درختوں کے سایہ میں کندا ننہنی بیٹھی ہوئی تھی اور تاروں کا حلس پانی میں

دیکھ رہی تھی۔ الاسکے تینوں طرف ہم
 نازنگی۔ رنگترہ۔ ناریل وغیرہ کو درخت
 تھے جو تاریکی میں دیوار کی صورت
 معلوم ہو رہے تھے۔ پرندوں کا
 چھپانا دمبدم سنسانی کو دور کر رہا
 تھا۔ سرد ہوا تا اس کے پانی کو حرکت
 دیکر کنول کے پھولوں کو چھینٹے دے رہی
 تھی اور اس متحرک پانی میں آسمان
 کا عکس کا پتلا ہوا دکھائی دیتا تھا۔
 پھولوں کے خوشبو سے ہوا معطر ہو رہی
 تھی۔ اور منتلیان جو پانی پر اڑ رہی
 تھیں۔ اب نظروں سے غائب ہو رہی
 تھیں۔ گیدڑوں نے شور مچا رکھا تھا
 چند بادل راہ گم کر کے آسمان پر گواہ
 دسر گردان ہو رہے تھے اور ایک
 ستارے غم کھا کر آسمان سے ٹٹ پڑے۔
 کنڈا اپنی حالت پر دل ہی دلیں غور
 کر رہی تھی۔ اور یہ سوچ رہی ہے۔
 میرا سارا کنبہ مر گیا ہے۔ میری ان
 میرا باپ اس جہان کو جوہر گئے ہیں
 کیون نہ مر گئی؟ اور اگر مر نہ گئی تو یہاں
 کیون آئی؟ کیا پہلے آدمی مرنے کے
 بعد ستارے بن جاتے ہیں؟ مگر کنڈا
 وہ خواب یاد نہ رہا۔ جو اس نے باپ
 کی موت کی رات کو دیکھا تھا۔ صرف
 اتنا اسے خیال آیا۔ کہ اسکی ماں مرنے
 کے بعد ستارہ بن گئی ہوگی۔ اور اس نے
 وہ یہ سوال کرتی۔ کیا نیاک آدمی
 موت کے بعد ستارے بن جاتے ہیں؟ اور
 اگر ایسا ہی ہے تو کیا میرے کل عزیز
 ستارے بن گئے ہیں۔ تو پھر وہ ان تاروں
 میں سے کون سے ہیں؟ میں کس طرح
 یہ معلوم کر سکتی ہوں؟ کیا وہ مجھے دیکھ
 سکتے ہیں؟ جو اس قدر زار زار مارتی
 ہوں؟ اور نہیں جانے دو میں انکا
 خیال نہیں کرونگی۔ اونچی یاد سے مجھے
 رونا آتا ہے۔ مگر رونے سے کیا فائدہ
 ہے۔ کیا میری قسمت میں ہی رونا ہوا؟
 اگر نہیں تو میری ماں۔ مگر پہر وہی
 خیال۔ نہیں جانے دو کیا میرے لئے
 مر جانا اچھا نہیں؟ مگر کس طرح مرنے
 کیا پانی میں ڈوب مروں؟ اور اگر

ایسا کروں تو کیا میں ستارہ بجاؤنگی؟
 کیا میں دیکھوں گی کیا میں روز دیکھا
 کرونگی؟ کس کو؟ کیا میں نہیں کہہ سکتی
 کہ کسکو؟ میں کیوں وہ نام نہیں
 لے سکتی؟ کیا میں ایک دفعہ وہ نام
 لیکر دل کو خوش کروں؟ صرف
 خیال میں ہی میں وہ نام لے سکتی
 ہوں۔ نگیندر! میرا نگیندر! میں!
 میں کیا کہہ رہی ہوں؟ میرا نگیندر!
 میں کون ہوں؟ سوچ کہی کا نگیندر
 بیٹے کتنی دفعہ یہ نام لیا ہے۔ اور
 مجھے کیا فائدہ ہوا ہے؟ اگر نئے
 بجائے سوچ کہی کے مجھ سے بیاہ
 کیا ہوتا۔ مگر اسے جانے دو۔ میں
 ڈوب مرونگی۔ اگر میں یہ کروں تو
 کیا ہوگا؟ کل میری لاش پانی پر
 نکل آئیگی۔ تمام لوگ سین گے۔ نگیندر
 میں پہرہ رہی ہوں۔ نگیندر۔ نگیندر
 نے یہ سنا تو کیا کہیگا؟ ڈوب مرنا خوب
 نہیں میرا جسم پھول جانیگا۔ اور
 اسکی نظریں بد صورت دکھائی

دون گی۔ تو کیا کروں۔ زہر کہا لون؟
 کونسا زہر؟ مجھے کون لادے؟ کیا
 میں زہر پی سکون گی؟ ہاں پی
 سکون گی۔ مگر آج نہیں۔ آج میں
 اس خیال سے خوش ہوں کہ وہ
 مجھے پیار کرتا ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟
 کمل مانی نے ایسا کہا۔ مگر اسے
 کس طرح یہ معلوم ہوا۔ میں اس
 پوچھ نہ سکی۔ کیا وہ مجھے چاہتا ہے؟
 وہ کس طرح مجھے چاہتا ہے۔ کیا وہ
 مجھے چاہتا ہے یا میری خوبصورتی
 کو؟ اچھا دیکھوں تو کیا اس دفعہ وہ
 اٹھکر پانی کی طرف گئی۔ مگر اپنا عکس
 پانی میں نہ پا کر مایوس سے واپس
 آئی اور اسی جگہ بیٹھ گئی۔ یہ نہیں
 ہو سکتا۔ میں اس بات کا کیوں خیال
 کرتی ہوں؟ سوچ کہی مجھ سے زیادہ
 خوبصورت ہے۔ ہاں رومانی۔ کتا چدر
 بابا۔ شیا وغیرہ سب مجھ سے زیادہ
 خوبصورت ہیں میرا ہی مجھ سے زیادہ
 خوبصورت ہے۔ گوارا سکارنگا تو لاہر

مگر خوبصورتی میں مجھ سے زیادہ ہے
 اچھا اگر خوبصورتی نہیں تو کیا میری
 خصوصیات اور انداز کو چاہتا ہے؟
 مجھ میں تو کوئی لہانے والی ادا
 بھی نہیں۔ کمل مانی نے میرا دل کہنے
 کے لیے ایسا کھا ہے۔ وہ کیوں مجھے
 پیار کرنے لگا؟ مگر کمل مانی کو میری
 خوشامد کی کیا ضرورت تھی؟ کوئی جانتا
 ہے؟ میں نہیں مردن گی۔ میں اسکا
 خیال رکھوں گی۔ یہ بات جھوٹ ہے
 تو بھی میں اس پر سوچا کر دنگی۔ میں جھوٹ
 کو پسند سمجھوں گی۔ میں گلے نہ دینا چاہتی
 وہ ان میں اسے دیکھ نہیں سکوں گی اگر
 پہر کیا کر دنگی؟ اگر کمل مانی نے سچ کہا
 ہے تو وہ جنہوں نے میرے لیے اتنا کچھ
 کیا ہے۔ میری بدولت محبت میں مبتلا
 ہونگے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ سوچ کبھی
 کے دل پر کچھ بوجھ سہے جھوٹا باج
 مجھے گلے جانا ہو گا۔ میں نہیں جاسکتی تھ
 مجھے غمزدگی۔ ڈوب مرنا چاہیئے۔ تو تو میں
 مرنا توں گی! اسے میرے باپ کیا تو نے

مجھے ایسا ہی دن دیکھنے کے لیے بھیجے ہو
 تھا؟ تب گنداندنی ہاتھ ملے پر رکھ کر
 زار زار رونے لگی۔ دفعۃً اسے خواب
 یاد آ گیا اور وہ چونک پڑی۔ میں
 سب کچھ بھول گئی، میری مان نے مجھے
 میری قسمت دکھا دی تھی۔ اور مجھے
 ہمراہ لے جانے کو کہا۔ میں کیوں نہ چلی گئی؟
 میں کیوں نہ مر گئی؟ اب میں کیوں
 دیر کر رہی ہوں؟ میں زیادہ نہیں
 کر دنگی۔ یہ سوچ کر وہ پانی کی طرف چلی۔
 اور زینہ اترنے لگی چونکہ بزدل اور
 کمزور طبیعت تھی۔ قدم قدم پر اسکا دل
 لرز رہا تھا پہر بھی وہ زینہ اترتی گئی
 پکا ایک کسی نے اسے نہایت آہستگی سے
 چھوا اور کہا گندا!!
 گندا نے پھر دیکھا۔ تو باوجود انہرے
 کے نگینہ کو پہچان لیا۔ اس وقت
 گندا کو مرنا وغیرہ سب کچھ بھول گیا۔
 نگینہ۔ ایک تہا را پی بے عیب چلن
 ہے جس پر تم اس قدر مدت تک استقلال
 کے ساتھ چلتے رہے یہی سوچ کبھی

دلِ بشکی کا یہی سوا و خندہ ہے۔

شرم! تم چور ہو۔ تم چور سے ہی بد
ہو۔ چور سو رچ کبھی کے ساتھ کیا کر سکتا
تھا بس یہی کہ اُسکا زبور اور اُسکی
دولت چُرا بیجا تا۔ مگر تم نے تو اُسکی ہلاکت
کی ٹھان لی ہے۔ سو رچ کبھی نے کبھی کوئی
چیز کبھی چور کو نہیں دہی اگر اس نے
اُسکی چیزیں چُرا لیں تو وہ فقط چور
ہے۔ مگر تمہیں سو رچ کبھی نے سب کچھ
دیدیا اس لیے تم چوری سے ہی بدتر
جُرم کے فریب ہو رہے ہو۔ نگیندر
تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم مر جاؤ۔ اگر
کچھ جرات ہے تو پانی میں ڈوبتے
شرم! شرم! کُندا ندنی! چور کے
چوہنے سے تو کیوں کانپ رہی ہے؟
کیوں چور کے الفاظ کا نٹن کی طرح
تجھے چبھتے ہیں؟ دیکھ کُندا ندنی!
پانی صاف اور خوشنما ہے۔ کیا تو سہیں
کہ پڑے گی؟ کیا تو نہیں مرے گی۔
کُندا ندنی اب مرنا نہیں چاہتی تھی
چور۔ کُندا ندنی! کیا کل تو کلکتہ

چلی جائیگی؟ کیا تو اپنی غنا و غربت سے
جاتی ہے؟ رضا و رغبت سے جاتی ہے؟
رضا و رغبت سے! افسوس! افسوس!
دُکندائے آنکھیں پچپن مگر جو اپنے دیا
”کُندا تو کیوں روتی ہے؟ سن مے
بڑی مشکل سے یہ عرصہ کاٹا ہے میں
اس سے زیادہ تحمل نہیں کر سکتا۔ میں
نہیں کہہ سکتا کہ میں اتنا کس طرح
زندہ رہا۔ گویے دلیر قابو پانی کی سخت
کوشش کی ہے مگر پھر بھی دیکھ میری
کیا حالت ہو رہی ہے۔ میں شہرِ بلی
میں گیا ہوں۔ مجھ سے زیادہ استقلال
نہیں نبھ سکتا۔ میں نبھ جانے نہیں
دو ٹکڑے سن کُندا۔ اب میں کی شادی
باز ہو گئی ہے اگر تو راضی ہو تو میں
تجھ سے شادی کر لوں۔

کُندا۔ ”نہیں“
نگیندر۔ ”کیوں کُندا۔ کیا تو بیوہ کی
شادی نا جائز سمجھتی ہے؟
کُندا۔ ”نہیں“
نگیندر۔ ”تو ہر کیوں نفی کرتی ہے؟ کچھ

سریندر: ”آج پر تم کھان گئے تھے؟
دبندر: ”نہیں، تمہیں اس قدر طبع طبع
مل گئی“

سریندر: ”مجھ تمہاری اور بھی غلطی
ہے تم خیال کرنے ہو کہ جو کچھ ہم کرتے
ہیں۔ اس سے لوگ نہیں جانتے اور
کسی کو تمہارے راز سے آگاہی حاصل
نہیں مگر ہر ایک شخص تمہارے حال
سے آگاہ ہو گیا ہے۔“

دبندر: ”مجھے اپنا حال چھپانے کی
کچھ ضرورت نہیں۔“

سریندر: ”اس سے تمہیں کچھ فائدہ
نہیں ہوگا بلکہ جب تک تم میں جینا
ہو نہیں تمہارے سحر جانے کی امید
ہو سکتی ہے اور کیا اگر تم میں جینا اور
باقی ہو۔ تو تم ایک بیشنو بن کر گونہ
کھسکتے ہو؟“

دبندر: ”نہیں، دیکھا میں کیسی عمو
بیشنو بنا ہوا تھا کیا امیر شاٹھ دیکھ کر
تم فریفتہ نہ ہو گئے؟“

سریندر: ”نہیں تمہیں اس پر

تو میری بیوی بنے گی یا نہیں؟ تو مجھے
پیارے کی یا نہیں؟
کندا: ”نہیں۔“

اسپرنگندر نے ہزار زبان سے اسکی
منت کی۔ مگر کندا نے ”نہیں“ چھوڑ کر
”ہاں“ نہیں کی۔

نگیندر: ”صاف پانی کی طرف دیکھ کر
کیا میں اس میں کو پڑوں؟“

کندا: ”(دل میں) نہیں بیوہ کی شادی
شاسترون کے رو سے جائز ہے اسی
وجہ سے نہیں؟ تو پھر کندا نے کیوں
پانی میں غرق ہونا منظور نہیں کیا؟“

چودہواں باب

جیسی روح ویسے فرشتے

حسبِ اہل ہر بداسی بیشنو باغ میں پہنچتے
ہی دبندر بابو کی شکل میں آگئی دبندر
نے بدسنو حقتہ پیا اور کچھ جام باندھی
کے چوڑے اور بدست ہو کر گانے
لگا۔ اتنے میں سریندر آہو پنا اور آتے
ہی اس نے سوال کیا۔

گنہگار۔ یہ سرحم۔ اور جہلک ہو کہ ہم
تم سے زیادہ میل و ملاپ نہیں کچھ
سکتے۔

و بندر در دل تنگ ہو کر میرے
دوست مجھ پر خفا نہ ہو۔ میرا دل میرے
قابو میں نہیں ہے۔ میں ہر ایک چیز
چھوڑ سکتا ہوں مگر اس عورت کو
چھل کرنے کی امید ترک نہیں کر سکتا۔
پچھلے روز سے جب میں نے اسے تارا چند

کے گھر دیکھا۔ میں اس پر فتنہ ہو گیا۔
میں نے کہی ایسی خوبصورت عورت نہیں
دیکھی جیسا کہ بخار میں بیمار پیاس کی
شدت سے مرا جاتا ہے۔ ویسے ہی میں
بھی وصال کی خواہش میں مرا جاتا ہوں

میں بیان نہیں کر سکتا کہ میں نے اسے
دیکھنے کی کس قدر کوشش کی ہے اور
اب تک میں کامیاب نہیں ہوا۔ اب
میں اس پیشگو کے پیس میں کیس قدر
کامیاب ہوا ہوں۔ تم فکر مت کرو۔
وہ ایک نیکو کار عورت ہے۔

سریندر۔ تو پھر کیوں جلتے ہو؟

لباس میں نہیں دیکھا۔ ورنہ میں
تمہیں چابک کا مزا چکھاتا۔ (دوبند
کے ہاتھ سے گلاس چپین کر اجنبک
ہوش میں ہو میری بات سن لو۔

بعد ازاں بدست ہونا
و بندر۔ کیوں بھائی! کیا کہتے
ہو؟ تم آج خفا کیوں ہو؟ معلوم
ہوتا ہے کہ ہمتی کی بیوا تمہیں بھی
لاگ گئی ہے۔

سریندر۔ تم کسی ہلاکت کی اس
لباس میں کوشش کر رہے ہو؟

و بندر۔ تم کیوں نہیں جانتے؟
تمہیں معلوم نہیں۔ اسکول ماسٹر
ایک دیہی کے ساتھ شادی کی تھی وہ

دیہی اب بیوہ ہے اور روت خانہ
کے ہاں رہتی ہے۔ میں اس سے دیکھنے
گیا تھا۔

سریندر۔ کیا بدکاری سے تمہارا
دل سیر بخین ہوا کہ تم ایک بے مدد
اور بے حفاظ لڑکی کی تباہی کی فکر
میں ہو۔ دیکھو و بندر ہا تم اس قدر

یہ کھکھروہ دل خوش کرنے کے لیے
آنکھیں بند کر کے سرو کے عالم میں
گائے لگا۔

”میرا نام ہمیشہ مالین ہے“

اس وقت باہر سے کسی نے جواب دیا تیرا
نام ہیلا مالین ہے وہ شراب پی کر کرب
رہا ہے۔ میں بزدل ہوں دہشت دہندہ
سے بھاگ اٹھا کہ تو کون ہے؟ کسی مرد
کی روح ہے یا عورت کی؟ اور روح
چہن چہن کرتی ہوئی آگئی اور دہندہ
کے پاس بیٹھ گئی۔ اس روح کے
جسم نے ایک ساڑھی پہنی ہوئی تھی
بازو پیر بازو بند بند ہے ہونٹے تھے۔
گردن میں ایک ملا تھی کاتون میں
بالیان تھیں۔ کمر میں ایک پانڈی
کی زنجیری تھی اور پاؤں میں جھانجیر
تھیں علاوہ ازیں اسے عطر لگا یا ہوا
تھا۔ دہندہ چراغ اٹھا کر روح کے نزدیک
گیا۔ مگر اسے پہچان نہ سکا۔

دہندہ۔ تو کون ہے؟ اور کہاں سے
آئی ہے تو کسی روح ہے دجائے پا کر

دہندہ۔ صرف اُسکے دیکھنے کے لیے
میں بیان نہیں کر سکتی کہ اُسکے سامنے
گاتے اور اُس سے گفتگو کرتے تھے
کیسے قدر خوشی حاصل ہوتی ہے۔

سر نیدر۔ ہنسی سے ٹھین بلکہ سچے
دل سے کھ رہا ہوں کہ اگر تم ان بات
کو نہ چھوڑ دو گے میں تم سے ملاقات
ترک کر دوں گا بلکہ میں تمہارا دشمن بن جاؤں گا
دہندہ۔ تم میرے دوست ہو میں
بہ نسبت تمہیں کھونے کے اپنی جائداد
کھوئی پسند کرتا ہوں۔ مگر حق تو یہ ہے
کہ تم کو بھی چھوڑنا پسند کرتا ہوں۔
بہ نسبت اس کے کہ کداندنی کا خیال
چھوڑ دوں۔

سر نیدر۔ تو اچھا ایسا ہی ہونے
دو میں تم سے ٹھین ملو لگا۔
یہ کھکھروہ سر نیدر تو چلا گیا اور دہندہ
پہلے تو اس نتیجہ پر غلین ہوا۔ مگر پھر
ایک جسم انسانی چڑھا کہ کہنے لگا۔ آہ
جہلے دو۔ اس دنیا میں کون کسی کی فکر
کرتا ہے۔ ہر ایک نفسی نفسی پکارتا ہے

دبندر کے گھر آئی تھی۔ اور یہ کام صرف
ہمیں ہی کر سکتی تھی کیونکہ وہ ایک دلیر
عورت تھی۔

ہمیں۔ میرا کام پوچھتے ہو۔ آج دت
کے گھر ایک چوہا گیا۔ اور اس نے چوہی
کی۔ میں چوہے پکڑنے آئی ہوں۔
دبندر۔ بیشک میں چوہی کرنے
گیا تھا۔ مگر جواہرات اور موتیوں کی
ہنہ۔ بلکہ پھول کی؟

ہمیں۔ کونسا پھول؟ کیا کنڈا؟
دبندر۔ ہر۔ ان گنداندنی کے لیو
تین چیرہ میں اسکی پوجا کرتا ہوں۔
ہمیں۔ ”بچے کنڈا نہ لے ہی بیجا ہے۔“
دبندر۔ بھو بھو۔ اس کی کیا پیغام
بیجا ہے۔

ان مجھے یاد آ گیا کہ بیشک ایسا ہی ہوگا
اور کیونکہ ہونیم سال سے ہم ایک
دوسرے کو چاہتے ہیں۔

ہمیں۔ ”نچیر ہو کہ اور سننے کی غرض
(ہے) میں ہنہ جاننی کہ اس قدر غرض
سے تم میں محبت ملی آئی ہو۔ اچھا تیل

آج جاؤ۔ میں روٹی اور گوشت سے
اندھیری رات میں تیری پرستش
کر دوں گا۔“

روح (بندر) کھو۔ ”بشنو خبریت ہی ہنہ
دبندر۔ ”اندھیری پناہ کیا تو
دت خاندان میں سے ہے۔ کیا تو دیان
کی روح ہے؟ (یہ کھکھرا کر غصہ
اٹھالیا اور غور سے اسکا چہرہ دیکھنے
لگا۔ مگر بچان نہ سکا تو کون ہے؟
بیشک میں تجھے دیکھا ہے مگر بچان نہیں
سکتا۔ معلوم نہیں کھان دیکھا ہے۔“
روح۔ ”میرا نام ہیرا ہے۔“

دبندر۔ ”ہر۔ ہیرا کے لیے تین چیرہ۔
یہ کھکھرا بدست دبندر چہلا مگر فرش
پر چپٹ کر اسے ہیرا کو سلام کیا۔ اور
گلاس لیکر اسکی تعریف میں کچھ کہنے
لگا۔ ہیرا نے دن کے وقت دریافت
کر لیا تھا کہ ہیری داس بشنو اور دبندر
ایک ہی شخص ہے۔ مگر اسے یہ معلوم نہ
ہو سکا کہ وہ کسے لیے ہنہ لکڑا کر
جاتا ہے۔ اس غرض کے لیے وہ ہوت

کہان سے ہوئی۔ ۹

دہندہ۔ یہ کچھ مشکل سوال نہیں۔

تاراج نہ سہے ساتھ میری دوستی تھی۔

میں نے اس کی منت کی کہ اپنی بیوی سے

ملاقات کر اے۔ اس نے یہ کیا لیا

اس وقت سے میں کندا پر فریفتہ ہو گیا۔

میرا۔ پہر کیا ہوا؟

دہندہ۔ پہر کیا ہونا تھا۔ تمہاری

مالکہ خفا ہوئی اور کئی دن تک مجھے

کندا نہ ملی۔ اور میں بیٹھنے کے لباس

میں وہاں جا پہنچا۔

بیشک کندا اثر پہیلی ہے۔ بولتی کم ہے۔

مگر جس طرز پر آج میں گفتگو کی ہے۔

اس سے اس کے دل پر ضرور تاثیر ہوئی

ہوگی۔

اور میں کیون نہ کامیاب ہو چکا۔ کیا

میں دہندہ نہیں ہوں؟ دل لہا لہا

فن کوئی مجھ سے سیکھ جائے۔

میرا۔ اب میری بہت ہو گئی ہے سلام

یہ کہہ کر میرا چلی گئی اور دہندہ شکر

سرور میں سو گیا علی الصبح میرا

کل کیفیت سوچ بھی کو کھ سنا می۔ سوچ بھی

یہ سن کر کہ تین سال سے دو دین محبت چلی

آتی ہے۔ غضب میں آئی اور اس وقت

کندا کو بلا بھیجا۔ اور کہا۔ تیرا اصلی وطن

ظاہر ہو گیا ہے۔ میں اپنے گھر ایسی عورت

نہیں رکھ سکتی چلی جا۔ نہیں تو میرا تجھے

دیکھ دیکھ لے گی۔

کندا یہ شکر کا نپ گئی اور قریب تھا

کہ غش کھا کر گر پڑے۔ مگر کل مانی نے اس پر

سنہال لیا۔ اور ہمراہ لیکر اسے کرے

میں لے آئی۔ جہاں اس کی تسلی کی

اور کہا۔ ”بھو جو چاہے خیال کرے مگر میں

اسے کہنے پر اعتبار نہیں کرتی۔“

پندرہواں باب

بیکس

رات کے وقت جب گھر کے آدمی سب

سو گئے۔ کندا ندانی نے اپنے کمرے کا دروازہ

کھولا اور باہر نکل گئی صرف ایک ہی ٹپک

کے ساتھ جو اس کے تن پر تھی۔ بدون

کوئی اور چیز ہمراہ لینے کے سترہ سل

کی عورت سچ کہی کے گھر سے نکل کر
دنیا کے بجز ذخائین کو وپڑی۔ کنہا
منڈنی ڈکھی گھر سے قدم نہیں نکالا تھا۔
وہ نہیں جانتی تھی کہ اب کطرف
جائیے۔

عظیم اٹان مکان بھاڑگی صورت
و کہائی دیتا تھا۔ کنہا اندنی تاریکی
میں کچھ قدم چلی مگر اسے یاد آگیا
کہ نگینہ کے کمرے میں عمو با چراغ جلا
کر تا ہے اور اسکی روشنی باہر پڑتی
ہے وہ اس کمرہ کو جانتی تھی اور یہ
خیال کر کے کہ اس روشنی سے اپنی
آنکھوں کو دم بھر کے لیے ٹھنڈا کرے۔

وہ اسی طرف چلی۔ چوبی پٹا نکھلے
نھے۔ مگر شیشے کے دروازے بندھے
تین کپڑا کیون میں سے روشنی نظر آ رہی
تھی۔ پردہ اٹانے روشنی تک پہنچنے کے
لیے کپڑا کیون کے پاس اڑ رہے تھے۔

مگر غیشین کی وجہ سے اندر نہیں جا
سکتے تھے۔ کنہا کو ان پر وہ اون کے
حال پر برا رحم آیا۔ اسکی اپنی حالت

انکی مانند ہو رہی تھی۔ اسکی آنکھیں
روشنی کو تک رہی۔ تین اور وہ اس
روشنی کے دیکھنے سے سیر نہ ہوتی تھی
وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئی۔ سارے
پردہ اون کی طرف دیکھتی رہی۔ ہاں
آسمان پر گھوم رہے تھے گھبراہٹ
ستارے بھی نظر آ جاتے تھے اور مکان
کے گرد بڑے درخت رات کے ہوتوں
کی طرح دکھائی دیتے تھے۔ ہوا کے جھولنے
سے وہ دیو صورت ہوتوں کی بولی
میں سرگوشی کر رہے تھے۔ گو یا خطرناک
مات کے خوف سے ہوت بھی بڑھی
آہستگی سے بات کرنے نے وقتاً فوقتاً
کھرا کیون کے کھلا رہنے سے ہٹ کر
رہے تھے کہی کہی کنا کسی جالور پر
حملہ آور ہوتا۔ کہی کوئی پہل درخت
سے نیچے گر پڑا کچھ فاصلہ پر نہ رہا
کے درختوں کی چوٹیاں حرکت کر رہی
تھیں۔ اور مٹاؤ کے ہون کی آواز
سنائی دیتی تھی اور پتنگوں کی زبرد
روشنی کی طرف بڑھتی اور ہتی تھیں۔

کند انسانی یہ رات کے کرشمے چپ چاپ
 دیکھ رہی تھی۔ شیٹے کا دروازہ بڑی
 آہستگی سے کھلا ہے۔ ایک آدمی کی شکل
 نظر آئی ہے۔ افسوس یہ نگیندر کی شکل
 ہے نگیندر کیا ہو اگرچہ معلوم ہو جاوے
 کہ درختوں کے نیچے کندا بیٹھی ہوئی ہوا
 کیا ہو جو تجھے کھڑکی میں دیکھ کر اسکے
 دل کی آواز تیرے کانوں میں پہنچے؟
 کیا ہو اگر اسے یہ معلوم ہو جاوے۔
 کہ اگر غم غائب ہو تو اس کی خوشی
 بھی جاتی رہے گی۔ نگیندر نور دہنی سے
 ایک طرف کھڑا ہو جا اسٹھ کھڑا ہو۔
 کہ کندا تیرا چہرہ دیکھ سکے۔ کندا بڑی
 بد نصیب ہے۔ یہاں ہی کھڑا رہ۔ ایسا ہو
 کہ تیرے غائب ہونے سے صاف پانی
 میں ستاروں کا عکس پہر لکھ آ جاوے
 سن۔ سیاہ آئینہ خوش آواز نکال رہا
 ہے اگر تیرے حرکت کی تو کندا بجلی سے ڈر
 جاوے گی۔ ادھر دیکھ سیاہ باطل ہوا کے
 زوے باہم لڑائی کر رہے ہیں۔ یہی
 پہر کا طوفان آئینہ کندا کو کون پناہ

دیگا۔ ادھر دیکھ تو نے دروازہ کھولا
 کھڑوں کے ابوہ تھارے گھر میں گھر
 آتے ہیں اور کندا نندنی خیال کر رہی
 ہے کہ اگر میں نیک ہوں تو کیا میں
 کیڑے کے جنم میں آؤں گی؟ کندا کیڑوں
 کی قسمت میں شریک ہونا پسند کرتی
 ہے۔ ”بھئی اپنا آپ جلا دیا ہے میں کیوں
 نہیں مر جاتی۔“ دنگیندر دروازہ بند
 کر کے غائب ہو جاتا ہے (بیرحم اتوں)
 کیا ستم کیا ہے؟ تیرا کام رات کو پہنچنے
 کا نہیں۔ جاسور ہو۔ کندا نندنی مر رہی
 ہے۔ اسے مرنے دو۔ وہ خوشی سے مرنے
 قبول کرے گی۔ بہ نسبت اسکے کہ وہ تیرے
 سر میں درد دیکھے۔ کندا نندنی رو کر
 اور افسوس کر کے اٹھ کھڑی ہوئی بلو
 جس راہ آئی تھی اسی راہ واپس چلی
 اس سے دیو صورت درخت پوچھ رہی
 ہیں۔ تو کہاں جانی ہے؟ تاڑ پوٹل
 کرتا ہے۔ کہاں جائے گی؟ ہوا وغیرہ
 سب ہی سوال کر رہے ہیں مگر کھڑکی
 کہتی ہے اسے جانے دو میں اسے گنبد

نہیں دکھائوں گی۔ بیوقوف کندانے
 پہر ایک دفعہ کھڑکی کی طرف نظر کی مگر
 سوچتا رہی کہ کچھ نہ دیکھا اسے سنگدل
 سوچ کھی اٹھ دیکھ تو نے کیا ستم ہوا
 کیا ہے بیکس میم کو واپس گھر لے آ۔
 کندا برا بھلا گئی۔ بادل پہر کٹھ ہوئے
 آسمان تاریک ہو گیا۔ بجلی چمکنے لگی۔
 ہوا سرسبز لگی اور بادل گر بنے گئے۔
 کندا کندا تو کہاں جاتی ہے؟ طوفان
 آیا ہوا درخون کے پتے اڑائے گئے
 اور آندھری نے زمین آسمان ایک دیا۔
 آخرش بارش شروع ہو گئی کندا
 صرف ایک پوشاک کے ساتھ تو کھانا
 جاتی ہے؟ بجلی کی چاک میں کندانے
 ایک جھونپڑی دیکھی اسکی دیواریں
 نیچے تھیں۔ اور بہت ہی نیچے تھی۔ وہ
 دروازے کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی کھانا
 کو اسکے دھماکے کی آواز پہنچی۔ مگر وہ
 سمجھے کہ جو کے زپٹ کٹ کٹ کر رہیں
 اتنے میں ایک کتا ہونکا۔ اور گہروالی
 نے ڈرتے ڈرتے آکر دروازہ کھول کر
 دیکھا۔ تو ایک عورت دروازہ میں بیٹھی
 ہوئی ہے۔ پوچھا تو کون ہے؟ کندانے
 کھا۔ میں طوفان کی وجہ سے یہاں
 دم بہر کے پلے بیٹھ گئی ہوں۔
 گہروالی نے تعجب سے کھا کیا کیا
 نے پہر وہی جواب دیا۔ گہروالی نے اسکی
 آواز پہچان کر اسے اندر بلایا۔ جلد
 جلد آگ روشن کی کندانے دیکھا کہ
 اسکے سامنے میرا کھڑی ہے۔ میرا نے
 کندا کو تسلی دی اور کہا میں سمجھتی ہوں
 کہ تو سوچ کھی کی جھڑکی کی وجہ سے پہاگ
 آئی ہے۔ ڈر مت میں کسی کو نہیں
 بتاؤں گی۔ ایک دو دن میرے پاس
 رہو۔
 میرا کے مکان کے گرد احاطہ تھا اور
 اندر دو کوٹھڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ چار
 میں مختصر سا باغیچہ ہی تھا جس میں پودے
 بابو کا باغبان لگا گیا تھا اور یہاں غبان
 میرا کی فرمائش پوری کرنے کے لئے
 ہر وقت طیار رہتا تھا۔ اور کچھ وہ
 مانگتی بابو کے باغ سے لادیتا تھا اسے

اسمین یہ فائدہ تھا کہ میرا اپنے ہاتھ سے
 حشہ بھر کر اسے پلا یا کرتی تھی۔ ایک بچہ پٹری
 میں میرا سویا کرتی تھی اور دوسری میں
 اسکی دامی۔ میرا لٹے کندا کو اپنے پاس
 بستر کر دیا کندا اسپر لیٹ رہی مگر اسے
 نیند نہ آئی جب صبح ہوئی تو میرا لٹے
 اسے اندر چپا کر قفل لگا دیا۔ کندا خود
 چاہتی تھی کہ کوئی اسے دیکھ نہ لے۔ اسنے
 اس بند میں بند رہنا پسند کیا۔ رات
 کے وقت میرا واپس آئی اور کندا کو
 بٹھا کر کھانا کھلایا۔

جو اہر میرا میرا کھٹی اور دروازہ کھلا
 ایک عورت باہر کھڑی تھی پہلے تو میرا
 گہرائی مگر جلد عورت کو پہچان کر کھلا۔
 گنگا جلی امین کیسی خوش نصیب ہوں
 گنگا جلی ایک دودھ پینے والی
 عورت تھی۔ جو دلی پور میں دہندہ کے
 گھر کے پاس رہتی تھی۔ اسکی عمر تیس
 بیس سال کی تھی۔ اسکے ہونٹ پانچ
 لال ہو رہے تھے۔ اسکی ناک چٹھی تھی۔
 رضا دون پر سرخ دھبے تھے۔ غرض وہ
 دہندہ کی خاوند نہیں تھی۔ مگر اسکا نام
 کر دیتی تھی خصوصاً جو کام کسی آواز سے
 نہ ہو سکے یہ اسکے کرنے پر مستعد ہو جاتی
 تھی۔

میرا۔ بہن گنگا جلی خدا کے کہیر سے
 انہی وقت بھی تو میرے پاس ہو۔
 مگر اسوقت کیسے آنا ہوا؟

ملائی۔ وہ بندہ بابو نہیں یا دکرنا ہوا
 میرا دھنک تم کوئی اور چہ نہ تو
 لینے نہیں آئی ہو؟

ملائی۔ تم ہی جانتو۔ اس سے تمہاری کیا

میرا کہ گھر میں آئے تو ڈیویہ گزری
 تھی کہ دروازے کے کھڑکے کی آواز
 آئی۔ میرا تعجب ہوئی۔ صرف چونک کر کہی
 کہی زنجیر ہلایا کرتا تھا اور وہ بھی گہرا ہون
 کو ہٹیا کر کرنے کی غرض سے مگر وہ بڑے
 زور سے زنجیر ہلایا کرتا تھا۔ جس سے یہ مراد
 ہوتی تھی کہ اگر جواب نہ دو گے تو میں ہازہ
 توڑ دوں گا۔ لیکن اس وقت زنجیر برہمی
 آہستگی کے ساتھ ہل رہی تھی جسکی یہ مراد
 ہو سکتی ہے۔ میرا کیا حال ہے؟ اٹھ میرے

مرا دے۔ جلد چلو۔ میرا اندر آئی اور
 کندرا کو پہن کہہ کر کہ وہ مالک کے گھر جاتی ہے
 باہر نکل آئی اور ملائی کے ساتھ دبندر
 کے گھر گئی۔ دو نو راہ میں گاتی جاتی ہیں۔
 تیرا تہا دبندر کے پاس گئی۔ دبندر
 شراب پی رہا تھا۔ مگر ابھی تک ہوش
 میں تھا۔ اس نے اس وقت میرا کی کوئی
 تعریف نہیں کی اور نہ مذاق کی گفتگو
 کی۔ بلکہ سنجیدگی سے کہا۔ اس شام کو میں
 اس قدر شراب پی رہی کہ میں ہوش میں
 نہیں رہا تھا اور نہ تیرا مدعا سمجھ سکا۔ تو
 اس شام کو کیوں یہاں آئی تھی؟ ضرر
 اس غرض کے لئے میں نے تجھے بلایا ہے۔
 تو نے کہا ہاں کہندے تجھے یہی چاہیے۔ مگر
 تو نے اسکا کوئی پیغام نہیں دیا شاید
 میری حالت دیکھ کر تو نے کچھ نہ کہا یا چھا
 اب کہہ دو۔
 میرا۔ ”مجھے کندنے نہیں ہی چاہتا۔“
 دبندر۔ ”تو پہر کیوں آئی تھی؟“
 میرا۔ ”صرف نہیں دیکھنے کے لئے۔“
 دبندر۔ ”بھئی تو بڑی ہشیار ہے۔“
 نگیندر بابویشک خوش ہونے لگا۔ یہ سب ہے کہ
 اس کے پاس ایسی خاموشی تھی جیسے وہ
 ہے کہ کندنائی کا صرف یہاں تھا۔ دراصل
 توہر یہی اسی ہیشٹو کی تحقیقات کر رہا
 آئی تھی اور یہ معلوم کر سکے کہ یہی
 کیوں وہ لباس اختیار کیا۔ اور کیوں
 دت کے گھر گیا۔ واقعی تو نے اپنا کام
 بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا
 میں اب تجھے اصل کیفیت چپا نا نہیں
 چاہتا۔ تو نے اپنے مالک کے حکم کی تعمیل
 کی۔ اور بیشک انعام حاصل کیا ہو گا۔
 میں بھی تجھے ایک کام سپرد کرتا ہوں
 اور بہت سے انعام کا وعدہ دیتا
 ہوں۔“
 غرض دبندر نے اپنے کام کا نام بتایا
 اور انعام کی مقدار رکھنا بھی جسے
 میرا سنکر آگ بگولہ ہو گئی اور کہنے لگی
 جناب آپ مجھے ہر کام سپرد کر دیجئے گا
 کی ہے خیر میرا کام جو اب دینا نہیں
 ہے۔ میں اپنے آقا کو کہہ دوں گی۔ میں
 مناسب جواب دے دوں گا۔“

کچھ کہتے ہی ہیرا چل دی اور دبند سر شدہ
رہ گیا۔ مگر اسی وقت برانڈی کی طرف جھکا
اور دیکھ کر جام چڑھا کر بے فکر ہو گیا۔

سوطھوان باب

ہیرا کا حال۔

صبح اٹھ کر ہیرا کام پر گئی۔ گزشتہ دو
دن سے دت کے گھر میں گہرا مٹے پسین ہی
ہتی جسکی وجہ یہ تھی کہ کندانندی روپوش
ہو گئی تھی۔ گہر کے کل افراد کو معلوم تھا۔
کہ وہ غصہ میں کہیں نکل گئی ہے۔ اور
ہمسایہ عورتوں کو بھی اس بات کا علم
ہوا۔ لیکن نہ ہی یہ حال ساگر کسی سے
اسے معلوم نہ ہوا کہ اسکی وجہ کیا ہے۔
اور وہ اپنے دل میں یہ خیال کر رہا تھا۔
کندانندی اس لیے چلی گئی ہے کہ اُس نے
میری گفتگو کے بعد یہاں رہنا مناسب
سمجھا۔ اگر ایسا ہی ہے تو کیوں کل مالی کو
ساتھ نہ چلی گئی؟ لیکن رکی پیشانی پر گہری
کے آثار نمایاں تھے کوئی شخص اس کے
مزہ دیکھنے کی جرات نہیں کرتا تھا۔

اسے معلوم نہیں تھا کہ سورج کبھی سی
مقدور سر زد ہوا ہے۔ پھر ہی اُس نے
اُس کے ساتھ کوئی کلام نہ کی اور دیکھ
عورت کو قرب دجوار میں کندانندی کو
نماش کے لیے بھیجا۔

سورج کبھی کو یہ منکر سخت قلع ہوا۔
خصوصاً جب کل مالی نے یقین ملا دیا کہ
دبند رکی گفتگو قابل اعتبار نہیں کیونکہ
اگر کندانندی کوئی تعلق دبند کے ساتھ
ہوتا تو تین سال سے ضرور یہ راز آشکارا
ہو جاتا جبکہ کندانندی کے چال چلن پر کبھی سر
قسم کا شبہ نہیں ہوا۔ دبند ایک شہابی
ہے اور شراب کے نشہ میں وہ جھوٹہ
بجھا ہے اپنی باتوں پر خیال کر کے
سورج کبھی زیادہ بچھین ہو گئی اور وہ
اس کے شوہر کی ناراضگی اُس پر اور بھی
شاق گذری۔ سیکڑوں دفعہ تو وہ
کندانندی کو برا کہتی اور ہزار دفعہ اپنے آپ کو
کرتی اور سنے ہی کندانندی جیسو میں کئی
آدمی روانہ کیے۔ کل نے بھی کلک نہ جانا
ملتی کر دیا وہ کیس کو برا کہتی۔

سوج بھی کو اوسنے کچھ بھی ملا مت نہ کی
اور اپنے ملاگلے سے اتار کر نوکرون
کو دکھائی اور کہا جو شخص کند اکو ڈھونڈ
لائیگا۔ اُسے یہ مالا انعام و دلگی مجرم میرا
یہ سب کچھ دیکھا مگر منہ سے ایک لفظ تک
نہ کہا مالا دیکھ کر پہلے تو اُسکے منہ میں پانی
بہر آیا مگر جلد اپنی لالچی خواہش کو دبا
دیا۔ کام سے فراغت پا کر دوپہر کو گھر گئی۔
کند اکو نہلا کر کہا نا نکالا۔ اور دو دن نے
حکمر کیا رات کو معمول کے موافق بستر
بچھائے گئے اور دو نوٹس زمین سگر نہ تو
کند اہی کو نیند آئی اور نہ ہیرا کو کند
تو اپنے غم کی وجہ سے جاگنی نہی سگر میرا
خوشی اور گہرا ہٹ کی وجہ سے۔ خواہ
اُسکے خیالات کچھ ہی ہوں۔ اُس نے کسی
پر ظاہر نہ کیے اور دل میں مخفی رکھے۔

ہیرا! میرا چہرہ بڑا نہیں تو تو جوان
بھی ہے۔ پر کیوں تیرے دل میں یہ بدی
ہے؟ اگر میرا سوج بھی کی جگہ ہوتی۔
تو کیا وہ ایسے ہی قریب باز اور سکار
ہوتی؟ ہیرا کہتی ہے تہیں مگر ہیرا کی

جگہ ہو کر وہ ہیرا کی طرح بول رہی ہے
لوگ کہتے ہیں کل بدی بدکاروں
اور شریہ دن سے عمل میں آتی ہے۔
شریہ کہتا ہے میں نیکو کار ہوتا مگر
دوسروں کی وجہ سے بدکار ہو گیا ہوں
بعض کہتے ہیں کیوں پانچ سات نہیں
ہیں؟ پانچ کہتا ہے۔ میں سات ہوتا
مگر اب اور پانچ ملکر سات ہوتے ہیں
اگر خالق یا خالق کی مخلوق مجھے دواور
دیدنی۔ تو میں سات بن جاتا ہیرا
کا خیال بھی ایسا ہی تھا۔

ہیرا دل میں کہا کرتی۔ اب میں کیا
کروں۔ جب خالق نے مجھے یہ موقع دیا
ہے میں کیوں اُسے مانتے ہوں؟
اگر میں کند اکو دت کے گھر میں لیجاؤں
تو مکمل مانی مجھے مالا دیگی۔ سوچ بھی
ضرور کچھ دے گی اور بارے ہی میں
کب خالی رہوئگی لیکن اگر میں کند
کو دندرا کے حوالہ کر دوں گی۔ تو
وہ مجھے ایک مشت بہت سار دے
دیگا مگر میں ایسا نہیں کر سکتی کیوں

کو دہندہ آئندہ کو اس قدر خوبصورت خیال
 کرتا ہے کہ مجھے کہانے کو اچھا ملے پہنچو
 کو اچھا ملے اور امیر عورتوں کی طرح ہونے
 تو میں بھی ویسی ہو جاؤں۔ کندہ کی سی
 ایسی سا وہ عورت و بندہ کے مذاق کی
 نہیں ہو سکتی اگر کچھ ٹرنے ہوتا تو کنول
 کا پھول بھی نہ ہوتا۔ اور کندہ ہی صرف
 ایک عورت ہے جو دہندہ ربا کو اپنا
 فریضہ اور شیدا بنا سکتی ہے۔ ہر ایک
 کی قسمت! مگر میں کیوں خفا ہوں۔ میں
 کیوں رنج اٹھا رہی ہوں میں تو محبت
 پر ہنس کر رہتی تھی۔ میں اسے ایک فسانہ اور
 کپ سجھا کرتی تھی اب میں کیوں نہیں منہ
 میں کھا کرتی تھی اگر کوئی شخص کسی سے
 محبت کرتا ہے تو کہے میں کسی سے محبت
 نہیں کروں گی۔ مگر تقدیر کھنتی تھی۔ ٹھہرو
 بدیہج دیکھو کیا ہوتا ہے سینے دو سر
 کے دولت کا چور پکڑتی ہوئی اپنول
 گم کر دیا ہے۔ کیا چہرہ ہے؟ کیا گردن
 ہے؟ کیا صورت ہے؟ کیا کوئی اور
 شخص بھی دنیا میں اس کے برابر خوبصورت

ہو گا۔ وہ مجھے کندہ کے لئے کو حکم دیتا ہے
 کیا وہ کسی اور کو یہ کام سپرد نہیں
 کر سکتا؟ میں اسے طمانچہ لگاؤں گی
 وہ مجھے اس قدر پیارا ہو رہا ہے کہ طمانچہ
 لگانے میں بھی جھجھکتا ہے۔ احتیاط کی۔ مگر
 اس خیال کو جانے دو۔ اس راہ میں
 کانٹے ہیں۔ مجھے ایسا خیال نہیں کرنا
 چاہیئے۔ میں نے اس زندگی میں خوشی
 اور رنج دونوں کی امید نہیں رکھی ہے
 میں کندہ اندنی کو اس کے حوالہ نہیں کر سکتی
 میرے دل پر صدمہ ہو چکا۔ بہتر ہے کہ
 کندہ اندنی کو اسی جگہ رکھوں کہ وہ
 اسے ملنے نہ پاوے۔ مگر یہ کس طرح ہو؟
 میں اسے اس جگہ چھوڑ آؤں گی جہاں
 وہ پہلے تھی وہاں وہ اسے نہیں پا سکتا
 وہ ہمیشہ خود کا پیس بدے یا وہ سو دیو کا۔
 وہ یقیناً کامیاب نہ ہو سکیگا یہی مصلح
 ٹیک ہے کہ کندہ اندنی کو دت کر گھر
 پہنچاؤں مگر وہ نہیں جائے گی۔ وہ
 گہراؤں سے ناراض ہے ان سب
 اس کی منت کریں تو ضرور چلی جائے گی۔

ایک اور خیال مجھے سوچا ہے۔ کیا میں
اسمین کا سیاب ہونگی۔ سورج کبھی پر
مجھے کیوں غصہ آتا ہے؟ اوس نے
کبھی مجھے نقصان نہیں پہنچایا۔ بلکہ
مجھ پر مہربان ہے۔ پھر میں کیوں ناخوش
ہوں۔ اس لئے کہ سورج کبھی آسودہ ہو
اور میں غمگین ہوں وہ ایسے سے میں
حقیر ہوں۔ وہ مالک ہے میں غلام ہوں
اس وجہ سے مجھے اُس پر غصہ آتا ہے
اگر خدا نے اُسے بڑا بنالیا ہے تو اس پر
اُس کا کیا قصور ہے میں اُس کیوں
نقصان پہنچاؤں؟ اور اسے نقصان
یہونچنے میں برابر فائدہ ہو تو میں کیوں
نہ ایسا کروں کون اپنے فائدے کا خیال
نہیں رکھتا؟ مجھے روپ کی طلب ہے مجھے
غلامی برداشت نہیں کیجا سکتی۔ مگر یہ تو
کہاں سے آئے گا؟ دست کے گھر سے اور
کہاں سے؟ تو میرا مدعا اب دست بردار
لینے کا ہوا۔ نکیندر رہا ہو کُندا پر شب بے
بابو اس پر مرخص ہے اور بڑے آدمی
جس بات کی جانہش کرتے ہیں اس سے

مصل کر کے رہتے ہیں۔ سدا راہ صرف
سورج کبھی ہے۔ اگر دونوں میں تنازعہ
پا ہو تو سورج کبھی کی پروا نہیں کیا جائیگی
اچھا میں دیکھتی ہوں کہ میں انہیں بناؤں
بپا کر سکتی ہوں یا نہیں اگر ایسا ہو گیا
تو بابو کُندا کو کھلے طور پر چاہے گا۔ فوت
تاک کُندا بالکل سیدھی سادھی ہنگام
میں اسے دانا بناؤنگی میں جلد اسے
تابع فرمان کرونگی۔ اگر میں اس بات
پر سرکربانہ ہوں تو جو کچھ چاہوں اس سے
کر اسکو نگی۔ اگر بابو کُندا پر خدا ہے تو
جو کچھ وہ کہے گی وہ مانے گا اور میں جو کچھ
کُندا مانے گی اس طرح مجھے بہت بڑا فائدہ
ہوگا۔ اگر میں غلامی نہیں برداشت کرتی
تو یہی طریقہ اس سے رہائی پانے کا ہے۔
میں کُندا اندنی کو نکیندر رکے حوالے
کر دوں گی۔ مگر دفعہ نہیں میں کچھ دن اس پر
چپکار ہو نگی اور وہ کچھ نہیگی کیا ہوتا ہے
کہتے ہیں محبت جدائی میں بڑھتی ہے
اگر میں انہیں جبار کہ سکوں تو بابو کا
محبت پختہ ہو جائے گی۔ اس وقت میں

گندہ کو اُسکے حوالے کر دوں گی۔ سپر بھی
اگر سوچ رکھی کی تقدیر نہ پلٹی تو اسکی قسمت
بڑی ہی یاد رہو گی۔ اس عرصہ میں گندہ کو
میں اپنے راہ پر لے آؤنگی۔ لیکن پہلے
مجھے اپنی دادی کو مرگھٹ میں بھیج دینا
چاہیے نہیں تو گندہ کو اتنے دن میں
یہاں نہ رکھ سکوں گی۔ یہہ ارادہ میرا
مضمم کر لیا اور دادی کو مرگھٹ میں
بھیج کر گندہ کو اپنے گھہر میں چھپا رکھا گندہ
اُسکی الفت اور محبت دیکھ کر دلیں کھتی۔
تیسرا کہے برابر دنیا میں کوئی نہ کہ نہیں
کسل مانی بھی تو مجھے استقدر پسا رہ
کرتی تھی۔

سترہواں باب

زہرا کا جھڑا۔ زہر ملا دھشت کو بیل کا گنا
"مان یہہ شک ہے۔ گندہ قابو میں آجائیگی
لیکن جب تک سوچ کھی گندہ کی آنکھوں
میں زہر دکھائی نہ دے کچھ ہی نہیں
ہو سکیگا۔"
را سیر سیر لے شوہر لی کو جدا کرنے کی
تو سمجھتی ہے کہ میں مرنے والی ہوں
میرا۔ تو نے تو مجھے گالی دی ہے۔
کو سلیا۔ وحیران ہو کر اسنے کب گالی
دی ہے؟
میرا۔ کیا تو ہنکار کرتی ہے؟ تو نے
کیون میری بیماری کا ذکر کیا کیا
تو سمجھتی ہے کہ میں مرنے والی ہوں؟

تھان لی جواب نہ کہ ایک تھے۔
ایک صبح کو میرا حب معمول اپنے کام پر
آئی۔ ایک اور خادمہ بی کو سلیا نامی
وہاں تھی جو اس وجہ سے میرا کو اپنا
کرتی تھی کہ وہ ذکر دن کی آفس تھی اور
مالکہ اسپر زیادہ مہربان تھی۔ "میرا کھا"
بہن کو اس آج میری طبیعت بچھنی نہ
کیا تو میرا کام کر دے گی؟
کو سلیا۔ (ڈر کر) بیشک کر دوں گی۔
ہم سب پر بیماری آیا کرتی ہے اور ہم
سب ایک مالکہ کی خادمہ ہیں۔
میرا چاہتی تھی۔ کو سلیا جواب نہ دے۔
تو اسے تنازعہ بپا کر نیکار ہی بہا نہ لگی
مگر اب اس نے اُسکے جواب کا ہی
خواہ مخواہ ایک عذر بنالیا۔

تو نوگون کو یہ دیکھنا چاہتی ہے کہ تو مجھ پر احسان کرتی ہے۔ خدا کرے کہ اب تو بیمار ہو جائے

کو سلیا۔ دیا ہی ہوا ہیں تو کیوں خفا ہو رہی ہے۔ تو ایک نہ ایک دن ضرور مرے گی۔ موت نہ تجھے چھوڑے گی۔

نہجے۔

ہیرا۔ خدا کرے کہ موت تجھے نہ چھوڑے تو میرا حمد کرتی ہے خدا کرے کہ تو جسکے مر جائے۔ تیری زندگی تو بڑی ہو جائے اور اندھ ہی ہو جائے۔ کو سلیا زیادہ برداشت نہ کر سکتی تھی اسے ہی ترکی بہ ترکی جواب دینا شروع کیا۔ کالی گلیج میں کو سلیا ہیرا سے بڑھ کر تھی ہیرا تنگ ہو کر مالک کے پاس فریاد کرنے دوڑی۔ اگر کوئی شخص اسے اس وقت دیکھتا جس وقت وہ مالک کے پاس تھی جاتی تھی تو اس کے چہرہ پر بجائے خفگی کی ہنسی کے آثار پاتا۔ مگر جو ہیں وہ مالک کے پاس پہنچی۔ اس نے چہرہ غصہ والا بنا لیا اور وہ ہتھیرا پر خدا نے

عورت کو دے رکھا ہے استعمال کرنے لگی۔ یا یوں کہو کہ آنسوؤں کا دریا بہانے لگی۔

سوچ کبھی نے جو تحقیقات کی تو قصور ہیرا کا تھا۔ پہر ہی اسے ہیرا کی خاطر کو سلیا کو چشم غامی کی۔ ہیرا اب ہر طہین نہ ہوئی۔ اور کہنے لگی۔ مہتمم اس غار میں کو ذوق کر دو۔ نہیں تو میں نہ رہوں گی۔ سوچ کبھی کو یہ سن کر بے ہوا اور اس نے کھا ہیرا تو بڑی مفید ہے تو نے خود ہی جھگڑا شروع کیا۔

اسمین سرکسر نیرا تصور تھا۔ اور اب اس عورت کو موقوف کرنا چاہتا ہے۔ میں ایسی بے انصافی نہیں کر دے گی۔ تیرا جی چاہتا ہے تو تو چلی جا۔ میں تجھے نہیں روکتی۔

ہیرا خدا سے چاہتی تھی کہ جواب دینا ہی ملے۔ اسے لگا۔ تو اچھا تو میں جاتی ہوں۔ اور روٹی ہوئی باپ کے پاس چلی گئی۔ باپ اپنے مگرے میں تہسا

بہنا ہوا تھا اور عموماً اب تنہا ہی
رہا کرتا تھا۔ ہیرا کو روئے دیکھ کر پوچھا
تو کیوں روتی ہے؟

ہیرا۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ تنخواہ کا
حساب کر کر رخصت ہو جاؤں۔

”تین برخاست ہو گئی ہوں جاہل کالی
رانا کہ اس نے مجھے موقوف کر دیا ہے
نگیندر۔ تو نے کیا کیا تھا۔“

ہیرا۔ کچھ نہیں کو سل نے مجھے گالی دی۔
میں نے شکایت کی۔ تو مالک نے مجھے
جوٹا بھیج کر موقوف کر دیا۔

نگیندر۔ دہسکتا ہیرا! یہ دیر نہیں
سج سچ کھو۔

ہیرا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں یہاں نہ رہوں گا
نگیندر۔ کیوں؟

ہیرا۔ مالک کی حالت بدل گئی ہے۔
میں کو امید نہیں رہی کہ اسکے ساتھ

میں سلک ہو گا۔
نگیندر۔ اس سے کیا مراد ہے؟

ہیرا۔ (سودھ پا کر) اس دن شاکرانی
نے کہا کہ کچھ نہیں کہا۔ جسے سنکر

کنداکھر چوڑ کر چلی گئی۔ ہم سب ڈر رہے
ہیں کہ کسی دن ہمیں ہی ایسا ہی کیا جائے گا
ہم سے یہ برداشت نہیں ہو سکتا۔

اس لیے میں پہلے سے جانی ہوں
نگیندر۔ ”تو کیا بات ہے؟“

ہیرا۔ ”میں شرم کے مارے نہیں کہہ سکتی
نگیندر۔ رخصت ہو کر اچھا آج گھر جا کر
میں تجھے بلاؤں گا۔“

ہیرا کا مطلب حاصل ہو گیا۔ رنجی
سے اسے کوسلیا کے ساتھ لڑائی
شروع کی تھی۔ نگیندر اٹھ کر سوچ بچی

کے پاس آیا اور اسے الگ لیجا کر پوچھ
لگا۔ کیا تم نے ہیرا کو موقوف کر دیا ہے۔

سوچ بچی۔ ہاں اور سب حال سناؤ
نگیندر۔ اچھا اسے تو جانے دو۔ مگر

کنداندنی کو تو نے کیا کہا۔
سوچ بچی۔ (دگبیرا کر) میں نے اسے

کیا کہا تھا۔
نگیندر۔ ہاں تو اسے کیا بڑا لفظ

کہا تھا۔
سوچ بچی۔ مگر رات کے بعد تم میرے

سو ج کھچی بیشک مجھ سے فرو گذاشت
ہو ٹوپیئے اس وقت اس بات کا خیال
نہ کیا مگر اب کر رہی ہوں۔ یہ کہہ کر شوہر
کے قدموں پر گر پڑی۔ اور رو کر کہنے
لگی، مجھے جان سے عزیز! میں تم سے
دل کا حال نہیں چھپاؤں گی۔

نگیندر تجھے کہنے کی کچھ ضرورت نہیں
میں جانتا ہوں کہ تم مجھ پر کُندانتی
سے محبت کرنے کی بدگمانی کرتی ہو
سو ج کھچی (رو کر) میں تمہیں کیا
کھوں؟ کیا میں کھ سکتی ہوں؟ کہنے
کے قدر تکلیف برداشت کی صرف سیلئے
کہ میری موت سے تمہارا بیچ نہ بڑھے
میں مر نہ گئی۔ نہیں تو جب مجھے یہ معلوم
ہو گیا کہ تنہ اپنے دل میں غیر کو چھپا دی
ہے تو میں مرنے کی آرزو مند تھی مگر لوگ
اپنی خواہش سے مر نہیں سکتے۔

نگیندر (ٹھنڈے سانس پر کر)
سو ج کھچی۔ قصور کس پر ہے تمہارا
مطلق نہیں۔ بیشک مجھے تم سے بڑی پانی
کی فی الحقیقت تمہیں فراموش کر کے

حال کے غم اور سب کچھ ہو۔ میں تم سے کیوں
کچھ چھپا رہی ہوں؟
میں نے کُند اور سخت مسرت کھا سکا اس
خوف سے کہ تم خفا نہ ہو۔ تمہیں اطلاع نہ دی
میرا یہ گناہ مجھ پر نہیں سب کچھ
بتا دیتی ہوں۔ اور سارا حال سنایا
مجھے واقعی بڑا رنج ہے۔ کہ میں نے
کُند کو گھر سے نکل جانے پر مجبور کیا مگر
اوسکی تلاش میں آدمی بھیجے ہیں اگر
وہ کہیں مل گئی۔ تو ضرور یہاں آ جائیگی۔
نگیندر۔ تمہارا گناہ کچھ بڑا نہیں۔
کیا کوئی عذر عورت ایسی واردات
سن کر گھگھار کر اپنے گھر میں پناہ
دے سکتی ہے؟

لیکن کیا یہ سنا نہیں تھا کہ اس ظلم
کی اور تحقیقات کر لی جاتی ہے۔ کیا بیڑ
تا راجرن کے گھر کا حال معلوم نہیں تھا
تم نہیں جانتی تھی۔ کہ تین سال گذرے
ہیں۔ تا راجرن نے وندر کو کُند لے
اگر وڈیوس کیا تھا۔ پھر تم نے ایک شہر لای
کے کہنے پر کیونکر اعتبار کر لیا؟

میرا دل گندا اندنی پر مائل ہو گیا
 میں بیان نہیں کر سکتا کہ میں کس قدر
 تکلیف برداشت کی ستہارا خیال ہوگا۔
 کہ میں اپنے دل پر غالب آنے کی کوشش
 نہیں کی۔ مگر تبہیں ایسا خیال نہیں
 کرنا چاہیے۔ تم مجھے اس قدر ملامت نہیں
 کر سکتی جس قدر میں نے اپنے آپ کو کی ہے۔
 میں گنہگار ہوں۔ میں اپنے دل پر
 قابو نہیں پاسکتا۔

سو بوج بھی دیتا ہوں کہ مجھے اور
 زیادہ نہ بتاؤ۔ اپنے دلمیں رکھو پتلا
 ایک لفظ تیر کی طرح میرے سینے کے
 پار ہوتا ہے جو کچھ میری قسمت میں
 لکھا تھا میرے پیش آیا۔ میں میں زیادہ
 سننا نہیں چاہتی میرے لیے زیادہ
 سننا اچھا نہیں۔

نگیندر۔ ایسا نہیں۔ سو بوج بھی مجھے
 ضرور سننا چاہیے اب مجھ کو کہہ دو جس کے
 لیے میں نے کئی دفعہ کہنے کی کوشش کی میں
 اس گھر کو چھوڑ دوں گا۔ میں مردوں کا
 نہیں۔ مگر کہیں نکل جاؤں گا۔ گھر اور

عیال اب مجھے نہیں بہائے۔ مجھے
 اب تم سے خوشی حاصل نہیں ہو سکتی
 میں تیرا شوہر ہونے کے قابل نہیں
 ہوں۔ میں تجھے زیادہ نہیں ستاؤں گا
 گندا اندنی کو ڈھونڈ کر اُس کے ساتھ
 کہیں اور جا رہوں گا۔ تو اس گھر
 کی مالک رہے گی۔ اپنے آپ کو بیوہ
 سمجھ لینا جب تیرا شوہر مر گیا تو بیوہ
 نہیں ہے؟ گو میں بد ہوں مگر تجھے
 رہو کھا نہیں دوں گا۔ اب میں جاتا
 ہوں۔ اگر گندا کو میں بھول گیا تو پھر
 آ جاؤں گا۔ اگر نہیں تو یہ میری قسم
 آخری ملاقات ہے۔

ان دنوں دل توڑنے والے فقرات کا
 سو بوج بھی کیا جواب دے سکتی تھی۔
 کچھ عرصہ تک تو وہ بُت کی طرح چپ
 چاپ کھڑی رہی پھر ایک سخت
 زمین پر گر پڑی اور رونے لگی۔
 جیسا کہ شیر اپنے ننھا کو نزع کی بات
 میں دیکھتا ہے۔ اسی طرح نگیندر بھی
 کر دیکھ رہا تھا اور دل میں کہہ رہا تھا۔

اٹھارہواں باب

مرغ اسیر

ہیرا نوکری سے بر طرف ہو گئی۔ مگر دت کے گھر کے ساتھ اسکا حلاقہ نہ ڈٹا وہ ہمیشہ دت کے گھر جایا کرتی اور کھی خامہ کے ساتھ گفتگو میں مشغول ہو کر نگینہ ر اور سوچ کبھی کے حالات سے وضیت پیدا کرتی اگر باہر سے کوئی نہ ملتا۔ تو کسی بہانہ اندر چلی جاتی اور نوکروں کے مکان میں جا کر کچھ بچہ حالات دریافت کر لیتی۔ یہ سب طرح کچھ وقت گزیر گیا مگر ایک دن ایک عجیب حادثہ درپیش ہوا۔ جب ہیرا دت کو ملنے لگی تھی۔ تو اس کے بعد ملائی ہر روز ہیرا کے گھر آنے لگی۔ اور اس نے معلوم کیا کہ ہیرا اسکی آمد و رفت سے ناخوش رہتی ہے اور ایک کوٹھری کا دروازہ ہمیشہ بند رکھتی ہے۔ ایک دن ملائی نے ہیرا کو گھر نہ پایا اور یہ دیکھا کہ کوٹھری کے دروازہ میں خالی رہی ہوئی ہے۔

یہ سچ یا کل مر جائے گی۔ اتنی کی مضمی میں کیا کر سکتا ہوں۔ اگر میں چاہوں تو کیا اس کے بجائے مر سکتا ہوں؟ نہیں مر سکتا ہوں۔ مگر سوچ کبھی بچ جائیگی۔ نہیں نگینہ ر تمہارے مرنے سے سوچ کبھی بچ نہیں جائیگی۔ مگر تمہارے لیے بہتر ہے کہ مر جاؤ۔

سوچ کبھی دیر کے بعد اٹھ اٹھ رہی ایک بات مانو۔

نگینہ ر۔ وہ کیسا ہے

سوچ کبھی۔ ایک ماہ تک یہاں ہو۔

اگر اس عرصہ میں کنڈا واپس نہ آئی۔ تو

چلے جانا میں تمہیں نہیں روک سکتی نگینہ ر

بدون جواب نے چلا گیا۔ دلیمن وہ

اس بات پر راضی ہو گیا تھا۔ اور سوچ کبھی

نے اس کے چہرے سے یہ پایا تھا۔ وہ اسے

جاتے ہوئے کچھ دیر دیکھتی رہی۔ اور

بہر کبھی رہی سیر سے پیار سے میں تیری

راہ سے کانٹے دور کرنے کے لئے اپنی

جان دید ونگی تو مجھے کجخت کے لئے گھر

چھوڑنا چاہتا ہے تو بڑا ہے میں تو

اُس نے زنجیر کھولی اور دروازہ کھینچے
 ہٹایا مگر اندر سے زنجیر لگی ہوئی تھی۔
 دروازہ نہ کھلا۔ اُس نے معلوم کیا کہ
 کوئی شخص اندر ہوگا۔ دل میں سوچنے
 لگی کہ کون ہوگا۔ مگر یہ خیال اُس نے
 دور کر دیا کیونکہ وہ ہیرا کے حلات سے
 بددلی باخبر تھی۔ ہیرا سے خیال ہوا
 کہ شاید کندا گھر سے نکل کر میر کے پاس
 آکر رہی ہے۔ اس شک کو دور کرنے
 کی اُس نے تدبیر کی۔

میر کے پاس ایک ہرن تھا جسے
 ہیرا ہمیشہ باندھ رکھتی تھی۔ ملائی نے
 ہرن کو کھل دیا۔ اتنے میں ہیرا بھی پہنچی
 اور ہرن کو کھدھ دیکھ کر ہیرا سے بولنے
 لگی۔ ہرن باہر دوڑ گیا۔ اور میر بھی
 اسکے پیچھے گئی۔ ملائی نے موقع غیبت
 سمجھ کر دنا شروع کیا۔ ملائی نے ہیرا سے
 کہا ہو گیا ہے۔ اور پیر پوت کہنے لگی۔
 کہ گندہ آگندہ۔ ہند نکل میرا بد عارہ گندہ
 ہے۔

میر نے گندہ نے دروازہ کھدیا۔
 اور ملائی اپنے مطلب میں کامیاب
 ہو کر کھل کھلا کر ہنس پڑی اور جلدی
 کندانے دروازہ بند کر لیا اور ہیرا کو
 خانے کے در سے اس محل سے اطلاع نہ دی۔
 ملائی میر کے گھر سے سیدھی دبندر
 کے خان پہنچی اور اُسے اطلاع دی کہ
 کندا ہیرا کے گھر میں مقیم ہو دبندر کو دوسرے دن
 ہیرا کے گھر جا کر مصمم ارادہ کر لیا
 کندا قفس میں قید تھی۔ وہ جلد بچپن
 ہو گئی۔ اسکے دل میں دو خیالات جگمگ
 پائے ہوئے تھے ایک طرف تو اسکے دل میں
 کے طعن و تشنیع سے شرم آ رہی تھی۔ اور
 دوسری طرف گندہ کی محبت کا جوش تھا۔
 مگر آخر کار محبت کا جوش غالب آیا اور
 شرم کا خیال ل سے جاتا رہا۔ اب اس کے
 دل میں سوچ بچی کی کوئی جگہ نہ تھی۔ صرف
 گندہ ہی اسکے دل میں بسا تھا وہ سوچنے
 لگی۔ میں کیوں اس قدر جلد گھر سے نکلتی
 رہن چند غفلتوں نے مجھے کیا نقصان پہنچا
 تھا۔ میں ہمیشہ گندہ کو دیکھا کرتی تھی
 اب بالکل نہیں دیکھ سکوں گی۔ کیا میں

پیر وٹن جاسکتی ہوں؟ اگر سوچ لگی
 بچے گھر سے نہ نکالے۔ تو میں چلی جاؤ گی
 دھڑات گنڈا انہیں خیالات پرستہ
 اور آخر کار اس نے فیصلہ کیا کہ اسی
 دت کے گھر واپس جانا چاہیے یا مر جانا
 چاہیے اور اگر سوچ لگی اُسے پھر نکال دے
 تو بھی اسے وطن ایک دفعہ ضرور
 جانا چاہیے مگر کس بہانہ وہ اس گھر
 میں جاسکتی ہے؟ تنہا جلتے ہوئے
 تو اُسے شرم آئے گی اگر میرا اسکے
 ساتھ چلی تو وہ بیشک چلی جائے گی۔
 مگر میرا کو کس طرح کہے۔ اسے تو شرم
 آتی ہے اس کا دل نگینہ رکی جلائی
 برداشت نہیں کر سکتا تھا وہ ایک
 صبح کوچہ چپ چاپ آئی۔ میرا بھی تہی
 تھی۔ اور چپکے سے دروازہ کھول کر باہر
 چلی گئی۔ چاند اہری اپنی روشنی دی جا
 تھا۔ اور خوبصورت عورت کی طرح
 آسمانی بحرین تر رہا تھا۔ درختوں
 کے نیچے تاریکی چھا رہی تھی۔ ہوا بالکل
 بند تھی کتنے ترک پر سورہے تھے اور

کل پیدائش آرام میں تھی۔ کنڈا تیرا
 دت کے گھر کی طرف چلی۔ اس کا منشا یہ تھا
 کہ کسی طرح نگینہ رکا دیدار دیکھے۔ وہ ملیں
 کتنی تھی اُسکے دیدار کرنے میں کیا حرج
 ہے چونکہ وہ کئی دن تاک میرا گھر
 میں بند رہی تھی۔ اور نگینہ رکی صورت
 دیکھ نہ سکی تھی۔ اس لیے وہ پہلے اُسے ہی
 دیکھنے چلی۔ اور وہ ملیں کہنے لگی۔ میں اس
 گھر کے پار طرف پر تھی ہوں عکس ہے
 کہ میں اُسے کھڑکی میں۔ محل میں باغ
 میں یا کہیں دیکھوں۔ نگینہ رکی طاقت
 بہت سویرے اٹھنے کی تھی۔ اور کنڈا
 کو یقین تھا کہ وہ اُسے ضرور دکھائی
 دیگا جسکے بعد اس کا ارادہ پہر یہ اسکے گھر
 چلی جائیگا تھا۔ مگر جب مکان کے قریب
 پہنچی تو اُسے کچھ دکھائی نہ دیا۔ نہ تو
 راہ میں۔ نہ چب پر اور نہ کھڑکی میں
 نگینہ رک اُسے دکھائی دیا۔ کنڈا نے ڈیڑھ
 سوچا۔ "وہ شاید ہی نہیں اٹھا بہتر
 کہ میں پیچھ جائوں اور اس کی انتظار
 کروں۔"

وہ درختوں کے نیچے جب چپ چاپ بیٹھ گئی پتے زمین پر گرتے سنائے دیتے تھے۔ ہرگز گاہے بہر بہر ہڑارہے تھے اور وقتاً فوقتاً پہرہ واسکی آواز بیدار باش سنا سنی دیتی تھی آخر کانسیہ چلنے لگی اور صبح کے آثار دکھائی دیئے لگے سپیہ نے راگ شروع کیا۔ امیدت کوئیں نے بھی آواز نکالی۔ اور دیگر پرندوں کی ہنگور سنائے دینے لگی جون جون سچ نزدیک ہونے لگی۔ گندامایوس ہونے لگی۔ کیونکہ وہ زیادہ دیر وٹان بیٹھ نہیں سکتی تھی۔ مبادا کوئی لادکر دیکھ نہ لے۔ وہ ادھکرواپس جانے ہی کو تھی کہ اسے اور خیال سوچا۔ اندر کے باغچہ میں نگیندر ہوا خوری کے لیے ٹھلا کر تا تھا۔ اسے سمجھا غالباً وہ وٹان ٹھل رہا ہوگا۔ اور اگر کیا ہو تو گندام سے دیکھے بہ دن واپس جاتا نہیں چاہتی۔ مگر باغچہ کی دیوار بڑی اونچی تھی۔ اور جب تک دروازہ نہ کھلو اندر کوئی نہیں جاسکتا تھا۔

گندام دہر گئی۔ تو دروازہ کھلا پایا جڑ کر کے اندر چلی گئی۔ اور ایک بڑے درخت کی آڑ میں چپ چاپ گئی۔ اس کی صورت تو دکھائی نہ دی مگر کسی کو سنگ مرمر کے فرش پر بیٹھے ہوئے دیکھا اسے یہی سمجھا کہ نگیندر ہے وہ آگے بڑھی۔ اسکی بدقسمتی سے سویا ہوا شخص ٹھکرا ہوا ہو گندام کی طرف بڑھا۔ افسوس یہ نگیندر نہیں تھا۔ بلکہ سورج کھی تھی۔ گندام ہشت کھا کر ششدر رہ گئی۔ اسکا قدم دھین جم گیا سورج کھی اس وقت پہول جن ہی تھی۔ جو چین وہ ادس درخت کے قریب آئی جہاں گندام تھی تو وہ پکار لگی درو تو کون ہے؟

گندام ہشت کی ماری کچھ نہ بول سکی اور سورج کھی نے آگے بڑھ کر اسے پہچان لیا۔ اور کہا۔ ”کیا تو گندام نہیں ہے؟“

گندام نے اب بھی جواب نہ دیا۔ اور چپ چاپ حیرت زدہ کھڑی رہی جبکہ سورج کھی نے اسے ہاتھ سے پکڑ لیا اور کہا۔ ”ڈرو نہیں میں نہیں کچھ نہ کہہ سکتی“

اور اُسے اندر لیگئی

انیسواں باب

ذلت

جس دن کند اندن دلی سورج بکھی کے
پاس پہنچی۔ اسی رات دہندہ برباد میرا
کے گھر آیا۔ اس نے بھیس بدلا ہوا تھا۔
او شراب پی ہوئی تھی۔ اس نے آئی ہی
دونوں چونہ پڑیوں میں نظر کی۔ مگر گنڈ
کو نہ پایا۔ میرا ساڑی منہ پر لٹے اُسپر
ہنس رہی تھی۔

دہندہ۔ رتاگ ہو کر، تو کیوں ہنسی
ہے۔

میرا۔ ”تمہاری ناکامی پر۔ چڑیا پر ہاز
کر گئی۔“

دہندہ۔ وہ کس طرح بھاگ گئی؟
میرا۔ علی الصبح کھین نکل گئی۔ میں
اُسے ہر طرف ڈھونڈا آئی۔ مگر کچھ پتہ
نہ ملا۔ وہ دت کے گھر جا پہنچی ہے اور

وہاں اُسکی خاطر داری ہو رہی ہے۔
دہندہ سخت ناپوس ہوا۔ اور وہاں نہ

دیر بھر ناہمین چاہتا تھا۔ مگر کچھ دور
حالات سننے کی خاطر اس نے آسمان
کی طرف نظر کی۔ اور بال دیکھ کر کھا
بارش ہوا چاہتی ہے۔

میرا کا بھی منشا تھا کہ دہندہ کچھ پر
ٹھہرے۔ مگر وہ عورت تھی اور تنہا ہی
ہتی۔ رات کا وقت تھا۔ وہ کس طرح
اپنے منہ سے ایک غیر مرد کو ٹھہرنے کے
لیے کہہ سکتی تھی۔ اگر ایسا کرتی تو وہ ذلیل
سمجھی جاتی مگر افسوس ذلت اور کی نصیب
میں تھی۔

دہندہ۔ کیا تمہارے ہاں کئی جانا ہوا
رواں اس قسم کی کوئی چیز نہ تھی اگر
میں یہاں ٹھہروں تو کچھ اعتراض تو
نہ ہو گا؟

میرا۔ بیشک لوگ اعتراض کرینگے
مگر کچھ ہونا تھا۔ وہ ہو چکا تھا۔ یہاں
آنا ہی لوگوں کے اعتراض کے لیے
کافی ہے۔

دہندہ۔ سو کیا میں یہاں بیٹھ
سکتا ہوں؟

ہیرا نے جواب تو نہ دیا مگر اُس کے بیٹھنے کے لیے جگہ بتادی اور حقہ ہیرا کے آگے رکھ دیا۔ و بندر نے شراب کی بوتل جیب میں سے نکالی۔ اور بلا تامل پی گیا۔ نشہ چوڑھا تو میرا اُسکی آنکھوں میں بہا گئی اور اُسکی آنکھیں اُسے خوبصورت دکھائی دینے لگیں۔ جی بخت ہیرا کی آنکھیں خوبصورت تھیں۔ اُسکی ہیرا اِتری آنکھوں میں جادو بہا ہوا ہے۔ میرا مسکرائی۔ اسوقت و بندر کو ایک کونے میں ایک ٹوٹی ہوئی سرنگی دکھائی دی اُسے اُٹھا کر اُس نے کھا۔ یہ نہ نہ گئی تھیں کھان سے لی؟

ہیرا اپنے ایک فقیر سے سول لی تھا و بندر اُسے بیکر لگانے لگا۔ ہیرا کی آنکھیں اب زور زور سے چمکنے لگیں۔ اور و بندر کی حالت بالکل بھٹل گئی وہ شراب کے نشہ میں مست ہو رہی تھی اور اسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ و بندر اس کا دشمن ہو رہے اور وہ اسکی بی بی ہے اور خدا نے ان دونوں کو ایک

دوسرے کے لیے پیدا کیا ہے۔ بندر اُسکے چہرہ سے تاڑ گیا۔ کہ ہیرا کے دل میں کیا گزر رہا تھا جو کچھ اُسکے زلمین تھا اُسکی آنکھوں سے ظاہر ہوتا تھا۔ مگر میرا جلد اس نشہ سے بیدار ہوئی۔

ہیرا (ہنس کر) میرے گھر سے نکل جاؤ۔ و بندر (حیران ہو کر)۔ میرا کیا معاملہ ہے؟

ہیرا۔ تم میرے گھر سے نکال جاؤ نہیں تو میں چلی جاؤنگی؟

و بندر۔ تم مجھے کیوں نکالتے ہو؟

ہیرا۔ جاؤ۔ جاؤ۔ نہیں تو میں کسی اور آدمی کو بلاؤں گی۔ تم مجھے کیوں ہلکے کرتے ہو؟

و بندر۔ کیا عورت کا یہی خاصہ ہے؟

ہیرا۔ (دھختہ میں) عورت کا خاصہ بُرا نہیں بلکہ تم جیسے آدمیوں کا خاصہ بُرا ہے۔ تمہارا کوئی مذہب نہیں تمہیں دوسروں کی مصیبت کی کچھ پروا نہیں۔ تم صرف اپنی خوشی کی خواہش کا

ہو۔ اور عورتوں کو ہلاک کرنے پہنچیں
 تو تم کیوں یہ گھر بیٹھے ہوئے
 ہو؟ کیا تمہارا ارادہ مجھے ہلاک کے لیکھا
 نہیں؟ تم نے مجھے بازاری سمجھا ہے۔
 نہیں تو تم یہاں بیٹھنے کی جرات نہ کرتے۔
 مگر میں بازاری نہیں ہوں۔ میں
 ایک غریب عورت ہوں۔ اور محنت
 کر کے پیٹ پالتی ہوں مجھے ان بکریوں
 کے لئے فرصت نہیں۔ اگر میں کتھنہ
 ہوتی۔ تو میں نہیں کہہ سکتی کہ کس طرح
 ہوتا۔ روبندر سنجیدہ ہوا اور پیرا
 نرم ہو کر کہنے لگی، تمہاری خوبصورتی
 نے مجھے بیوقوف بنا دیا۔ مگر تم مجھے
 بازاری نہیں خیال کر سکتے۔ تمہارے
 دیدار سے مجھ خوشی حاصل ہوتی ہے
 اور یہی وجہ تھی کہ میں تمہیں یہاں
 بیٹھنے سے منع کیا۔ بیشک میں تمہیں منہ
 نہیں کر سکی تو تمہیں یہاں بیٹھنا لازم
 تھا؟ تم بڑے شہیر ہو تم مجھے ہلاک
 کرنے کے لئے میرے گہرائے سب جلد چلے
 جاؤ۔

روبندر نے برانڈی چڑھا کر بہت
 خوب ہیرا تم نے نہایت عمدہ تقریر کی کیا
 تم چارے برہمنی سچ میں کچھ دوگی؟
 ہیرا۔ اس شخص سے ناراض ہو کر
 میں تمہارا تسخیر برداشت نہیں کر سکتی۔
 اگر تمہارے جیسے بڑے آدمی کے ساتھ
 میری محبت ہو تو وہی میں ہنسی میں نہیں
 اڑائی جاسکتی۔ میں نیکوکار نہیں ہوں
 نہ میں سمجھتی ہوں نیکی کیا ہے۔ میرا دل
 اس طرف مائل ہی نہیں مگر اس بات کی
 دلیل کہ میں بازاری نہیں ہوں یہ
 ہے کہ میں اپنے چال چلن پر مدیہ عائد
 ہونے نہ دوں گی اگر تمہیں میری ذرا سی
 محبت ہوتی تو مجھے اسکی ضرورت نہ
 پڑتی۔ میں پہر کھتی ہوں کہ میں نیک
 نہیں ہوں۔ میں تمہاری محبت کے
 مقابل بدنامی کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتی
 مگر تم مجھے پیار نہیں کرتے پھر میں کیوں
 بدنامی اٹھاؤں۔ کس غرض کے لئے
 میں اپنی خود مختاری چھوڑ دوں اگر
 ایک جوان عورت تمہارے پسند سے

میں پیسے تو تم اُسے جانے نہیں دو گے اور اگر میں بھی تمہاری پرستش شروع کر دوں۔ تو تم منظور کرو گے۔ مگر تم مجھے بہول جاؤ گے اور اگر یاد بھی کرو گے تو دوستوں کے سامنے مجھ پر ہنسی ڈالو گے۔ پہر کس لئے میں تمہاری تابعدار بنوں اگر ایسا دن آیا۔ کہ تم مجھے محبت کرنی سیکھے۔ تو میں تمہاری لونڈی ہو جاؤں گی۔ و بند رہ۔ پھر میری محبت اس طرح آسکا ہو گئی۔ اور دل میں کہنے لگے۔ خوباب دیکھو تمہیں کیسے لُج بچاتا ہوں۔ اب تمہارے ذریعہ بھی اپنا کام نکال کر دوں گا۔ انہیں خیالات پر و بند رسوچتا ہوا چلا گیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ و بند بھی ہمارے حال پر پورا باخبر نہ تھا۔

اپنے سونے کے کمرہ میں بیٹھی ہوئی غالیچہ سی رہی تھی۔ ستیش بابو کے سوا کسی پاس کوئی نہیں۔ وہ بھی اپنی کہیلوں میں مصروف تھا۔ پیسے تو وہ مان کی دوز کی طرف چپا۔ مگر اسے محفوظ پاکر مٹی کر کھلونے کا سرچ کرنے لگا۔ اس سے کچھ فاصلے پر ایک بلی پیسے پھیلائے ہوئے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی وضع سنجیدہ تھی اور اس کے چہرہ سے منانت اور دانائی کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ غالباً وہ یہ سوچ رہی تھی کہ انسانی مخلوق کی حالت بڑی خطرناک ہے۔ ہمیشہ غالیچہ سینے مٹی کے کہیلوں سے کیلئے اور انہی سم کے فضول کا منہ میں مصروف رہتے ہیں۔

بیسوال باب

خوشخبری

دوپہر کا وقت تھا۔ سریش بابو دفتر میں تھا مگر کے آدمی کہا تا کہ کہنے کے بعد سترحت فرما رہے تھے کل مانی

مائل ہوتے ہیں۔ بعد ازیں انکا کیا حال ہو گا۔ سامنے کی دیوار پر ایک چپکلی کہیوں کی گہات میں لگے ہی

تہیں ہا کے لیے دفر میں نہیں جانا
چاہیے۔ خبر دار کہی ست جاؤ نہیں تو
ہو دو پہر ہوتے ہی رونا شروع کر دگی
ستیش بابو بہو کی لفظ کو سمجھتا تھا
کسل مانی اسے چپ کر اس کے لیے
اکثر کھاکرتی تھی بھو آجائے گی انہیں
پیٹے گی

ستیش۔ ”بہو پیٹے گی“

کسل۔ ”خوب یاد رکھو۔ اگر تو دفر میں
گیا۔ تو بہو تجھے مارے گی۔“

معلوم نہیں کس قدر عرصہ تک یہ گفتگو
شروع رہی مگر اس وقت ایک خادمہ
آنکھیں ملتی ہوئی آئی اور ایک چٹھی
کسل مانی کے ہاتھ دے گئی۔ کسل مانی نے
دیکھا کہ چٹھی سوچ کھی کی ہے اسے اسے
دو بار پڑھا اور حیران ہو کر بیٹھ گئی۔

اسمین لکھا تھا۔ ”خدا ہر سریر“
جس دن سے تم کلکتہ چلی گئی ہو تنے
مجھے ہلا دیا ہے۔ نہیں تو کیا وجہ ہے
کہ اب تک کوئی خط تمہاری طرف سے

مجھے نہیں پہنچا کیا تم نہیں جانتیں کہ

تھی۔ ایک تنہی کمرے میں اڑ رہی تھی
اور جس جگہ ستیش بابو ٹھہرائی کہنا
تھا۔ وہاں تو بکھیر کا ہجوم لگا رہا
تھا۔ چیونٹیاں اپنا حصہ لینے کے لیے جمع
ہو رہی تھیں۔ چند خطوں میں چپکلی
شکار نہ پا کر اور طرف چلی گئی۔ بلی بھی
بلی آدم کی حالت سنوارنے کی کوئی
راہ نہ پا کر ٹھنڈی سانس بہہ کر چلی
تھی بھی پر مار کر کمرہ میں سے باہر
چل گئی۔ اور کسل مانی نے کام سے
تہا کر کام ہاتھ سے چھوڑ دیا اور
ستیش بابو کے ساتھ باتیں کرنے
لگی۔

کسل مانی۔ اوہ ساتھ بابو! کیا تو
بتا۔ کس ہے کہ لوگ نتر میں کیوں
جاتے ہیں؟

ستیش۔ سلی۔ لی۔ بلی۔
کسل دیکھو۔ خبر دار دفر میں نہیں
نہ جانا۔

ستیش۔ ”اے۔ اے۔“
کسل۔ ”اے۔ اے۔“

مجھے تمہارے خط کا ہمیشہ انتظار رہتا ہے۔
تم یہ سن کر خوش ہو گئی کہ گنہ گھر
واپس آ گیا ہے۔ علاوہ اسکے ایک
دوسرے خوشخبری سنائی ہوئی کہ غفر میر
میرا شوہر گنہ گھر کے ساتھ شادی کیا۔
میں نے خود اس شادی کا انتظام کیا۔
شادی کے بعد نکاح کی شادی جائز
ہے۔ میرا زمین کیا ہر جہ سے؟ شادی
دو تین دن میں ہو جائے گی تم قوت
پر نہیں پہنچ سکو گی نہیں تو میں کچھ
خبر دے دلاتی۔ اچھا اگر آسکو۔ تو پہلے سنا
کی۔ ہم کے وقت آجانا میں نہیں دیکھ
کی، رز د مند ہوں۔

کمل مانی چٹھی پڑھ کر حیران ہوئی۔
اور اسکا مطلب سمجھی اس پر وہ سٹیش
بابو کے ساتھ کلام کرنے لگی جو اس وقت
ایک کن بکتر رہا تھا کمل مانی نے
اسے چٹھی پڑھ سنائی اور کہا تیر
بابو مجھے اسکے معنے بتاؤ سٹیش بابو
ماتا اپنی طرف چہک کر کھکھڑا ہوا
اور اسکا دہنہ پڑنے میں مشغول ہوئی

مگر جلد خط کو یاد کر کے کہنے لگی۔ یہ کام
سٹیش بابو کی یاقت سے باہر ہے۔
میں اپنے وزیر کے ساتھ مشورہ کر دینی
کیا وہ نہیں آئے گا اٹھو بچے میں
تنگ ہو رہی ہوں۔

مقررہ وقت پر سٹیش چندر دفتر سے
واپس آیا اور کپڑے بدلے کمل مانی
نے اسکی ضروریات ہم پہنچا دیں
اور آپ سامنے چار پانی پچھ چاہے
لیٹ رہی۔ سٹیش چندر یہ حالت دیکھ کر
مسکرایا۔ اور حقہ سے مخاطب ہو کر کہنے
لگا۔ ”اے حقہ تیرے پیٹ میں ٹھنڈا
پانی ہے۔ اور سر پر آگ ہے۔ تو گواہ
رہو۔ اور اس ترش رو کے کہہ س مجھ سے
گفتگو کرے نہیں تو میں گھنٹوں حقہ پیتا
رہوں گا۔“

کمل مانی۔ رائٹر کے ساتھ گفتگو
کرنا عجب ہے تم حقہ میں مشغول ہو
بابت کس طرح سو گئے۔ یہ کہہ کر اسنے
حقہ اٹھا دیا۔ اور سوچ گئی گئی چٹھی۔
اسے دیکر کھا اسکے معنے مجھے جلد بتاؤ۔

نہیں تو میں تمہاری تنخواہ کاٹ دوں گی۔

سریش۔ بلکہ بہتر ہے کہ ایک ماہ کی بجائے پیشگی دید و نہیں تو میں منے نہیں بناؤں گا۔

کمل مانی نے سریش کے منہ کے ساتھ منہ ملا دیا اور سریش نے اپنی تنخواہ پیشگی لے لی۔ پہر چھٹی کو لی اور پڑ بکر کہا یہ مذاق ہے۔

کمل مانی۔ ”چھٹی یا تمہارا کہناؤ۔“
سریش۔ ”چھٹی۔“

کمل مانی۔ ”میں آج تمہیں موقوف کر دوں گی۔ تم میں ذرا عقل نہیں۔ کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ ایک عورت اس طرح کا مذاق کر سکتی ہے؟“
سریش۔ ”یہ ناممکن ہے کہ یہ سچ ہو۔“

کمل مانی۔ ”مجھے فکر ہے کہ یہ سچ ہے۔“

سریش۔ ”یہ کس طرح سچ ہے؟“
کمل مانی۔ ”مجھ کو خوب یاد ہے کہ میری

اس شادی پر زور دیا ہے۔
سریش چندر۔ (تامل کے بعد) میں اسے تمام دکان نہیں سمجھ سکتا۔
تم کیا کہتی ہو؟ کیا میں نگیندر کو بھول گیا ہوں؟
کمل مانی نے رضامندی ظاہر کی اور سریش چندر نے چٹھی لکھی اس چٹھی کا جواب نگیندر نے یہہ دیا۔ ”بہائی مجھ سے نفرت نہ کر۔ مگر اس العجا کا کیا فائدہ ہے؟ جو حقیر ہے۔ افسے حقیر سمجھا جائیگا۔ میں ضرور یہ شادی کروں گا۔ اگر مجھ کو ساری دنیا چھوڑ دو تو بھی میں اس شادی سے باز نہیں رہوں گا۔ نہیں تو میں پاگل ہو جاؤں گا اور اب بھی میں دیوانہ پن کے قریب ہوں۔ تمہارے لئے مجھ کو اس کام سے باز رکھنے کی کوشش کرنا فضول ہے لیکن اگر تم بحث کرنا چاہو۔ تو میں تیار ہوں۔ اگر کوئی شخص بیوگان کی شادی کو ناجائز قرار دے۔ تو میں افسے یہ کہوں گا کہ وہ بایاگر کار سالہ پڑھے۔ جب ایسا عالم د

فامسل شخص قرار دیتا ہے۔ کیونکہ
 کی شادی شاستریں جائز ہے۔ تو
 کون اس کی تردید کر سکتا ہے
 اگر تم یہ کہو کہ گو شاستریں جائز ہیں
 مگر سوائشی میں اس کا رواج نہیں۔
 اور یہ کہ اگر میں ایسا کروں گا۔ تو
 براوری سے خارج کیا جاؤنگا۔
 تو میرا جواب یہ ہے کہ کون مجھے
 گووند پور میں براہمی سے خارج
 کر سکیگا؟ یہاں براہمی کا سرگردہ
 میں ہوں۔ مجھے اس سے کون
 نکال سکتا ہے؟ مگر پھر بھی تم لوگوں
 کی خاطر میں شادی مخفی طور پر کرونگا
 اور کسی کو اسکی اطلاع تک نہ ہوگی
 تم کہتے ہو کہ دوشادیاں اخلاق کے
 خلاف ہیں۔ بہائی تم کس طرح جانتی
 ہو۔ کہ یہ فعل اخلاق کے خلاف ہے
 تم نے یہ سلسلہ انگریزوں سے سیکھا
 ہے۔ مگر ہندوستان میں ایسا خیال
 نہیں کیا جاتا۔ کیا انگریز ناقابل خط
 ہیں؟ انہوں نے یہ سلسلہ مسیحی
 شریعت سے لیا ہے۔ مگر ہم مسیحی
 شریعت کو خدا کا کلام نہیں سمجھتے۔
 پھر ہم کس طرح دوشادیوں کو اخلاق
 کے برخلاف کہہ سکتے ہیں؟ تم شاید
 یہ کہو گے۔ اگر ایک آدمی دوعورتیں
 کر سکتا ہے۔ تو کیوں ایک عورت
 دوعاد نہیں کر سکتی۔ جواب یہ ہے۔
 کہ عورت کے ایسا کرنے سے ایسی
 قباحتیں پیدا ہونگی جو مرد کے ایسا
 کرنے سے ہرگز نہیں ہوتیں۔ اگر
 ایک عورت کے دوشوہر ہوں۔ تو
 ان کے بچوں کا کوئی سرپرست نہ ہوگا
 اور یہ نہیں معلوم ہوگا کہ وہ کس مرد
 کی اولاد ہیں۔ جب کہ ایک شوہر کی
 دوعورتیں ہوں۔ تو یہ مشکل نہیں
 پیدا ہوتی۔ اگر اس قسم کے اعتراض
 پیش کر دو گے اور کہو گے کہ جس سے
 لوگوں کو رنج پہونچے۔ وہ بات
 اخلاق کے خلاف ہے۔ اگر تم یہ
 خیال کرتے ہو کہ دوعورتوں کو رکھنا
 اخلاق کے خلاف ہے۔ تو بتاؤ اس

سے اوروں کو کیا پہنچتا ہے۔
 تم غالباً میرے گھر کی بے مزگی پیش
 کرو گے۔ مگر میں تمہیں اس کا جواب
 دیتا ہوں کہ میں بے لولاد ہوں۔ اب
 اگر میں مر جاؤں تو میرا نام لیوا کوئی
 نہ رہے گا اگر شادی کر لوں۔ تو
 مجھے اولاد کی امید ہو سکتی ہے۔ کیا
 یہ بات معقول نہیں ہے؟ مان ایک
 امر باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ میں
 اپنی پیاری بیوی سوچ کبھی ناراض
 نہ کروں۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ سوچ
 کبھی ناراض نہیں۔ اس نے خود یہہ
 انتظام کر دیا ہے اور سرگرمی سرکوشش
 کر رہی ہے کہ اب کونسا اعتراض باقی
 رہ گیا ہے اور مجھ پر کیا الزام آ سکتا
 ہے؟
 کلانی نے جب چٹھی پڑھی تو کہا۔
 ”خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کس لحاظ سے
 قصور وار ہو سکتا ہے۔
 وہ دھوکے میں ہے میں خیال کرتی
 ہوں کہ مرد کچھ نہیں سمجھتے۔ خواہ
 کچھ ہی ہو۔ میرے شوہر انتظام جلد
 کرو۔ ہم گووند پور جائینگے۔“
 سمریش۔ ”مگر کیا تم شادی کو روک
 سکو گی؟“
 کل۔ ”اگر نہیں۔ تو بہائی کو قدیموں
 میں مر جاؤ گی۔“
 سمریش نے نہیں ایسا نہیں چاہیے
 بہتر ہو کہ ہم نئی بی بی کو یہاں لے
 آئیں۔ اچھا کوشش تو کریں۔“
 اسپر دونوں نے سفر کی تیاری کی۔
 اور دوسرے دن کشتی میں سوار ہو کر
 گووند پور پہنچ گئے۔
 گھاٹ پر کچھ عورتیں پانی لینے آئی
 ہوئی تھیں۔ اور کلانی نے چاہا
 کہ ان سے شادی کا احوال دریافت
 کرے۔ مگر مناسب نہ سمجھ کر خاموش
 رہی۔ اور جلد جلد گھر آئی۔ آتے
 ہی سوچ کبھی کو پوچھا اور معلوم
 ہوا کہ وہ اپنے سولے کے کمرہ
 میں ہے۔ کلانی دامن پہنچی
 مگر سوچ کبھی دامن نہ تھی۔ آخر ش

اکیسواں باب

سوچ بھی اور کمل مانی

جب شام کو دو نو نے دل پر قابو
پایا اور رونا ختم ہوا تو سوچ بھی
نے کل واقعات شادی کے بیان کئے
کمل مانی - (میران ہو کر) یہ شادی
تمہاری ہی کوشش سے ہوئی - تم نے
اپنی جان قربان کی !

سوچ کہی - میں کیا ہوں ؟ ذرا
اپنے بہائی کے چہرے پر نظر کر - کس
خوشی سے چمک رہا ہے - اسو اس
شادی سے کس قدر خوشی حاصل
ہوئی ہے ! اگر میری آنکھوں نے اُسے
خوش کیا تھا - تو کیا میری جان نے
اوسے نہیں خوش کیا ؟ وہ خوش
نہ ہوتا - تو میرے لئے کیا خوشی تھی -
میں تو مرجانا اچھا سمجھتی ہوں نہ نسبت
اس کے کہ اوسو ناخوش دیکھوں
میں اُسے ہر روز غمگین اور سلف غمگین
دیکھتی تھی وہ تیار تھا کہ کہیں نکل جائے

ادھر ادھر تلاش کرتے اوسو کپڑی
میں سر جھکائے بیٹھے پایا - سوچ بھی
سرنگون تھی مگر جب پاؤں کی آہٹ
سنی - تو اٹھ بیٹھی - اوس کے چہرے
کا رنگ زرد ہو رہا تھا - آنکھیں اندر
گھس گئی ہوئی تھیں اور اوسکی حالت
اگر مہر ہو ہی تھی - کمل مانی سمجھی کہ
شادی ہو چکی ہے اور اُس نے پوچھا
کب ہوئی ؟ سوچ بھی نے افسوس
کے ساتھ کہا - ”کل“ - پھر دونو بیٹھ
گئیں اور دونو رونے لگیں - اسوقت
گیندر اپنی نشست گاہ میں بیٹھا ہوا
دل میں خوشی سو کر رہا تھا -

”کند اندنی ! کند امیری ہے !“
کند امیری بی بی ہے - کند کند
وہ بیشک امیری ہے ” سریش چندر
اوس کے پاس آیا مگر نگیندر
کچھ نہ بولا اور دل ہی دل میں
کہنے لگا ”سوچ بھی نے خود میری شادی
کند کے ساتھ کر دی ہے - اب
میری خوشی کا کون مزاحم ہو سکتا ہے ؟“

پہر میرے لئے کون سی خوشی باقی رہ گئی تھی۔ میں نے اُسے کہا۔ ”میرے صاحب! تمہاری خوشی میں میری خوشی ہے اگر تم کنڈا سے شادی کر لو تو میں راضی ہوں۔“ اسپر اُس نے اُس سے شادی کر لی۔“

کمل مانی۔ ”او کیا تو خوش ہے؟“

سو ج مکھی۔ ”تو کیوں یہ سوال کرتی ہے؟ میں کیا ہوں؟ اگر میں اپنے شوہر کو پتھروں سے ہٹیس کھاتے دیکھتی تو اپنے آپ کو ملامت کرتی کہ میں نے کیوں اپنا جسم پتھروں پر نہ ڈال دیا تاکہ اوس کے پاؤں کو پتھروں سے چوٹ نہ لگتی (تال کے بعد) کمل کس ٹمک میں۔ عورتیں بچپن میں ہی مار ڈالی جاتی ہیں۔“

کمل مانی۔ (اسکا مدعا سمجھ کر) تمہیر اس سے کیا غرض؟ کہ کس ٹمک میں عورتیں بچپن میں ہی مار ڈالی جاتی ہیں ہر ایک کی قسمت میں جو لکھا ہے وہی پیش آئے۔

سو ج مکھی۔ ”مگر مجھے بڑا کون شرمست تھی؟ مجھ سے بڑھ کر کون خوش نصیب تھی؟ اچھا کس کا شوہر میرے شوہر سے اچھا تھا۔؟ خوبصورتی اور دولت کو الگ رکھ نیک اوصاف میں کون اُس کا نظیر تھا؟ میری قسمت بڑی اچھی تھی۔ اب کیونکر ٹیٹ لگئی؟“

کمل۔ ”یہ بھی قسمت ہی ہے۔“

سو ج مکھی۔ ”پہر میں کیوں بچ اٹھا رہی ہوں؟“

کمل۔ ”تم ابھی کہتی تھیں کہ شوہر خوش چہرہ دیکھ کر تم خوش ہو۔ اب تم بچ اٹھانے کا ذکر کرتی ہو۔ کیا دواؤں باتیں درست ہیں۔؟“

سو ج مکھی۔ ”بیشک دونو درست ہیں۔ شوہر کی خوشی دیکھ کر تو میں خوش ہوں۔ مگر اوس نے مجھے دل سرنگال پہینکا ہے اور مجھے پہینک کر خوش ہو رہا ہے۔ اسی سے میرا دل جلتا ہے۔“

کمل بانی۔ ”اسی سر تمہارا دل جلتا ہے۔ تو تم کیوں کہتی ہو۔ میں کیا ہوں“
 اول ہی سے تو تم اب تک اپنے حقوق کا خیال کر رہی ہو۔ نہیں تو اپنے آپ کو قربان کر کے کیوں پشیمان ہوتیں۔“
سورج۔ ”میں پشیمان نہیں ہو رہی اس میں شبہ نہیں کہ جو کچھ میں نے کیا درست کیا۔ مگر مرنے میں دکھ بھی ہوا کرتا ہے میں نے سمجھا کہ مجھ کو ایسا کرنا چاہیئے اور میں نے کر دیا مگر اب کیا اس کئے پر تمہارے سامنے بھی نہ روؤں؟“
کمل بانی نے سورج کبھی کا چہرہ چھاتی سے لگا لیا اور دو نوپھر رونے لگیں۔ پہلے تو وہ زبان سے باتیں کر رہی تھیں۔ اب دل سے کرنے لگیں۔ کمل بانی کا دل خوب سمجھتا تھا کہ سورج کبھی کی حالت کیسی مصیبت زدہ ہے اور وہ کس رنج میں ہے؟ سورج کبھی کا دل گواہی دے رہا تھا۔ کہ کمل بانی اس کی مصیبت کی قدر کر رہی ہے۔
 جب رونام ختم ہوا تو سورج کبھی نے اپنا حال الگ رکھ کر ستیش بابو اور سریش چندر کا حال پوچھا اور اس طرح مختلف باتیں ہوتی رہیں پھر ستیش کو گود میں لیکر پیار کیا اور کہا مجھے اور کوئی دعا دینی تو آتی نہیں صرف یہ دیتی ہوں کہ خدا تمہیں اپنے ناموں کی سی فراست اور نیک اوصاف دے۔ کمل بانی نے اس دعا غینے سے کچھ اور سمجھا اور حیران ہو کر کہا بھو۔ تیرے دل میں کیا ہے۔ مجھ کو کہ دو۔“
سورج کبھی۔ ”کچھ نہیں۔“
کمل۔ مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔“
سورج۔ چھپانے کی کوئی بات نہیں۔ کمل بانی مطمئن ہو کر چلی گئی۔ مگر سورج کبھی نے عداؤد کا راز چھپا کر کہا تھا۔ جو صبح کمل بانی پر ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ کمل بانی صبح کو سورج کبھی کے سونے کے کمرے میں آئی۔ تو اسے دمان نہ پایا اور ایک چٹنی

اوس کے بسترے پر پڑی ہوئی دکھائی دی۔ کل مانی کا ماتھا ہنکا۔ وہ تاڑ گئی۔ کہ سوچ کبھی بھاگ گئی۔ پشانی پر ماتھا لڑکھڑکھ رہا۔ وہ بسترے پر بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔ ”میں بڑی بیوقوف تھی۔ کہ کل رات اوس سے جدا ہوتے وقت یونہی مطمئن ہو گئی۔ میرا شبہ درست تھا۔“ ستیش بابو بھی جو مانی کی خوشی اور سچ کا شریک تھا۔ اوس کے ساتھ رونے لگا۔ آخر کار کل مانی نے چٹھی کہولی اور پڑا۔

”جس دن میں نے اپنے شوہر سے سنا کہ وہ کُندا منڈنی کے لئے مرا جاتا ہے اور عنقریب پاگل خانہ میں چلا جائیگا۔ اوس دن سے میں نے یہ ارادہ کر لیا۔ کہ اگر کُندا مجھ پر مل جائے تو اوس سے اپنے شوہر کی شادی کر دوں گی اور جب شادی ہو جائیگی تو آپ گھر چھوڑ کر کہیں چلی جاؤں گی۔ کیونکہ میں اپنے شوہر کو کُندا منڈنی کا شوہر دیکھ کر برداشت نہیں کر سکوئی اور میں نے

سب کچھ کر دیا ہے۔“

میرا ارادہ تو یہ تھا کہ جس دن شادی ہو۔ اُسی دن نکل جاؤں۔ مگر میری یہ خواہش تھی کہ ذرا اپنے شوہر کی خوشی بھی دیکھ لوں۔ اور ماسولے اس کے تمہیں بھی ایک دفعہ ملوں۔ سو یہ خواہش پوری ہو گئی ہیں۔ اور میں چلی گئی ہوں۔“

”جس وقت تمہیں یہ چٹھی ملیگی۔ میں تم سے بہت دور ہوئی۔ میں نے تمہیں یہ راز اس لئے نہیں بتایا تھا۔ کہ تم مجھے نہیں جانے دو گی۔ اب میں ایک بات کی تم سے آرزو کرتی ہوں اور وہ یہ کہ میری جستجو نہ کرنا۔ مجھے امید نہیں کہ میں پھر تمہیں دیکھ سکوں گی۔ جب تک کُندا وہاں ہے۔ میں نہیں آؤں گی۔ اور میری تلاش بھی کرو گے تو مجھے نہ پاؤ گے۔ اب میں ایک غریب آوارہ خانان ہوں۔ فقیر کے لباس میں در بدر پھروں گی۔ بکری کے انگ کر

گزارہ کر دینی۔ میں چاہتی تو کچھ نقدی
 ساتھ لے آتی۔ مگر میں نے ایسا پسند
 نہیں کیا۔ جب شوہر چھوڑ دیا تو اُس
 کے روپیہ سے کیا واسطہ رہا۔ میرا ایک
 کام ضرور کر دینا۔ وہ یہ کہ میری طرف
 سے میرے شوہر کو جھک کر سلام کرنا۔
 میں نے اسے بھی خط لکھنے کی کوشش
 کی تھی۔ مگر نہ لکھ سکی۔ آنسوؤں کی وجہ
 سے میری آنکھیں تاریک ہو گئیں۔
 اور کاغذ خراب ہو گیا۔ جو کچھ میرے
 دل میں ہے وہ کاغذ پر مجھ سے
 نہیں لکھا جاسکتا۔ خیر اسے میرے
 چلے جانے کی اطلاع دیدینا۔ اور یہ
 بھی کہ دینا کہ میں غصہ سے نہیں گئی۔
 میں اس سے ناراض نہیں ہوں۔ کیا
 میں اس سے ناراض ہو سکتی ہوں۔ جسے
 دیکھ کر باغ و بلع ہوئی ہوں۔ جس کو اس
 قدر میں پیار کرتی ہوں اور جسکی میر
 تادم حیات غلام رہون گی۔ میں کہی
 اس کا نیک برتاؤ فراموش نہیں کر سکتی۔
 بھئی میں اس قدر اوصاف حمیدہ نہیں

ہیں۔ اگر ایک قصور پر اس کے سارے
 نیک اوصاف فراموش کر دوں۔ تو
 میں اس کی عورت ہونے کے
 لائق نہیں ہوں۔ میں اسی آخری
 الوداع کہتی ہوں۔ اور یہ کہتی ہوں
 جو کچھ میرا تھا۔ اس سے دست بردار
 ہوتی ہوں۔ تم سے بھی میں آخری
 الوداع کہتی ہوں۔ اور تمہیں دعا
 دیتی ہوں کہ تمہارا شوہر اور بیٹا
 ہمیشہ زندہ رہے۔ تم ہمیشہ خوش
 رہو اور ایک اور دعا دیتی ہوں۔
 جو مجھے کسی نے نہیں دی۔ وہ یہ
 کہ جہنم تمہارا شوہر عتے محبت
 ترک کرے۔ اسی دن تو مر جائے۔“

بائیسواں باب

زہر ملا درخت کیا ہے؟

زہر ملا درخت جسکی پیدائش کا
 تذکرہ سمیعہ بیچ سے لیکر پہنچا
 ہونے تک کیا ہے۔ ہر ایک گھیر

پایا جاتا ہے۔ اس کا بیج ہر ایک کہیت
 میں بویا جاتا ہے۔ کوئی انسان نہیں
 خواہ وہ کس قدر دانا کیوں نہ ہو جس کے
 دل میں غم، حسد اور خواہش کا جوش
 نہ اُٹھے مگر بعض ایسے ہیں جو اس جوش
 کو شروع میں ہی دبا دیتے ہیں اور اس
 پر غالب آجاتے ہیں۔ وہی بڑی آدمی
 کہلاتے ہیں بعض کو یہ طاقت حاصل
 نہیں ہوتی۔ اور دماغ نہ ہر لادخت
 انگنا شروع ہو جاتا ہے سلف کنٹرول
 (یعنی آپ پر قادر ہونا) کی عدم موجودگی
 اس بڑے درخت کا تخم ہے اور یہی
 اوس کے بڑھنے کا موجب ہے۔ چرخت
 بڑا مضبوط ہوتا ہے۔ ایک دفعہ اوس نے
 جڑ پکڑ لی تو پھر اوس کا اوکھا نامحال
 ہو جاتا ہے۔ اسکی صورت دیکھ کر میں
 خوشنما ہے دور سے اس کے رنگ
 رنگ کے پھول اور کھیاں آنکھ کو اچھی
 معلوم ہوتی ہیں۔ مگر اوس کا پہل مہلک
 ہوتا ہے۔ جو کھاتا ہے مر جاتا ہے۔
 مختلف سرزمینوں میں نہر لادخت

مختلف پہل لڑا ہے۔ بعض طبیعتوں
 میں غم۔ بعض جگہ جاری لوزن بجگہ
 اور پہل لڑا ہے۔ جو شوق پر غالب
 آتی ہے کے لئے استقلال اور طاقت
 کی ضرورت ہوتی ہے۔ طاقت تو
 فطرتی ہونی چاہیئے۔ مگر استقلال
 کی تربیت ہونی چاہیئے۔ تربیت
 کا اثر فطرت پر بھی جا پڑتا ہے۔
 اس لئے تربیت سلف کنٹرول کی
 جڑ ہے۔ میری مراد اس تربیت سے
 نہیں جو مدرسوں کے استاد دیا کرتے
 ہیں۔ مگر دل کا نہایت کامل استاد
 تحمل اور برداشت ہے۔ بھیگندہ
 نے یہ تعلیم نہیں پائی تھی۔ خدا نے
 ابتدائی میں اوسے ہر طرح کی خوشی
 کا مالک بنا دیا۔ شکل خوبصورت۔
 بے شمار دولت جسمی صحت۔ دنیاوی
 تعلیم۔ ہر دلعزیز خواہ نعمت گند عورت
 یہ ساری چیزیں ایک آدمی کو بے شکل
 نصیب ہوتی ہیں۔ مگر گنبد کو قدرت
 نے سب کچھ عطا کر رکھا تھا۔ سب

ضروری بات یہ ہے کہ نگیندر خوش فریاد
 تھا۔ وہ راست باز صادق مگر زندہ دل
 تھا۔ وہ فیاض مگر منصف تھا وہ سخی
 مگر وہ اندیش تھا۔ وہ محبت کو پسند
 مگر پسینے فرض کا پابند تھا۔ ماں باپ
 کی زندگی میں وہ ابنِ سب اوصاف کا
 مالک رہا۔ عورت کے ساتھ محبت
 وہ ستوں کے ساتھ اسے الفت تھی۔
 نوکروں پر مہربان۔ بیکسوں پر رحمدل۔
 دشمن پر فیاض۔ مصلح میں دانا۔ موافق میں نرم۔
 معتبر گفتگو میں نرم۔ اور مذاق میں زندہ
 دل تھا۔ ایسی فطرت کا طبعی اجرا تھا۔
 درجہ کی خوشی تھا۔ یچین سے ہی نگیندر
 گھر میں محرزِ باہرنا مود تھا۔ نہ مت گار
 نوکر پا کر اس کے ہمراہ رہتے تھے۔
 اگر اس قدر خوشی اسے میسر نہ ہوتی تو
 وہ ستے بیچ میں نہ پڑتا اور اگر ستے یادہ
 بیچ نہ ہوتا تو وہ اپنا جو شغل نکالنے کی
 کوشش نہ کرتا۔ کہہ اچے آنکھ ڈالو
 بیشتر وہ اس دلم سے آگاہ نہ تھا کہ
 اس منزل سے محض ہفت گنا تھا۔ اور

اس لئے وہ جوش ضبط کر کے نہیں
 سے واقف نہ تھا اور جب سلف
 کنٹرول کا وقت آیا۔ تو دل میں ضبط
 کی طاقت ہی نہ تھی۔ انتہا درجہ کی
 خوشی اکثر بیخ کا باعث ہوتی ہے۔
 اور جب تک بیخ نہ ہو۔ خوشی کی قدر
 نہیں ہو سکتی۔ اس سے یہ مراد نہیں
 کہ نگیندر بے قصور تھا۔ نہیں اس
 نے بڑا قصور کیا تھا۔ بعد ازاں اس کی
 پاباش بھی اسے بہانگی پڑی۔

میمسوان باب

جستجو

ایہ بات کے بیان کرنے کی کچھ
 ضرورت نہیں کہ جب سورج کبھی کے
 بہاگ جانیکی خبر گھر میں پہنچ گئی۔
 تو کثرتِ لوگ اسکی تلاش میں بھیجے
 گئے۔ نگیندر میریش چندر۔ اور
 کل مانی نے پار طرف آدمی دوڑا
 دیئے۔ غلام عورتوں سے پانی

میریش چندر۔ اور
 کل مانی نے پار طرف آدمی دوڑا
 دیئے۔ غلام عورتوں سے پانی

کے گھر سے جو وہ گھاٹ سر لا رہی تھیں۔ پہنیک ڈیے اور تلاش میں چلی گئیں۔ مندوستانی دریاں ٹپٹپا لے دوڑے گئے۔ خانساہر تو لیا کندھے پر ڈالے اور چاندی زنجیر کمر میں پہنے۔ بالکہ کی جستجو میں نکلے اور بعض رشتہ دار گاڑیوں پر سوار ہو کر گئے۔ اور گاؤں والے گھاٹ کی طرف جانکلے۔ بعض درخت کے نیچے بیٹھ کر کونسل کرنے لگے اور بعض مختلف مقامات ڈھونڈنے لگے۔ گاؤں کے لڑکے بھی ادھر ادھر دوڑتے پھرتے تھے انہیں یہ بھی خوشی تھی کہ مدرسہ جانے سے بچ گئے۔ پہلے تو سریش چندر اور محل مانی نے نگینہ کو یہ تسلی دی کہ اُسے چلنے کی مطلق عادت نہیں۔ کہاں تک چلی جائیگی۔ بڑی بہا داری کی تو ایک میل یا دو میل کہیں قریب ہی بیٹھی ہوگی اور ابھی آجائیگی۔

مگر جب دو تین گھنٹے گزر گئے اور سورج کبھی نہ اُسی تو نگینہ خود ڈھونڈنے لگلا۔ دھوپ میں کچھ دیر پھرتا رہا۔ مگر آخر ایک جگہ کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ ”میں تو یہاں پہرہ ماہوں اور وہ کوئی شبہ نہیں کب کی گھر میں پہنچ گئی ہوگی۔ اس پردہ گھر آگیا۔ مگر کوئی خبر نہ پا کر پیر بار نہ نکلا۔ اور اسی طرح دن گذر گیا۔ فی الواقع سریش چندر نے سچ کہا تھا۔ سورج کبھی پیادہ کبھی نہ چلی تھی اور کہاں تک جاسکتی تھی۔ گھر سے صرف ایک میل کے فاصلہ پر ایک آم کے درخت کے نیچے ایک تالاب کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ ایک خانساہر جو عورتوں کے محل میں آیا جایا کرتا تھا۔ اوسے ڈھونڈتا ہوا وہاں آ نکلا۔ اوسے پہچان کر کہنے لگا۔ ”کیا آپ گھر نہیں چلی گئی“ سورج کبھی نے جواب نہ دیا۔ اوس نے پھر کہا۔ ”میں آپ کی منت

کرتا ہوں کہ گھر میں غلطیوں پر مبرا ہو جائے
 سوچ کبھی سڑھہ ہو کر، تو کون
 سمجھے بیچا نیوالا ہے ؟
 سوچ کبھی "تمہاری مالکہ کون ہے؟"
 بوڑھی - اور کون ؟ بابو کی
 عورت ۔

خانساں ڈر گیا۔ مگر وہیں کھڑا اور
 سوچ کبھی نے کہا - اگر تم یہاں سے
 نہیں جاؤ گے - میں تالاب میں کود
 کر جان دید دگی "خانساں ناچار
 مجبور ہو کر واپس چلا گیا اور گیندر کو
 اطلاع دی - گیندر پالکی لیکرواں آیا
 مگر سوچ کبھی کو نہ پایا - اوس نے
 ادھر ادھر تلاش کی مگر کچھ پتہ نہ ملا
 سوچ کبھی وہاں سے نکلا کر جنگل میں
 چلی گئی تھی - ایک بوڑھی عورت
 لکڑیاں چنتی ہوئی اوس سے دوچار
 ہوئی - اوس نے سن رکھا تھا کہ جو
 شخص سوچ کبھی کو ڈھونڈ کر لائیگا
 اسے انعام ملیگا۔

بوڑھی عورت - کیا تو چاہی مالکہ
 نہیں۔
 سوچ کبھی "نہیں مائی"
 بوڑھی "نہیں تو ہی چاہی مالکہ ہے
 سوچ کبھی "تمہاری مالکہ کون ہے؟"
 بوڑھی - اور کون ؟ بابو کی
 عورت ۔
 کوئی زیور پہنا ہوا ہے جس سے
 میں بابو کے گھر کی عورت معلوم
 ہوتی ہوں ۔
 بوڑھی - بیشک یہ درست ہے
 تو چاہی مالکہ نہیں ہے ؟
 اسی طرح دن گذر گیا - رات کو بھی
 کچھ پتہ نہ لگا - دودن اور بھی گذر
 گئے - مگر تلاش برابر جاری تھی -
 مردوں میں سے شاذ و نادر ہی
 کسی نے سوچ کبھی کا چہرہ دیکھا ہوا
 تھا - اس لئے وہ جس عورت
 کو پاتے - سوچ کبھی سمجھ کر گیندر
 کے پاس لے آتے - یہاں تک کہ
 سب سے اہم شخص کی لڑکیاں ڈر کے
 اسے گھاٹ پر جانے سے باز
 رہیں - کیونکہ اگر تو کسی کی عورت
 کر دیکھ یا تے تو اس کے پاس

آجاتے اور کہتے تھا کرانی گھر چلو“
 اور اسے پانی بھرنے سے روک کر
 پانکی میں بٹھاتے۔ اور گیسندہ کے
 پاس اٹھاتا۔ بہت سی عورتیں
 جو پانکی کی سواری کی مشتاق تھیں
 موقع غنیمت سمجھ کر چپ چاپ
 سوار ہو جاتیں۔ عرض اس طرح
 شور مچا رہا۔

سریش چندر زیادہ دن ویاں نہیں
 ہیر سکا تھا۔ وہ جلد فکرتہ چلا گیا۔
 اور ویاں سوچ کبھی کی تلاش کرنے
 لگا۔ کمالانی گوند پور میں ہی رہی۔
 اور سوچ کبھی کی تلاش کرنے لگی۔

چومیسواں باب

ہر قسم کی خوشی مفقود ہو رہی ہے
 وہ خوشی جس کی گند اندنی کو

شام کا وقت ہے۔ نگیندہ ریت
 پر بیٹھا ہوا ہے۔ گند اندنی پاس
 بیٹھی ہوئی اسے پنکھا کر رہی تھی۔
 مگر دونوں خاموش ہیں یہ خاموشی
 کچھ سچے آثار نہیں رکھتی۔ غیر
 کوئی موجود نہیں۔ مگر پہر ہی وہ
 گفتگو نہیں کرتے۔ یہ کونہ خاموشی
 کا عالم نہیں ہے اور انہی سوچ کبھی

کوئی امید نہ تھی۔ اسے حاصل
 ہو گئی۔ اب وہ نگیندہ کی بی بی ہے
 اور شادی کے دن اس نے دل
 میں کہا تھا۔ ”یہ خوشی بے انتہا

کے سنبھلے جاتے تھے بعد خوشی سے
 ہو گئی تھی۔ کندا ان تجویزوں میں
 تھی کہ کسی طرح پہلی حالت برستو
 ہو جائے اور اسے اُنس لے لے لے۔
 سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیے۔
 گنگیندر۔ (نگہ ہو کر) کیا تو
 چاہتا ہے کہ پہلی حالت برستو
 ہو جائے؟ کیا تو مجھ سے شادی
 کر کے بچتا رہی ہے۔
 کندا۔ مجھے کبھی امید نہ تھی کہ تھے
 شادی کر کے میں ہمیشہ خوش ہو گئی
 اس سے یہ مراد نہیں کہ میں پشیمان
 ہو رہی ہوں۔ میں صرف یہ پوچھ
 رہی ہوں کہ سوچ کبھی کو گھرا لے
 کی کوئی سبیل اختیار کرنی
 چاہیے۔
 گنگیندر۔ یہ مت کہو تیرے
 سے سوچ کبھی کا لفظ سُنگر
 مجھ کو کہہ آتا ہے۔ صرف تیری دم
 سے سوچ کبھی مجھ چھوڑ گئی۔
 کندا۔ (دل میں غلین ہو کر)

کیا۔ مجھ پر طعن ہے۔ میری قیمت
 کیسی بُری ہے۔ مگر میں تو کوئی
 قصہ نہیں کیا۔ سوچ کبھی نے
 خود ہی اس شادی کا انتظام کیا۔
 گنگیندر۔ (ناخوش ہو کر) کیا تو
 اب مجھے پیار نہیں کرتی۔
 کندا۔ میں ہمیشہ سے تمہیں پیار
 کرتی ہوں۔ گنگیندر دانا تھا۔
 مگر وہ سوچ کبھی اور کندا میں
 تمیز نہ کر سکا۔ اس میں کوئی مشبہ
 نہیں کہ کندا گنگیندر کو سوچ کبھی
 سے کم پیار نہیں کرتی تھی۔ مگر
 بات یہ ہے کہ وہ محبت کو ظاہر
 کرنا نہیں جانتی تھی۔ وہ بُری
 شرمیلی تھی اور زیادہ بولنے
 والی نہ تھی۔ اس سے زیادہ وہ
 کیا کہہ سکتی تھی۔ مگر گنگیندر نے
 یہ نہ سمجھ کر کہا یہ سوچ کبھی مجھے
 ہمیشہ پیار کرتی تھی۔ میں نے
 بندیا کی گردن میں موتیوں
 کا مار کیوں ڈالا ہے؟ لوہے

کی زنجیر جھی نہی۔

اور سنئے یقین ہو گیا کہ ہر قسم کی
خوشی مفقود ہو رہی ہے۔

سچے دوستوں کی کمی

نہ ہر پہلو پر خستہ کاہل

اس اٹھائیں نگینہ رستہ اسے

دوست ہری دیب گوشل کو

یہ چھٹی لکھی۔

عزیز دوست تم نے لکھا تھا کہ زندگی

بھر میں اگر میں نے کوئی بجا کام

کیا ہے تو وہ کداندنی کے

ساتھ شادی کر رہا ہے۔ اب میں

اوسے تسلیم کرتا ہوں۔ اب شادی

کیوجہ سے سوچ بھی جلی گئی۔

بوج بھی خوش قسمتی سے میرے ہاتھ

آئی تھی۔ بیشک ہر ایک شخص جو اشترا

کے لئے کان کھودتا ہے۔ مگر

کہہ دوں ایک ہی شخص کو تھا ہے

سوچ نکھی کوہ نور ہے۔ کداندنی

کسی طرح اسکی جان نہیں

ہو سکتی۔ تو پھر میں نے کیوں کداند

یہ سمجھ کر کداندنی برداشت نہ

کر سکی اور زار زار رو سکا لکھی۔

اور وہاں سے وہ ٹھکانا چلی گئی۔

اب اس کے پاس کوئی نہ تھا۔ جسے

اپنے حال سنائے اور مہر دی کی

خواستگار ہو۔ کل مانی جب سے

آئی تھی۔ کداندنی سے نہیں ملی تھی۔

چونکہ کداندنی سمجھتی تھی کہ سارا الزام

اُسی کے سر چڑھا گیا ہے۔ وہ کداندنی

مانی کے رو برو جرت نہ کر سکی۔

ہاں اب اس کے دل کو صدمہ پہنچا

تو اپنی پرانی غمگراور غمخیز کیطرت

چلی۔ مگر اب حالات بدل گئے تھے

کل مانی کیڈا کو آتے دیکھ کر ناخوش

ہوئی۔ مگر کداندنی کچھ نہ بولی۔

کداندنی بیٹھ کر روئے لگی۔ مگر

کل مانی نے اسے ہرگز نہ پوچھا

کہ وہ کیوں روتی ہے۔ غلط پڑیں

کل مانی کام کرنے کے بہانہ چلی گئی۔

کداندنی اسی جگہ بیٹھی رہ گئی۔ اور

یہ جواب بھیجا۔

میں تمہاری اس حالت سے خوب آگاہ ہوں یہ دردمت نہیں کہ تم کنڈا خدنی کو نہیں پیار کرتے تھو۔ تم اسے پیار کرتے تھے۔ اور اب بھی کرتے ہو۔ مگر یہ تم نے بالکل سچ کہا ہے کہ وہ محبت صرف آنکھ کی ہی محبت تھی۔ جبکہ سورج کبھی سے نہیں ملے محبت تھی۔ ان تھوڑے دن سے کنڈا کا سایہ اوس پر پڑ گیا تھا۔ اب تم سمجھو ہو۔ کہ سورج کبھی کو تم نے اپنے ماتھے سے کھو دیا ہے۔ جب سورج چمکتا ہے اور ہمیں دھوپ ملتی ہے تو ہم بادل کی آرزو کرتے ہیں۔ مگر جب سورج چھپ جاتا ہے تو ہمیں اُسکی قند یا دانی ہے کہ وہ دنیا کی آنکھ تھا۔ تم نے اپنے دل کی کیفیت پوری نہ معلوم کر لے کیونکہ یہ غلطی کہائی ہے

کو سورج کبھی کے سخت پر بٹھایا۔ وہ دکھا! فریب! اب میں اس سے واقف ہوں۔ اب میں خواب سے بیدار ہو گیا ہوں۔ اب میں سورج نکلی کو کہاں پاؤں؟ میں نے کتہہ اس کے ساتھ کیوں شادی کی؟ کیا میں اسے پیار کرتا تھا۔ بیشک میں اسے پیار کرتا تھا۔ میرے حواس باختہ ہوئے تھے زندگی دوہرا معلوم ہو رہی تھی مگر اب مجھے معلوم ہوا ہے وہ محبت صرف آنکھ کی محبت تھی۔ نہیں تو شادی کے صرف پندرہ دن بعد ہی مجھے یہ سوال کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا میں اسے پیار کرتا تھا؟ میں اب بھی اسے پیار کرتا ہوں۔ مگر سورج کبھی کہاں ہے؟ میں چاہتا تو اور بھی لکھتا مگر اتنے پر ہی کفایت کرتا ہوں۔ ہری دیب گوشل نے اُس کا

میں نہیں زیادہ علامت نہیں کرتا۔
 کیونکہ تم دھوکہ میں پڑ گئے تھو۔ جس سے
 بچنا نہایت مشکل تھا۔ دل میں مختلف
 قسم کے لگاؤ ہوتے ہیں۔ لوگ
 ان سب کو محبت کہتے ہیں۔ مگر
 سچی محبت صرف وہی ہے۔ جس کے
 رو سے اپنی خوشی انسان دوسرے
 پر بٹا کر دے۔ خوبصورتی کی خواہش
 کچھ محبت نہیں اور یہ خواہش ویسی ہی
 ہے۔ جیسی بہو کے کوروا کی
 خواہش ہوتی ہے۔ کھانسی اور طبیعت
 کھٹی پڑ گئی۔ سچی محبت عقل سے
 پیدا ہوتی ہے۔ جب ایک محبوب
 شخص کے اوصاف دل میں سما
 جاتے ہیں۔ تو دل فریفتہ ہو کر
 صاحب اوصاف کی طرف کھنچا جاتا
 ہے اس کی خواہش ہوتی ہے۔
 کہ اس صاحب اوصاف سے ایک
 ہو جاوے اور وہ ایک ہو جاتا ہے
 اس محبت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دل
 وسیع ہو جاتا ہے اپنا آپ بول
 جاتا ہے اور اپنی غرض مفقود ہو جاتی
 ہے۔ یہی سچی محبت ہے۔
 شیکسپیر۔ والیک۔ سیڈم ڈی
 میں اس قسم کی محبت کو شاعر
 ہیں۔ جبکہ کالیداس باطن
 جادو سے دیگر اقسام کی محبت
 کے متناخواہ ہیں۔ خوبصورتی
 کی نظر سے جو تاثیر دل پر پڑتی
 ہے۔ وہ بار بار دیکھنے سے کم
 ہو جاتی ہے۔ مگر جو محبت نیک
 اوصاف سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ
 ہمیشہ بڑھتی ہے۔ وجہ یہ کہ خوبصورتی
 کی صرف ایک ہی صورت ہوتی ہے۔
 جبکہ نیکیاں اور اوصاف حمیدہ
 ہر ایک نئے فعل میں نئے دکھائی
 دیتے ہیں۔ اگر خوبصورتی اور
 نیک اوصاف ایک جگہ جمع ہو جائیں۔
 تو محبت جلد پیدا ہو جاتی ہے۔
 لیکن اگر صرف عقل و دانائی محبت
 کی وجہ قرار پا جائے۔ تو یہ خوبصورتی
 کی کچھ پرواہ نہیں رہتی۔ ایک

ایک بد صورت شوہر کے دل میں
ایک بد صورت عورت کی طرف سے
بھی اس قسم کی محبت مضبوط جگہ
رکتی ہے۔ بیشک نیکی سے جو
محبت پیدا ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ
کے لئے برقرار رہتی ہے۔ مگر
نیکیوں کو سمجھنے کے لئے وقت
کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ
ہے کہ یہ محبت دفعہ پختہ نہیں
ہو جاتی بلکہ بتدریج اور آہستہ آہستہ
خوبصورتی کی محبت پہلے نظر میں
ہی درجہ غایت کو پہنچ جاتی ہے۔
اور اس کی پہلی طاقت اس درجہ
غالب ہو جاتی ہے کہ اور طاقتیں اس
کے سامنے پست ہو جاتی ہیں۔ مگر
اس بات کا علم حاصل نہیں ہو سکتا
کہ وہ محبت دائمی ہے۔ لاں
خیالی ایسا ہوتا ہے اور ایسا ہی
تھے خیال کیا۔ گنہ اندزی کی
محبت کے جوش میں سوچ کبھی
کی محبت شرم ہی میں دل سے

دور ہو گئی اور اس طرح۔ تم
دھوکے میں آ گئے۔ یہ دھوکا
بشریت کا تقاضا ہے۔ اور اس
لئے میں تمہیں الزام نہیں دیتا۔
بلکہ تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ
اپنے آپ کو خوش رکھنے کی
کوشش کرو اور مایوس مت
ہو۔ سوچ کبھی یقیناً واپس
آ جائے گی۔ وہ آخر کار تمہیں
دیکھے بغیر کب تک باہر رہے گی جب
تک وہ غیر حاضر ہے۔ تم گنہ اندزی
کے ساتھ خوشی مناؤ۔ یہاں تک
تو تمہارے خطوط سے ظاہر
ہوتا ہے کہ گنہ اندز ایک خوبصورت
دل لہانے والی عورت ہے
اور اس میں اچھے اوصاف
پائے جاسکتے ہیں۔ جب تمہارا
جوش خوبصورتی کے متعلق
گھٹ جائیگا تو اس کو اوصاف
کے ساتھ تمہیں وابستہ کی جائے گی
اور اگر ایسا ہو جائے تو تم

اپنے آپ کو خوش رکھ سکو گے اور اگر تمہیں پہلی بی بی نہ ملی۔ تو تم اس کو بھول جاؤ گے۔ کیونکہ نئی تمہیں پیار کرتی ہوگی۔ محبت میں بے پرواہ نہ ہو جیو۔ کیونکہ صرف محبت ہی میں آدمی کی دائمی عیش اور خوشی ہے اور یہی ایک آخری وسیلہ ہے۔ جس کے ذریعہ انسانی فطرت بلند ہو سکتی ہے۔ بدون محبت آدمی اس دنیا میں رہ نہیں سکتا۔

نگینہ نے اسکا یہ جواب دیا۔ میں نے دل کے اضطراب کی وجہ سے تمہاری چہٹی کا جواب نہیں دیا۔ جو کچھ تم نے لکھا ہے میں نے اسے خوب سمجھا ہے اور میں جانتا ہوں۔ تمہاری صلاح نیک ہے۔ مگر میں گھر میں ٹھہر نہیں سکتا۔ سوچ کبھی کو گئے ایک مہینہ گزر گیا اور اس کے حال سے بچے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ میں

اُس کے پیچھے جانیکا ارادہ رکھتا ہوں۔ میں اس کی تلاش میں آوارہ پھر دنگا۔ اگر وہ مجھے مل گئی۔ تو اُسے گھر لے آؤنگا۔ میں کند انڈنی کے پاس نہیں رہ سکتا۔ اُسے دیکھ کر مجھ پر سچ ہوتا ہے۔ اس میں اس کا کچھ تصور نہیں۔ تصور تو میرا ہے۔ مگر میں اُسے دیکھ نہیں سکتا۔ پہلے تو میں اُسے کچھ نہیں کہا کرتا تھا۔ اب اُسکی عیب جوئی کرتا ہوں۔ وہ روتی ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں جلد تمہیں ملوں گا۔

جبیا نگینہ نے کہا تھا۔ ویسا کر بھی دکھایا۔ کل جا نیا د غیب کا انتظام اپنے دیوان کے سپرد کر کے وہ آوارہ خانان ہو گیا کسل مانی پہلے کلکتہ۔ پھر علی گڑھ تھی اب صرف کندا گھر میں رہ گئی تھی اور ہر انداز میں اس کے ساتھ تھی

عظیم الشان گھر میں تاریکی چھا گئی جیسے خوشناتھ پیر تماشائے ختم ہونے کے بعد تیرہ تار ہو جاتا ہے۔ ویسا ہی نگینہ کے محل کا حال ہوا۔ اور اب وہاں نہ سورج کبھی ہی تھی نہ نگینہ رہا تھا۔

جیسے کہ بچے خوبصورت کھلونے کے ساتھ کھیل کر دو دن میں اوسے توڑ دیتے ہیں۔ ویسا ہی کندہ اندنی کو نگینہ اس گھر میں چھوڑ کر چلا گیا۔ جیسا کہ جنگل میں آگ لگتی ہے اور اور پرندوں کے گھونسلے مع بچوں کے جل جاتے ہیں اور انکی اذان دانا لیس کر آتی اور گر سنہ بچوں کو نہ پا کر درد و رنج کے ساتھ حال حیران پھرتی ہے اور جیسے کہ قطرہ بادل سے گر کر سمندر میں فائیت ہو جاتا ہے ویسے ہی سورج کبھی بھی روپوش ہو گئی۔

پچھیسوال باب

محبت کی علامتیں جیسے کہ روئی کا گالا آگ کے سامنے رکھنے سے جل جاتا ہے ویسے ہیرا بھی دہندہ کی خوبصورتی سے جل ہی تھی۔ کئی دفعہ ہیرا کانیک نام اس خوبصورتی کے نذر ہو جاتا۔ مگر دیندار کی بد معاشی اور بے مہری اوسے بچا لیا کرتی تھی۔ ہیرا میں سلف کنٹرول کی طاقت تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ اوس نے باوجود نیک نہ ہونے کے اپنی دائر عصمت کو آلودگی سے بچا کر رکھا اور پھر غالب آنے کے لئے ہیرا نے پھر نوکری اختیار کر لی تھی۔ اوس نے معلوم کیا کہ اگر وہ دن بھر کام میں مشغول رہیگی۔ تو یہ بڑا جوش اس کے دل سے نکل جائیگا۔ جو سانپ کی طرح اوسے ہر وقت ڈس رہا تھا۔ اس لئے جب نگینہ سورج کبھی کی تلاش میں نکلتی

کو تھا۔ ہیرا اس کے پاس آئی اور
 اوس سے ملازمت کی درخواست
 کی۔ اور نگیندر نے منظور کر لی۔
 چونکہ وہ لالچی ہی۔ اوس نے
 گندا کو اپنی راہ پر لانے کی کوشش
 کی تھی۔ جب وہ کہا کرتی تھی کہ
 ”نگیندر کی دولت گندا کے ہاتھ
 آئیگی اور گندا کی دولت ہیرا کو
 ملے گی۔“ اب گندا نگیندر کی
 بی بی بن گئی تھی۔ مگر ابھی تک
 کوئی خاص حباب یاد اس کے
 قبضہ میں نہیں آئی تھی اور
 ہیرا کا دل بھی اس وقت روپیہ کا
 لالچ نہیں کھا رہا تھا اور اگر ایسا
 ہوتا بھی۔ تو بھی گندا سے لیا
 ہوا روپیہ اسے زیر معلوم
 ہوتا۔ ہیرا اپنے جوش پر تو غالب
 آسکتی تھی۔ مگر دیندر کو جو گندا
 سے محبت ہو رہی تھی۔ اوس پر نہیں
 برداشت کر سکتی تھی۔ چنانچہ
 جب ہیرا نے سنا کہ نگیندر

سفر کو جاتا ہے اور گندا تنہا گھومنے
 رہیگی۔ تو وہ بہت گھبراہٹا کہ
 دیندر کو اپنی خواہش پورا کرنے
 کا موقع نہ مل جائے۔ اس پر وہ
 گندا کے پاس ہی رہنے لگی تاکہ
 اگر دیندر گندا پر قبضہ پائیگی
 تجویز کرے تو اسے ناکام رکھنے
 کی کوشش کرے۔ غرض ہیرا
 گندا کی رکھوالی تھی۔ مگر اس میں
 اوس کی اپنی غرض تھی۔ وہ
 گندا سے سخت ناخوش تھی۔
 رشک نے اوس کے دل میں
 گندا کی طرف سے نفرت پیدا
 کر دی تھی۔ اور وہ چاہتی تھی کہ
 گندا ہلاک ہو جائے مگر دیندر
 کے ہاتھ نہ آئے اس طرح ہیرا
 گندا کے لئے رنج کا باعث ہوئے
 لگی۔ کیونکہ اسے جلد معلوم ہو گیا
 کہ ہیرا محبت سے اوس کی نگرانی
 نہیں کرتی اور بعض وقت بدگامی
 سے پیش آتی ہے۔ گندا ابھی

امن دوست تھی اور اگرچہ میرا کی
 رفتار و رفتار سے وہ رنجیدہ تھی۔
 مگر اسے کچھ نہیں کہتی تھی گنہگار
 پر جو صدمہ تھا۔ مگر میرا جویش سے
 بہری ہوئی تھی اور اس لئے گنہگار
 گویا لکھ گئی۔ مگر میرا کی گفتگو سے
 ایسی دب جاتی تھی۔ کہ گویا وہ
 خادمہ ہے اور میرا اس کی مالک
 ہے۔ بعض وقت گھر کی دیگر عورتیں
 میرا کو بربانی سے منع کرتیں۔ مگر
 وہ سب کو چپ کر ادیتی۔ دیوان
 نے بھی میرا کا حال سن کر ایک دن
 اس سے کہا۔ چلی جا۔ میں نے
 تجھے موقوف کیا۔

میرا نے غصہ سے بھر کر کہا۔ تو
 کون مجھے موقوف کرنے والا ہے
 مجھے میرے آقا نے یہاں نوکر
 رکھا ہے اور اس کے حکم کے
 سوا میں یہاں سے نہیں جاؤنگی۔
 مجھے تمہیں موقوف کرنے کا اتنا
 ہی اختیار ہے۔ جتنا کہ تمہیں

مجھ موقوف کرنے کا ہے۔ دیوان
 صاحب بھی چپ ہو گئے اور کچھ
 نہ کہا۔ واقعی ہوائے سوج بھی
 کے میرا پر کوئی حکومت نہیں
 کر سکتا تھا۔ ایک دن میرا
 عورتوں کے محل کے قریب باغیچہ
 کی بارہ درمی میں لیٹی ہوئی تھی۔
 جہاں نگینہ کے وقت سے وہ
 اکثر رہا کرتی تھی۔ شام کا وقت
 تھا اور چودہویں رات کا چاند
 چاروں طرف روشنی پہیلا
 رہا تھا۔ ہوا خوشبو سے معطر
 ہو رہی تھی۔ میرا بھی سرور کے
 عالم میں تھی کہ اس کی آدمی کی
 شکل نظر آئی۔ وہ اٹھ بیٹھی اور
 دوسری نظر میں دندہ کا چہرہ
 صاف دکھائی دیا۔ دندہ میرا
 کے پاس آگیا اور میرا لئے
 تعجب سے کہا یہ وہ صاحب
 تم بیٹے دیر ہے۔ اگر کسی کو
 معلوم ہو جائے۔ تو ضرور

<p>بھجور ضرور ہے اگر کسی نے تمہارے ساتھ مجھے دیکھ لیا۔ تو میری سخت بے عزتی ہوگی۔ وہ بندر۔ اچھا چلو چلیں کیا یہ مناسب نہیں۔ کہ میں ایک نظر تمہاری ٹالک کو بھی دیکھ لوں۔ ہمیرا۔ حقارت سے، تو کس طرح اسے دیکھ سکیگا۔ وہ بندر۔ تمہاری مہربانی اور کوشش ہے۔ ہمیرا۔ تو تم بیان بیٹھو۔ میں اُسے بلا لاتی ہوں۔ یہ کھڑکھڑا جلدی اور تھوڑی دور جا کر دیکھنے کے نیچے ٹھہرتی اور ٹھنڈی سی ہنس بھرنے لگی۔ پھر اندر آئی۔ گر گندا کے کمرہ میں نہیں۔ بلکہ دربانوں کے پاس اور انہیں کہا۔ ”جلد نکلو۔ باغ میں ایک چوہ ہے۔“ کل دربان لاشیاں لیکر باغ کی طرف دوڑے گئے۔ وہ بندر انہیں اُسے دیکھ کر باغ سے باہر</p>	<p>تمہیں مار چکی۔ وہ بندر۔ ”یہاں ہیرا ہے وہاں مجھے کسی کا خوف نہیں۔“ ہمیرا۔ تم یہاں کیوں آئے؟ تمہاری امید برباد نہیں آگئی۔ جسے تم دیکھنے آئے وہ نہیں دکھائی دیگی۔ وہ بندر۔ ”میری امید برآئی میں صرف تمہیں دیکھنے آیا تھا۔“ ہمیرا۔ میں نہیں جانتی تھی میری قسمت میں ایسی خوشی ہے۔ اگر ایسا ہی ہے۔ جیسا تم کہتے ہو۔ تو آؤ اور جگہ چلیں۔ جہاں ہمیں کوئی روک نہیں سکتا۔ یہاں بہت سی رکاوٹیں ہیں۔“ وہ بندر۔ تو کہاں چلیں؟ ہمیرا۔ ”سامنے کے گھر میں۔“ وہاں ہمیں کسی کا ڈر نہیں۔“ وہ بندر۔ میرے لئے موت ڈرو۔ ہمیرا۔ ”تمہیں خوف نہیں۔ تو</p>
--	--

حالت میں ہے۔ ایک مسافر ٹرک
 پر جا رہا ہے۔ اسکی پوشاک برہم
 چاریوں کی سی ہے۔ اس کے
 کپڑے زرو ہیں۔ گلے میں کالا
 ہے۔ پیشانی پر ایک داغ ہے
 سر کے بال سفید ہیں۔ ایک ٹاہنہ
 میں پتوں کی جھتری ہے۔ دوسرے
 میں پانی پینے کا برتن ہے۔
 اس قسم کا برہم چاری ٹرک پر
 جا رہا تھا۔ دفعۃً ایک آواز اس
 کے کان میں آئی۔ مگر سونے
 لفظ دوست کے اس نے
 اور کچھ نہ سمجھا۔ برہم چاری اٹھرا
 ہو گیا اور بجلی کی چمک میں اسے
 ایک چیز ٹرک کے ایک طرف
 پڑی ہوئی دکھائی دی۔ کیا
 وہ کوئی انسان تھا؟ برہم چاری
 اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ اتنی میں
 پھر بجلی چمکی اور وہی ہستی دکھائی
 دی۔ اب برہم چاری نے
 زور سے پوچھا۔ کون ہو جو

ہو گیا۔ دو تین آدمیوں کو اسکا
 پچھا کیا۔ اور ایک دو لڑکیاں
 بھی رسید کیں۔ مگر وہ بہاگ گیا۔
 گھر پہنچ کر دہدر نے دوا را دی
 کئے۔ ایک تو یہ کہ جب تک ہیرا
 وہاں ہے۔ تب تک دت کے
 گھر کی طرف نہ جائے اور دوسرا
 یہ کہ ہیرا سے اس شرارت کا
 بدلہ لے۔ فی الواقع انجام کار اوس
 نے ہیرا سے بدلہ لے لیا اور
 ہیرا کو اپنی بڑی خواہش کی ایسی
 سنگین مزا ملی۔

کہ دہدر جیسے شخص کا سنگین دل
 بھی اسے دیکھ کر موم کی طرح پگھل
 گیا۔ اس کا ذکر ہم پر کرینگے۔

سنا سنو ان باب

میر راہ

بہ سات کا موسم ہے۔ مینہ شدت
 کے ساتھ برس رہا ہے۔ ٹرک
 جو بنارس کو جاتی ہے۔ خراب

یہاں لیٹ رہا ہے۔" جواب کچھ
 نہ ملا۔ اور آخر برہم چاری خود اس
 کے نزدیک گیا اور تاریکی میں
 ٹوٹنے لگا۔ یکایک کسی کے بال
 اس کے ہاتھ میں آئے اور وہ
 پکار اٹھا۔ "او دور گایہ کوئی عورت
 ہے۔" چہتری اور گڈڑی زمین پر
 رکھ کر اس نے بیہوش عورت کو
 گود میں اٹھالیا اور شرک چھوڑ کر
 ایک گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔
 وہ رستہ سے واقف تھا اور گو
 اس کا جسم چند اہل مضبوط نہ تھا۔
 مگر دل کی مضبوطی کی وجہ سے اس
 نے اتنا بڑا بوجھ اٹھا لیا۔ اور
 اس سے ذرا مشکل معلوم نہ ہوا۔
 بیشک جو لوگ نیک کاموں میں زندگی
 بسر کرتے ہیں۔ ان کے دل بڑے
 مضبوط ہوتے ہیں۔ اور دل کا مضبوط
 کے ساتھ جسمی قوا بھی مضبوط ہوجاتی
 ہیں۔
 ملتے میں برہم چاری ایک جھوٹری
 کے قریب پہنچا۔ اور کہنے لگا۔
 "بیٹی ہرو۔ کیا تو گھر میں ہی ہے؟"
 ایک عورت نے اسے جواب دیا۔
 کیا میں ٹھا کر کی آوارس رہی
 ہوں؟ ٹھا کر کب تشریف لائے
 ہیں؟ ٹھا کر نے جواب دیا۔
 "ابھی آ رہا ہوں۔ دروازہ جلد
 کھول۔ میں بڑی دقت میں ہوں۔"
 ہرو نے دروازہ کھول دیا۔
 اور برہم چاری نے اپنا بوجھ
 اتار کر فرش پر رکھ دیا چسپاغ
 جلا کر دونوں اسے دیکھنے لگے۔
 یہ عورت بوڑھی تو نہیں تھی۔ مگر
 جسم کی ناتوانی کی وجہ سے اس کی
 عمر کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا
 تھا۔ شاید کسی وقت میں وہ
 خوبصورت ہو۔ مگر اب ناتوانی
 نے اسے بد صورت بنا کر رکھا تھا۔
 اس کے کپڑے پانی سے تر
 ہو رہے تھے۔ اور کئی جگہ
 سے بیٹھے ہوئے تھے۔

اور تھوڑی دیر بعد عورت نے
آنکھیں کھول دیں۔

ہر ومانی۔ مائی تو کہاں سے
آئی؟

عورت۔ (ہوش میں آکر) میں
کہاں ہوں۔

برہم چاری۔ تجھ شرک کے
کنارے مرنے دیکھ کر یہاں اُٹھا

لایا۔ تو کہاں جا رہی تھی۔
عورت۔ ”بڑی دھڑ“

ہر ومانی۔ تم تو ابھی تک کنگنا
پینا ہو اسے۔ کیا تمہارا شوہر
جیتا ہے؟

عورت کے چہرے پر تاریکی چھا
گئی۔ اور ہر ومانی گہبرا گئی۔

برہم چاری۔ ”تجھ کو کس نام سے
بلائیں؟“ تیرا کیا نام ہے۔

عورت۔ ”میرا نام سوچ سکتی ہے“

اٹھائیسواں باب

کیا کچھ امید ہے؟

ہر ومانی۔ ”یہ کون ہے اور آپ
اسے کہاں سے اٹھالائے؟“

برہم چاری۔ اس کی حالت تنزع
مجمے قریب ہے۔ لیکن اگر ہم اس

کے بسم کو گرمی پہنچاویں۔ تو
شاید سچ جائے۔ جیسا میں کہتا

ہوں۔ جلد جلد کرو۔“

برہم چاری کے کہنے کو مطابق
ہر ومانی نے اوس کے کپڑے اُتار

دیئے۔ اور سوکھے کپڑے پہنائے۔
اوس کے بال بھی پھوڑ دیئے۔ اور

آگ جلا کر اوس کو گرمی پہنچانے
لگی۔

برہم چاری۔ ”غالبا اوس نے
اس عرصہ میں کچھ نہیں کیا۔ اگر

گھر میں دودھ ہو۔ تو اُس کے منہ
میں ٹپکاؤ۔“

ہر ومانی کے پاس ایک گائے
ہوتی۔ اور اس نے دودھ گھر میں

موجود تھا۔ اس نے تھوڑا تھوڑا
اُس کے منہ میں ڈالنا شروع کیا۔

ظاہر تو سوچ کہی کی زندگی کی کچھ
 امید نہ تھی۔ برہم چاری بھی زندگی
 کے آثار پا کر ایک حکیم کو جو گانو
 میں رہتا تھا۔ بلالایا۔ اس حکیم کا
 نام رام کشن ماری تھا۔ وہ ادویات
 کے استعمال میں کامل دستگاہ کہتا
 تھا اور گاون میں بے نظیر علاج
 کے لئے مشہور تھا۔ جب اُس
 نے سوچ کہی کو دیکھا تو اُس نے
 کہا: "اسے سل کی بیماری ہے۔
 اور بخار کا زور ہے۔ بیماری خطرنا
 ہے۔ مگر شاید بچ جائے۔"

اچیر اس نے سوچ کہی کو دو اپلائی
 اور نفیس کا مطلق خیال نہ کیا۔ اس
 سامنے دکھائی دیر رہا تھا۔ کدھینہ
 کوئی مفلس اور کنگال عورت تھی۔
 نفیس جینے کا اوسے کہاں مقدور
 تھا۔ پھر بھی رام کشن لالچا آدمی تھا۔
 جب حکیم چلا گیا۔ تو برہم چاری
 نے ہردمالی کو کسی کام کے لئے
 بیج دیا۔ اور آپ سوچ کہی کو

باتوں میں مشغول ہوا۔
 سوچ کہی۔ ٹھاکر۔ آپ نے
 مجھے بچا نہیں کیوں اتنی تکلیف
 اٹھائی۔ مجھ زندگی کی کچھ ضرورت
 نہیں۔

برہم چاری: "میں نے کونسی
 تکلیف اٹھائی ہے؟ تو میرا
 کام ہے۔ میرا پیشہ یہی ہے کہ
 دوسروں کو امداد دوں۔ اگر
 مجھے تو نہ ملتی تو میں کسی اور بیمار
 یا مصیبت زدہ کی خدمت میں
 مصروف ہو جاتا۔

سوچ کہی: "تو مجھ جھوٹے دیکھو
 اور دوسروں کی طرف خیال کیج
 آپ دوسروں کی امداد کر سکتے
 ہیں۔ مگر میری نہیں کر سکتے۔

برہم چاری: "کیون؟
 سوچ کہی۔ مجھ تندرست کر دینا
 میری امداد کرنا نہیں ہے۔ صرف
 موت ہی مجھ آرام دے سکتی ہے۔
 کل رات جب میں شرک کے

کنار سے گری تھی۔ تو مجھ پر ہمدردی
 تھی۔ کہ میں مر جاؤنگی۔ آپ نے
 مجھے کیوں بچایا۔؟
 ہر دم چارمی۔ مجھ کو اس بات کا
 علم نہیں تھا۔ کہ تو اس قدر مصیبت
 زدہ ہے۔ لیکن خواہ مصیبت
 کیسی ہی ناقابل برداشت ہو۔ خود
 کشی بڑا گناہ ہے۔ یہ کام کہی
 نہ کرنا۔ خود کشی کرنا ویسا ہی جرم ہے
 جیسے کہ کسی دوسرے کا خون کرنا۔
 سوچ لکھی۔ میں نے خود کشی کی
 کوشش تو نہیں کی۔ موت خود
 بخود مجھ تک آ پہنچی تھی اور مجھے
 امید تھی کہ کہیں مر جاؤنگی۔ مگر
 برنے میں بھی مجھے کوئی خوشی
 معلوم نہیں ہوئی۔ (سوچ لکھی)
 رونے لگی)
 ہر دم چارمی۔ جب کہی تو مرنے
 کا ذکر کرتی ہے۔ میں دیکھتا ہوں
 کہ تو ساتھ ہی رونا شروع کر دیتی ہے
 مائی مجھے بیٹا سمجھ۔ اصل اپنی خواہش

مجھ پر ظاہر کر تیرے درد کا
 کوئی علاج ہے۔ تو مجھ کو بتا۔ میں
 اُسے مہیا کر دوں گا۔ اسی غرض
 سے میں نے ہروانی کو باہر بھیجا
 ہے۔ تاکہ تو بلا تکلف اپنی خواہش
 مجھ پر ظاہر کرے۔ تیری گفتگو
 سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو
 کسی معزز خاندان کی عورت ہے
 اور تو بڑی گھبراہٹ اور اضطراب
 میں ہے۔ پہر تو مجھ کو یوں نہیں
 بتاتی۔ کہ تیرے دل پر کس بات
 کا بوجھ ہے۔ مجھے اپنا بیٹا سمجھ۔
 اور کچھ خوف نہ کر۔
 سوچ لکھی۔ میں اب موت
 کے کنارے ہوں۔ پھر کیوں مجھے
 شرم نے گھیر رکھا ہے۔ سن ٹھہر
 مجھ صرف یہ گھبراہٹ ہے کہ میں
 بدون اپنے شوہر کا منہ دیکھ
 مر رہی ہوں۔ اگر میں اُسے
 دیکھ لوں۔ تو بیشک خوشی سے
 جان دوں گی۔

برہم چارمی تیرا شوہر کمان ہوتا ہے، تیرا دلان جانا تو ناممکن ہے لیکن اگر وہ تیرا حال سنکر یہاں آسکے۔ تو میں بذریعہ خط اور سہ اطلاع دوں گا۔
 سوچ سکی۔ "آ تو سکتا ہے۔ مگر میں یہ نہیں کہہ سکتی۔ وہ آگیا یا نہیں۔ میں نے اس کا بڑا گناہ کیا ہے۔ مگر وہ بڑا رحم دل ہے عجب نہیں کہ مجھے بخش دے۔ وہ یہاں سے بڑی دور ہے۔ کیا میں اس کے آنے تک زندہ رہ سکونگی؟
 پتہ وغیرہ پوچھ کر برہم چارمی نے قلم دوات لی اور ٹکیندر کو اس طرح چٹھی لکھی۔
 "جناب من۔ میں ایک اجنبی ہوں اور تمہیں ایک برہمن ہوں۔ اور برہم چاریوں کی طرح زندگی بسر کرتا ہوں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ تم کون ہو۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ سری متی سوچ سکی
 تمہاری بی بی ہے۔ وہ بیشنو ہرومانی کے مکان میں سلت بیمار ہے۔ حکیم اوس کا علاج تو کر رہا ہے۔ مگر زندگی کی طرف سے مایوسی ہے۔ اوسکی آخری خواہش تمہیں ایک دفعہ ملنے سے پیشتر دینے کی ہے۔ اگر تم اس کی گناہ خواہ کیسا ہی ہو۔ سنا کر سکتے ہو۔ تو یہاں آ جاؤ۔ میں اُسے مان سمجھتا ہوں۔ اور بطور ایک بیٹے کے اوسکی طرف سے چٹھی لکھ رہا ہوں۔ وہ خود لکھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ اگر تم آؤ۔ تو رانی گنج کے راستہ آنا۔ رانی گنج میں پہنچ کر سرے یاں مذہب چندرا کے روبرو میرا نام لینا اور وہ کسی آدمی کو تمہارے ساتھ کر دیگا۔ اس طرح تم مادہ پور باسانی پہنچ جاؤ گے جلد آؤ۔ نہیں تو دیر ہو جائیگی۔
 آخر میں میری دعا لکھی

کستھ

شیو پر شاہ

چٹھی ختم ہو گئی۔ تو برہم چاری
نے پوچھا۔ سورج مکھی نے کہا۔
جب ہرومانی آئیگی۔ تو بتاؤنگی۔ چنانچہ
جب ہرومانی آئی۔ تو لفظ پر نگیندر
نا تہ دت کا نام لکھا اور ڈاک خانہ
میں ڈال آئی۔

جب برہم چاری باہر چلا گیا۔ تو
سورج مکھی نے آنسو پونچھے اور
اپنے خالق حقیقی سے اس طرح ملتی
ہوئی۔

”لے قادر مطلق خدا! اگر تو نارادو
کی مراد میں بڑا لے والے ہے۔ تو
ایسا کر کہ اس چٹھی کا منشا پورا ہو جائے
میں زندگی بھر سوائے اپنے شوہر
کے قدمنوں کے کچھ نہیں جانتی
ہتی۔ میں اور کچھ اس خدمتگداری
کے عوض نہیں مانگتی۔ صرف یہ
کہ مرنے سے پہلے ایک دفعہ اسے

دیکھ لوں گی

مگر چٹھی نگیندر کو نہ ملی۔ وہ چٹھی پہنچنے
سے پہلے ایک عرصہ سرگوند پور

چھوڑ گیا تھا۔ اور چٹھی رساں نے چٹھی
دیوان کو دی اور چلا گیا۔ دیوان کو
نگیندر یہ کہ گیا تھا۔ ”مجب میں کسی
مقام کے ٹہیرنے کا ارادہ کیا کرونگا۔
تو تمہیں اطلاع دیا کروں گا۔ اس
پتہ پر میری چٹھیاں میرے پاس
بھیج دیا کرنا۔“

نگیندر بہرتا ہوا تبارس میں جا پہنچا۔
وہاں سے اوس نے دیوان کو
اطلاع دی۔ دیوان نے شیو پر شاہ

کا خط اور دیگر خطوط اوس کے
پاس بھیج دیئے۔ جب اس خط کو
نگیندر نے پڑا۔ تو اس کا دماغ چکر
میں آ گیا۔ اور بے اختیار پکار اُٹھا۔
”ساری مخلوق کے خدا۔ لفظ بہر کے
لئے میرے حواس درست رہ نہ رہے۔
اور ساتھ ہی نوکر کو حکم دیا۔ ”سفر کا
سامان تیار کر میں آج رات الی گنج

جاؤ گا۔

اسی رات نگینہ رانی گنج کو نکل پڑا۔
 اسے دنیا کو بہانے والی بنا رس
 ایسی رات کو کون شخص تجھ سے جدا
 ہونا پسند کر سکتا ہے۔ رات بالکل
 تاریک ہے۔ گنگا ندی کے پاس
 سے جس طرف نگاہ کرو۔ آسمان اور
 ستارے ہی نظر آئینگے۔ پانی کے
 نیچے ہی آسمان کا عکس نظر آئیگا۔
 کنارے پر نہایت خوبصورت زینہ
 اور مکان نظر آئینگے۔ جنیں روشنی
 پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہے۔ عجیب
 نظارہ دیکھ کر نگینہ نے آنکھیں
 بند کر لیں۔ توجہ رات اسے کوئی
 خوبصورتی نہیں بہا تھی تھی۔ وہ خوب
 جانتا تھا کہ شیو پرشاد کی چٹی کو بہت
 دن گزرنے گئے ہیں۔ مگر اب سوچ کبھی
 کہاں تھی۔

انیسواں باب

ہیرا زہر لایا دخت پہل لایا

جس دن دریاؤں نے دہندہ کو
 لاٹھوں سے مار کر بھگا دیا تھا۔
 ہیرا اپنے دل میں بڑی خوش
 ہو رہی تھی۔ مگر بعد ازاں اسے
 افسوس ہوا کہ کہنے لگی۔ میں نے
 اچھا نہیں کیا کہ اسے بے عزت
 کر دیا۔ معلوم نہیں وہ کس قدر
 جفا ہوا ہوگا۔ اب اس کے دل
 میں میری جگہ نہیں رہی۔ افسوس
 میری امیدیں خاک میں مل گئیں۔
 دہندہ ہی ہیرا سے بدلے کی
 تجویز سوچ رہا تھا۔ اور بڑی سچ
 بچار کے بعد اس نے ہیرا کو بٹھا
 بھیجا۔ پہلے تو اس نے آنکھیں جورت
 نہ کی۔ مگر دو تین دن کے بعد جذبہ
 الفت اسے کہنےج لایا۔ دہندہ نے
 کسی قسم کا سچ ظاہر نہ کیا۔ اور اس
 واقعہ ہی کا کچھ ذکر کیا۔ بلکہ خوشی
 کی باتوں میں اس کا دل بہلانے
 لگا۔ اور جسطرح کڑی کہنیوں
 کے لئے جالافتی ہے۔ اسطرح

دنبدر نے ہیرا کو قابو کرنے کے لئے
دام بچھا دیا۔

ہیرا پہلے سے مشتاق ہو رہی تھی
جلد دام میں گرفتار ہو گئی۔ اوسکی
چکنی چٹری باتوں پر پہل کر دل میں
تکھنے لگی۔ "واقعی یہ مجھ سے محبت رکھتا
ہے۔ بیشک دنبدر مجھے دل سے
چاہتا ہے۔"

ہیرا شریہ تو تھی۔ اوس کی شرارت
نے اوسے کچھ کام نہ دیا۔ اور غسانی
خواہشات نے اوسے اپنے نفع
و نقصان کی طرف سرائد کر دیا۔

دنبدر نے شراب پیکر اور ستار
چھیر کر گانا شروع کر دیا۔ اوس کی
خوش الحانی نے ہیرا دل اور بھی
مفتون کر لیا۔ اور اوسکی رہی سہی
ہوش ہی زایل کر دی۔ اوس کا دل
ہیترار ہو گیا۔ اور دنبدر کی محبت نے
قلبہ پالیا۔ دنبدر نے تمام جہان کی
خوبصورتوں میں سے زیادہ خوبصورت
نظر آنے لگا۔ اور محبت کا جوش آتش

بکرا اوسکی آنکھوں سے بہنے لگا۔
دنبدر نے ستار کو بکرا اپنے ہاتھ
سے ہیرا کے آتش پونچھے۔ ہیرا
کانپ گئی۔ مگر دنبدر نے اوس
سے ایسی محبت بہری گفتگو کی کہ
ہیرا دل میں کہنے لگی۔ "بیشک
یہ سوگ کی خوشی ہے۔" اگر اس
کے خیالات پریشان نہ ہو گئے۔
ہوتے اور اس کی عقل ذرا بجنی
قائم رہتی۔ تو وہ اس خوشی کو ترک
سمجھتی۔

دنبدر صلی محبت سے محض آشنا
تھا۔ اور اس کا دل اس قسم کی
محبت سے بالکل خالی تھا۔ مگر
وہ زبانی محبت میں خصوصاً شاعرانہ
زبان میں پورا ماہر تھا۔ اور اس کا
منتر چل گیا۔ ہیرا اس سے پاؤں
نک دنبدر کی محبت میں بہر گئی۔
اوس کے رونگٹے روٹ گئے۔ میں
محبت کا اکثر سو گیا۔ اور دنبدر نے
ایک دفعہ ہیرا کا شروع کیا۔

ہیرا ایسی جوش میں آکر اوس کے ساتھ ٹسلائے لگی اور انجام کار ہیرا ایسی بے خود ہو گئی کہ اس نے عصمت کو خاک میں ملا دیا۔

بیچ ہو یا جھوٹ۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو لوگ دل پر قابو نہیں رکھتے۔ انہیں بُری نتائج کا مستحق ہونا پڑتا ہے۔

تیسواں باب

سوج بکھی کی خبر

خزاں کا موسم خاتمہ پر ہے کیتوں کا پانی خشک ہوا ہے۔ چاول کی فصل پکنے کے قریب ہے۔ کنول کے پھول خوشوں سے غائب ہو گئی ہیں۔ صبح کو درختوں کی شاخوں سے شبنم ٹپکتی ہے اور شام کو دمنہ میدان پر چھا جاتی ہے۔ ایک دن طے الصبح پانکی ماڈھو پور کی سڑک پر جا رہی تھی۔ کہ گاؤں کے قریب ٹھہر گئی۔ لڑکوں کا وہاں ایک ہجوم لگ گیا۔ تمام لڑکے عورتیں جوان اور بوڑھی پانی کے ٹکے بچے رکھ کر دیکھنے کے لئے ٹھہر گئیں۔

ہیرا دل پر غلبہ پانا خوب جانتی تھی۔ مگر اس وقت اوس نے یہ کوشش ہی نہ کی۔ اور جس طرح شمع پر پروانہ گرتا ہے وہ ہی اس دونخ میں جان بوجھ کر کود پڑی۔ اب تک اس بات نے اوسے بچاؤ رکھا تھا۔ کہ دہدر اوسے نہیں چاہتا تھا۔ اور اسی خیال سے وہ ہمیشہ اُس کے قابو سے بچ جایا کرتی تھی۔ مگر جب اوسے یقین ہو گیا کہ دہدر اُسے چاہتا ہے اور دل سے پیار کرتا ہے۔ تو اُس نے اپنی خواہش پر غالب آنیکی کچھ کوشش نہ کی۔ اور اس وجہ سے اوسے زہریلے درخت کا پھل کھانا پڑا۔

لوگ کہتے ہیں کہ گناہ کی سزا اس جہان میں نہیں ملتی۔ خواہ یہ

کسان چاول کی فصل سے نکل کر
 بالکی کی طرف دیکھنے لگے۔ اور
 گانو کے معزز آدمی بھی جمع ہو گئے
 اتنے میں ایک شخص بوٹ پہنچ کر
 بالکی سے برآمد ہوا۔ عام لوگوں نے
 خیال کیا۔ کہ وہ کوئی انگریز ہے۔
 اور لڑکوں نے بھی ایسا سمجھا۔
 جب نگیندر ناتھ بالکی سے نکلا۔ تو
 دس بارہ آدمیوں نے اُسے جھک
 کر سلام کیا۔ کیونکہ اُس نے پتلون
 اور ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ بعض نے
 سمجھا کہ وہ کوئی پولیس انسپکٹر ہے
 بعض نے سمجھا کہ کپتیل ہے اور
 وہ اسی خیال میں ہے کہ نگیندر
 نے ایک بوڑھے آدمی کو شیو پرشاد
 برہم چارہ جی کا مکان پوچھا۔
 بوڑھے آدمی کو یقین ہو گیا کہ
 یہ شخص خون کے مقدمہ کی تحقیقات
 کرنے آیا ہے۔ اس کو سچ بولنا
 مناسب نہیں۔ اس پر اوس نے
 یہ جواب دیا۔ ”صاحب میں خدا ان
 ہوں اور مجھے کچھ معلوم نہیں۔“
 نگیندر نے سمجھا کہ سوائے کسی مسلم
 یافتہ شخص کے اوس پر اس پتہ کوئی
 نہیں بتا سکیگا۔ اس لئے وہ
 ایک فائدہ شخص کے پاس گیا۔
 اور یہ شخص رام کرشٹو تھا۔ اس
 نے نگیندر کو پاس بٹھایا۔
 اور مزاج پر سی کی۔ نگیندر نے
 اُس سے شیو پرشاد برہم چارہ
 کا پتہ پوچھا۔ جس پر اوس نے
 کہا کہ وہ یہاں سے چلا گیا ہے۔
 نگیندر نے (مضطرب ہو کر) وہ
 کہاں گیا ہے؟
 رام کرشٹو نے یہ میں نہیں
 جانتا۔ وہ ایک جگہ نہیں رہتا۔
 نگیندر نے کیا آپ جانتے ہیں۔
 کہ وہ کب واپس آئیگا؟
 رام کرشٹو نے مجھ ہی اُس کے
 ساتھ کچھ کام تھا۔ اور میں نے
 لوگوں سے دریافت کیا۔ مگر
 کسی نے نہ بتایا۔ کہ وہ کب

واپس آئے گا۔
 نگیندر۔ ”اوسے گاؤں چوڑے
 ہوئے کس قدر عرصہ گذرا۔“
 رام کرشنو۔ ”ایک ماہ کے
 قریب۔“
 نگیندر۔ ”کیا آپ مجھے ہردانی
 نشو کے مکان کا پتہ دی سکتے
 ہیں۔“
 رام کرشنو۔ ”ہردانی کا مکان
 شرک کے کنارے پر تھا۔ وہ
 آگ سے جل کر اکہ ہو گیا ہے۔“
 نگیندر۔ ”کمزور آواز سے ماہر د
 لانی کہاں ہے۔“
 رام کرشنو۔ ”کسی کو معلوم
 نہیں۔ جس دن اُس کے گھر کو
 آگ لگی۔ وہ کہیں بہاگ لگی۔
 بعض کہتے ہیں کہ اوس نے خود
 گھر کو آگ لگا دی۔“
 نگیندر۔ ”کیا کوئی اوس کے
 پاس اور عورت بھی رہتی تھی۔“
 رام کرشنو۔ ”نہیں مگر ایک ماہ

سو کچھ زائد عرصہ گذرا ہے کہ ایک
 بیمار عورت اُس کے گھر ٹھیری۔
 اُسے برہم چاری کہیں سے
 اُٹھا لایا تھا۔ اوس کا نام سوچ کھی
 تھا۔ اوسے سل کی بیماری تھی۔
 میں نے اُس کا علاج کیا۔ اور
 وہ بالکل صحت یاب ہو گئی۔ مگر
 اب۔“
 نگیندر۔ ”مگر اب کیا؟“
 رام کرشنو۔ ”ہردانی کے گھر کے
 ساتھ وہ بھی بس ل گئی۔“
 نگیندر غش کہا کر کرسی سے گر پڑا۔
 اور اُس کے ہاتھ پر سخت چوٹ
 آئی۔ حکیم گھر آکر اوس کے علاج
 میں مصروف ہوا۔ اس عین غم
 سے بہری ہوئی دنیا میں کوئی نہ
 رہ سکتا ہے کہ نہ ہر طایفہ درخت
 ہر ایک جگہ آگ رہا ہے۔ اب
 کون محبت کرے گا۔ اور وہ ہی۔
 صرف اپنا دل جلانے کے لئے
 اسے خالق تو نے کیوں دس

دنیا کو خوش و خرم نہیں بنایا۔ تو
 قادر مطلق ہے۔ اگر چاہتا تو اسے
 خوشی کی دنیا بنا دیتا۔ پھر اس دنیا
 میں کیوں اس قدر رنج و اندوہ ہے؟
 جب شام کے وقت نگیں درنا تھ
 ماہو پور سے بالکی میں روانہ ہوا۔
 تو دل میں کہنے لگا۔ اب میں نے
 سب کچھ کھو دیا ہے۔ مگر کیا کہو یا ہے
 کیا خوشی۔

وہ تو اسی دن جاتی رہی تھی جس
 دن سورج بھی چلی گئی تھی۔ پھر کیا
 امید؟ ان جب تک امید رہتی
 ہے۔ تب تک کچھ نہ کچھ باقی رہتا
 ہے۔ جب امید نہیں رہتی۔ تو کچھ
 بھی باقی نہیں رہتا۔

اس لئے اب اُس نے گو وند پور جا
 کا ارادہ کیا۔ مگر وہاں رہنر کی
 غرض سے نہیں بلکہ معاملات کا
 انتظام کرنے اور گھر کو ہمیشہ کے
 لئے چھوڑ دینے کے لئے۔ اوس نے
 یہ نیت کی کہ زمیندار سی اور دیگر

جائیداد غیر منقولہ اپنے بہانے
 ستیش چندر کے نام لکھ دی جس
 کے لئے قانون دان کے ساتھ
 مشورہ کر نیکی ضرورت تھی۔ باقی
 کل غیر منقولہ جائیداد مع کٹہ اندلی
 کے مکمل مالی کے پاس بھیج دے۔
 کسی قدر روپیہ اپنے اخراجات
 کے لئے سرکاری خزانہ میں کھدے۔
 اور جاگیر کا کل حساب و کتاب
 میرٹھ چندر کے سپرد کر دے۔
 مگر سورج بھی کے زیورات وہ کسی
 کے حوالہ نہیں کیا چاہتا تھا۔ اُس
 نے نیت کر لی تھی کہ انہیں اپنے
 پاس رکھیں گے۔ اور مرتے وقت
 انہیں دیکھ کر مرے گا جب کل
 انتظام درست ہو جائیگا۔ تو وہ
 گھر چھوڑ دیا۔ پھر اُس جگہ پر آئیگا
 جہاں سورج بھی چلی گئی تھی اور
 نور وہاں سے شہر شہر گھومتا
 پہر گیا۔

نگیندر کے اس قسم کے خیالات

تھے۔ جب وہ پالکی میں گونڈ پور

کو جا رہا تھا۔ پالکی کے دروازے

کھلے تھے۔ چاندنی چار طرف

کھل رہی تھی۔ ستارے چمک رہے

تھے۔ تاریقی شرک کے ایک طرف

ہوا سے سن سنا رہی تھی مگر باوجود

روشنی کے نگینہ کی آنکھوں میں

تاریکی سما رہی تھی۔ اس نے تو چاندنی

بہاتی تھی۔ نہ قدرتی پیدائش۔ جو

رنگ برنگ کے پہلوں سے راہ

چلنے والوں کی آنکھوں کو سرور

بخشتی تھی۔ آسمان ویسا ہی نیلگوں تھا۔

ستارے بدستور چمک رہے تھے

اور بادل بدستور تھے۔ اور ہر ایک

چیز ایسی ہی تھی۔ جیسی کہ عموماً اس

موسم میں ہوتی ہے۔ مگر با افسوس

اب نگینہ کو اس سے کچھ خوشی

حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ اوس کی

آنکھوں میں جہاں تاریک ہو رہا تھا۔

کیون زمین نہیں پہٹ جاتی۔ اور

نگینہ کو پالکی کے نہیں

نکل جاتی۔

نگینہ انہیں باتوں پر سوچا ہوا اس

نتیجہ پر پہونچا کہ سارا قصور اوس کا

اپنا ہے۔ اسکی عمر فقط تینتیس سال

کی تھی۔ مگر سب کچھ کہو بیٹھا۔ اللہ

نے اوسے سب کچھ دیا تھا۔ دولت

بزرگی۔ جلال۔ عزت یہ سب کچھ

اسے ابتداء سے حاصل تھا بیشک

عقل اور سمجھ کے بدوں یہ سب

چیزیں بیفائدہ ہوتیں۔ مگر اللہ نے

نگینہ کو عقل اور سمجھ ہی دی رکھی

تھی۔ اوس کے والدین نے اوسے

تعلیم بھی دلای تھی۔ غرض خلیج پور

حاکم محنت اور نیک نصیحت۔

یہ سب چیزیں قدرت نے بڑی

فیاضی سے عطا کی تھیں۔ علاوہ

اوس کے دنیا میں بڑا بے بہا جہر

یعنی وفادار عورت بھی اوس کے

حصہ میں آئی تھی۔ دنیا میں نگینہ

سے زیادہ کون اس قدر خوشی

کے سامان کا مالک تھا؟ مگر اب

دنیا میں اس سے زیادہ کجخت کون
 تھا۔ اگر وہ دولت۔ عزت خوبصورتی
 جوانی۔ علم۔ عقل۔ غرض ہر ایک چیز
 دیکر پا لکی کے کہاروں میں کسی
 ایک کے ساتھ اپنی حالت بدل
 سکتا۔ تو بیشک وہ اسے بڑی
 خوشی اور نعمت غیر مترقبہ سمجھتا۔ مگر
 اوس نے خیال کیا کہ کیا اس تک
 میں کوئی ایسا خوبی قیدی ہے۔
 جو مجھ سے زیادہ خوش نہیں۔
 خونیوں نے گود شمنوں کو قتل کیا
 ہے۔ مگر میں نے سوچ کبھی کو قتل
 کیا ہے۔ اگر نہیں نے اپنی نفسانی
 خواہشات پر غلبہ پایا ہوتا۔ تو
 کیوں سوچ کبھی ایسی ہیبت ناک
 موت سے مرتی؟ بیشک اس کا قاتل
 میں ہوں۔ کون پرکش اور کش
 یا پیرکش مجھے زیادہ گہنگار ہوگا۔
 کیا سوچ کبھی صرف میری بی بی
 ہی تھی؟ نہیں وہ میرا سب کچھ تھی۔
 رشتہ میں بی بی۔ خاطر داری نہیں
 میزبان۔ محبت میں جانی دوست۔
 مصیبت میں رفیق۔ مشورہ میں
 وزیر۔ خدمت میں ملازم۔ میری
 سوچ کبھی اکس شخص کو ایسی
 عورت میسر آ سکتی ہے؟ خانگی
 معاملات میں میری معاون بھر
 کی خوش شمنی۔ دل کا دھرم۔
 گردن کا زیور۔ آنکھوں کا نور۔
 میرے دل کا خون جسم کی جان
 غم میں تسلی وہ۔ دل کو روشن
 کرنیوالی۔ کام میں امداد دینے والی
 کانوں کے لئے باجا۔ میری زندگی
 کا دم دہی سب کچھ تھی۔ میری
 موجودہ خوشی زانا ماضی کی یادگار۔
 آئندہ کی امید۔ اگلے جہان میں
 میری نجات تھی۔ اور میں سویر
 ہوں۔ موتیوں کی قدر کیا جانوں؟
 دفعتاً اوس کے دل میں بھال
 آیا کہ وہ تو پا لکی میں بارہم سفر
 کر رہا ہے اور سوچ کبھی نے
 پا پیادہ سفر کیا تھا معاً اس

خیال کے گزرتے ہی نگیندر بالکی
 سے کووٹھا۔ اور پیادہ چلنے لگا۔
 اور کہا ر خالی بالکی پیچھے لائے لگے۔
 جب وہ اُس بازار میں پہنچا۔ جہاں
 وہ صبح ٹھہرا تھا۔ تو اُس نے آدمیان
 کو رخصت کر دیا اور کہا میں پیادہ
 پاسفر کروں گا۔ "گر دل میں یہ
 کہنے لگا۔ "میں سوچ کبھی کی موت
 کے کفارہ میں زندگی دیدو لگا۔
 مگر کونسا کفارہ ؟ یہ کہ میں کل خوشیاں
 جن سے سوچ کبھی محروم ہو گئی تھی
 ترک کر دوں گا۔ دولت۔ ملازم
 کوئی چیز پاس رکھوں گا۔ تحفین اور
 مصیبتیں برداشت کروں گا۔
 جس دن میں گوند پور کو خیر باد کہوں گا۔
 اُس دن پیادہ پاسفر کروں گا۔
 صرف بہات پر قناعت کروں گا
 درختوں یا جھونپڑیوں کے نیچے
 سویا کروں گا۔ اوس کے سما اور
 کہا کفارہ دوں گا۔ وہ یہ کہ
 اگر کوئی غریب بے مدد عورت

مجھ مل گئی۔ تو اس کی امداد کروں گا۔
 اپنے لئے جو روپیہ میں الگ
 کروں گا۔ اوس میں سے بہت
 تھوڑا اپنی ذات کے لئے خرچ
 کروں گا۔ باقی سب بیکسوں کی
 امداد میں صرف کروں گا۔ اور
 اس جائیداد پر جو ستیش کو دوں گا۔
 یہ شرط لگا دوں گا کہ نصف بیکس
 عورتوں کی امداد میں خرچ کی
 جائے۔ کفارہ گناہ کا کفارہ سونٹا
 ہے۔ مگر غم کا کچھ نہیں ہو سکتا۔
 غم کا کفارہ صرف موت ہے۔ اس
 مر جاتا ہے۔ تو غم اوسے چھو دیتا
 ہے۔ تو پھر کیوں میں اس کفارہ
 کی آرزو نہیں کرتا۔ ہاں
 اس پر دونوں ہاتھوں سے چہرہ
 ڈھانپ کر اور خدا کو یاد کر کے
 نگیندر نے موت کی آرزو کی۔

اکتیسواں باب
 گو سب مر جاتی ہیں مگر مصیبت نہیں ہوتی

سریش چندر اپنی لشتگاہ میں
 شام کے وقت تنہا بیٹھا ہوا تھا۔
 ایک نگیندر ایک بیگ ہاتھ میں
 لئے ہوئے اندر آیا اور ایک طرف
 بیگ ہینٹک کر چپ چاپ ایک
 کرسی پر بیٹھ گیا۔ سریش اوسکی
 غم زدہ حالت دیکھ کر سخت گھبرایا۔
 مگر اس مشکل میں مبتلا تھا کہ اس
 سے کیفیت کس طرح پوچھے۔ اسے
 یہ معلوم تھا کہ نگیندر کو برہم چاری کی
 چٹنی پھونکی ہے اور اسے مٹنے
 کے لئے وہ مادہ پور میں گیا ہے۔
 دیر تک وہ منتظر رہا۔ کہ نگیندر خود
 ہی گفتگو شروع کرے مگر جب
 وہ کچھ نہ بولا۔ تو سریش چندر نے
 اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا: ”بھائی
 نگیندر میں تمہیں چپ دیکھ کر
 سخت گھبرایا ہوں۔ کیا تم مادہ پور
 نہیں گئے تھے؟“
 ”نگیندر“ میں گیا تھا۔“
 ”سریش“ کیا برہم چاری
 ”نگیندر“ نہیں ملی۔ اب وہ کہاں ہے؟“
 ”نگیندر“ ادھر کی طرف
 (اشارہ کر کے) آسمان میں (کچھ
 تامل کے بعد) اوس کا آسمان
 میں ہونا یقین نہیں کرتے۔ مگر
 میں کرتا ہوں۔“
 سریش چندر جانتا تھا کہ نگیندر۔
 آسمان کے وجود کا قائل نہیں
 تھا۔ مگر اب وہ سمجھ گیا کہ یہ آسمان
 اوس نے محبت کا ثبوت کہا ہے۔
 کیونکہ وہ سورج بھی کوئی پائے
 سے اس قدر اندونگین ہوا کہ
 اوسے اس غم کا پردہ اٹھ کرنا
 محال ہو گیا۔ اور اس خیال سے
 کہ وہ آسمان میں ہے۔ اوس نے
 تسلی پائی۔ ورنہ عرصہ تک خاموش
 رہے۔ اور سریش چندر نگیندر
 کی زاریش کے لئے ایک کمرہ
 درست کر دیا۔ مگر اوس نے

کہا نیکی متعلق نہ پوچھا اور یہ کام
 کل مانی کے سپرد کیا۔
 جب کل مانی کو خبر ملی کہ سوچ کبھی
 مر گئی ہے۔ تو اس سے ایسا قلق ہوا۔
 کہ وہ بہائی کی خاطر داری ہول گئی۔
 اور ستیش کو ایک طرف کرنے اور
 سر زانو میں لیجا کر رونے لگی۔
 ستیش کچھ دیر تک توجپ چاپ
 بکھڑا رہا۔ مگر پھر اس کی ٹہنڈی کے
 نیچے انگلی دیکر اس کا چہرہ اونچلا
 کرنے لگا۔ کل مانی نے سراوٹھایا۔
 مگر منہ سے کچھ نہ بولی۔ رشکے نے
 اس کے منہ پر بوسہ دیا۔ مگر
 ماں کو ابھی تک چپ چاپ دیکھ کر
 اس کی گود میں جا بیٹھا۔ اور
 چلا کر رونے لگا۔ خدا ہی جانتا ہے
 کہ اس بچے کے رونے کا باعث
 کیا تھا۔ سریش چند کل مانی کی
 یہ حالت دیکھ کر آپ نگیندر کے پاس
 کچھ کہانا لایا۔ اور اس کے سامنے
 رکھا۔ نگیندر نے کہانا دیکھ کر کہا۔
 دوسرے مجھے کہانی کی کچھ ضرورت نہیں۔
 میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ مجھو تم سے
 بہت باتیں کرنی ہیں۔ جن کے
 لئے میں یہاں آیا ہوں۔ اس پر
 اس نے اپنا ارادہ صاف صاف
 ظاہر کر دیا۔
 سریش۔ بیشک یہ تعجب کی
 بات ہے کہ برہم چاری تہیں نہیں
 ملا۔ کل ہی وہ یہاں سے ماہو پور
 تمہاری تلاش میں گیا۔
 نگیندر۔ تمہیں برہم چاری
 کیسے ملا؟
 سریش۔ وہ بڑا شریف آدمی
 ہے۔ جب چٹھی کا اوسر کوئی جواب
 نہ ملا۔ تو وہ گووند پور میں تمہیں خود
 ڈھونڈنے آیا۔ گووند پور میں اُسے
 معلوم ہوا۔ کہ اسکی چٹھی بنارس
 میں تمہارے پاس پہنچی گئی ہے۔
 یہ سن کر وہ اپنے کام یکہیں چلا
 گیا۔ وہاں سے وہ پھر گووند پور
 میں واپس آیا۔ مگر تمہیں نہ پا کر

<p>جس کے علاج سر وہ صحت یاب ہو گئی۔ الغرض سوچ کبھی نے اس قدر تکلیف برداشت کی تھی کہ اس کا دسواں حصہ بھی رام کر شٹو نے تمہیں نہیں سُنایا۔ یہ سن کر نگیندر گھر سے باہر نکل گیا۔ اور گھنٹوں دیوانوں کی طرح گھومتا رہا۔ آخر کار تھک کر پہر اندر آ گیا۔ اور میرٹھ چنپڑ سے کہنے لگا۔</p>	<p>کل میرے پاس آیا۔ اور میں نے تمہاری چٹھی دکھائی۔ کل وہ یہاں سے ماہو پور کو روانہ ہوا۔ اور اُسے امید تھی کہ تمہیں رانی گنج میں دیکھا۔ نگیندر نے مگر میں کل رانی گنج نہا۔ کیا اوس نے سوچ کبھی کا حال متھے بیان کیا؟ میرٹھ۔ میں کل تمہیں کل حال سناؤنگا۔</p>
<p>نگیندر نے برہم چاری کو یہ تو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ سوچ کبھی کہاں کہاں پھرتی رہی۔ مجھے کل حال سنا دو۔ میرٹھ۔ آج نہیں۔ کل سناؤنگا۔ اس وقت تم آرام کرو۔ نگیندر نے دغصہ ہو کر اور دیوانوں کی طرح آنکھیں نکال کر رہیں اسی وقت سناؤ۔ میرٹھ۔ گووند پور سے پتھر سوچ کبھی پہلے اس طرف</p>	<p>نگیندر نے اس سے میری تکلیف اور بڑے گی۔ اس وقت مجھے سب سنا دو۔ میرٹھ۔ اوس نے مجھ سے کہا کہ سوچ کبھی سخت اتر حالت میں شرک کے کنارے پڑی تھی۔ اوس نے بڑی معیبت اوٹھائی ہنی۔ کئی دن سے اوسے کچھ کھانے کو نہیں ملا تھا۔ برہم چاری اُسے اوٹھا کر گاؤں میں لے گیا۔ اور رام کر شٹو اس کا علاج کرتا رہا۔</p>

آئی۔
 نگیندر: "کتنا فاصلہ وہ ہر روز
 طے کرتی تھی۔"
 سریش: "تین میل۔"
 نگیندر: "وہ گھر سے ایک
 کوڑی ہی ہمراہ نہیں لے گئی تھی۔
 روٹی کہاں سے کہاتی تھی۔"
 سریش: "کسی دن تو برت رکھتی
 کسی دن ہسکے مانگتی! کیا تم دیوانے
 ہو گئے ہو؟" (یہ کہہ کر سریش چند
 نے زور سے نگیندر کے ہاتھ پکڑ لئے۔
 جو دونوں ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹ
 کر رہے تھے) "کیا میں مجاؤن۔
 تو سوچ کھی سے جا ملو گا۔"
 سریش: "اگر تم غور سے نہیں
 سنو گے تو میں نہیں بولو گا۔"
 مگر نگیندر اس وقت بے ہوش ہو رہا
 تھا۔ اسے کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کہاں
 ہے۔ اوس کی آنکھوں کے سامنے
 سوچ کھی کی تصویر پھر رہی تھی۔
 اور باقی دنیا اس کے دل سے غائب
 ہو رہی تھی۔ بڑی مشکل سے
 سریش چند نگیندر کو ہوش میں
 لایا اور نگیندر ہوش میں آکر
 کہنے لگا: "سوچ کھی مجھے
 جان سے زیادہ عزیز۔ تو کہاں
 ہے؟" اور تھوڑی دیر کے بعد کہا:
 "اچھا اور کیا ہوا کہو۔"
 سریش: "میں کیا کہوں؟"
 نگیندر: "اگر نہیں کہو گے۔
 تو میں تمہارے روبرو مر جاؤ گا۔"
 سریش: "مگر سوچ کھی کو یہ
 تکلیف زیادہ برداشت کرنی نہ
 پڑی۔ ایک دولت مند بھمن
 مع عیال و طفل کے کلکتہ
 سے بنارس کو جا رہا تھا۔ اور
 سوچ کھی کو ایک درخت کے
 نیچے بیٹھ دیکھ کر بھمن نے
 اوس پر رحم کیا۔ اور لئے
 ہمراہ لے لیا۔"
 نگیندر: "اِس بھمن کا کیا
 نام ہے؟ وہ کہاں رہتا ہے؟"

تکلیف نہیں دی اور نہ اوسے
نکل جانے پر مجبور کیا۔ جو کچھ ہو گیا
ہے۔ اوس پریشیاں نہ ہونا چاہیے
مگر نگیندر اپنے آپ کو قصور وار
سمجھتا تھا۔ کیوں اُس نے زہریلے
درخت کی جڑ اپنے دل سے
نہیں نکالی تھی۔ ۹

تیسواں باب

میرا کے زہریلے درخت کا پہل
ہیرا نے اپنا بے بہا اور بیش قیمت
جوہر ایک کوڑی پر بیچ دیا۔ بیشک
دامن عصمت کو تکلیف اور محنت سے
محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ مگر اکیڈن
کی غفلت سے چاک ہو سکتا ہے
ہیرا کا بھی یہی حال تھا۔ جس دولت
کے لئے اس نے اپنا قیمتی جوہر
بیچا تھا۔ بس ایک پوٹی کوڑی
ہی تھی۔ کیونکہ دُندہ کی محبت
ایسی تھی۔ جیسے سیلاب کے
نیچے کیچر رہتا ہے۔ تین دن میں

اچھا آگے کیا ہوا
میریش۔ ”سوچ کہی اوس کے
ہمراہ بنارس تک پہنچ گئی۔ اور
راہ میں اُسے کسی قسم کی تکلیف
نہیں ہوئی۔“
نگیندر۔ ”مگر اس کے بعد کیا
برہمن نے اُسے چھوڑ دیا۔“

میریش۔ ”نہیں خود سوچ کہی نے
اوس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہ بنارس
سے آگے جانا نہیں چاہتی تھی۔
اور بدوں تمہیں دیکھے وہ استدر
عرصہ کب ٹھہر سکتی تھی۔ صرف
تمہیں دیکھنے کے لئے بنارس سے
وہ پیادہ پار وادہ ہوئی۔ باقی کل
سناؤ گا۔“

نگیندر۔ ”(رو کر) باقی میں نے
آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ تمہیں
سنانے کی حاجت نہیں۔“

میریش چندر۔ ”بہا ہی تم کیوں
اس قدر اذیت دینا ہو۔ اوس میں
تمہارا کچھ قصور نہیں۔ تم نے اُسے

پانی اتر گیا اور ہیرا دلدل میں
 پہنچ گئی۔ جیسے کہ ایک بخیل یا
 شہرت طلب آدمی بد توں خزانہ جمع
 کر کے بیٹے کی شادی پر یا کسی اور
 تقریب پر ساری دولت ایک ہی
 دن میں خرچ کر ڈالتا ہے۔ فیصلے
 ہیرا برسوں اپنی عصمت نگہ رکھ کر
 ایک ساعت کی خوشی کے لئے
 اسے ہاتھ سے دے بیٹھی۔ اور
 ہمیشہ کا سچ و غم خرید بیٹھی۔

جب دندرنے او سے اس طرح
 چھوٹ دیا۔ جیسے کہ ایک لڑکا کچے
 آم کو بد مزہ پا کر پھینک دیتا ہے۔
 تو پہلے تو اس پر یہ واقعہ نہایت
 شاق گذرا۔ نہ صرف اوس کے دل
 پر ہی اس بات کا صدمہ تھا۔ کہ
 دندرنے اُسے چھوٹ دیا ہے۔
 بلکہ زیادہ ناقابل برداشت یہ بات
 تھی کہ ہم جنموں میں اسکی قد عزت
 گھٹ گئی۔ اور وہ ایک خلیل بھی
 جانے لگی۔ اور آخری کوششیں

کے وقت اوس نے دندرنے کے
 پاؤں پر گر کر کہا۔ ”مجھ مت چھوڑ“
 مگر اُس سنگدل نے جواب دیا۔
 ”میں صرف کندانڈنی پر قابو
 پانے کی غرض سے تمہاری عزت
 کرتا تھا۔ اور اپنے پہلو میں ٹھہراتا
 تھا۔ اگر اب بھی تو اسے میرے
 ہاتھ دیدے۔ تو میں ہمیشہ تک
 تجھے اپنے پاس کھونگا۔ نہیں تو ہرگز
 نہیں۔ میں نے تیرے غرور کا
 مناسب اجر تجھ پر دیا ہے۔ اب
 داغ کے ساتھ اپنے گھر چلی جا“

ہیرا کو اب غصہ اور مایوسی میں
 جہاں تار یک دکھائی دینے لگا۔
 جب اُس کے سر کا چکر بند ہوا۔
 تو وہ دندرنے کے گھر کے سامنے
 کھڑی ہو گئی اور وہ گالیاں
 سنائیں کہ وہ بھی کیا یاد کر گیا۔
 بازاری عورتیں بھی شاید ایسی
 بد زبانی سے پرہیز کریں۔ جس
 سے ہیرا نے اسوقت کام لیا۔

گئی اور اُسے الگ لیجا کر کہنے لگی۔

ایک گیدڑ مجھے روزستان ہے اور میری روٹیاں کہا جاتا ہے۔ جب تک میں اُسے جان ہیروں میرا یہاں رہنا مشکل ہے۔ اگر میں چاولوں میں زہر ملا دوں۔ تو وہ بیشک گھو کر مر جائیگا۔ تمہارے پاس بہت قسم کے زہر ہیں ایک قسم کا مجھے بھی دو۔ جو سب سے زیادہ مسک ہو۔

چنڈال۔ (اعتبار نہ کرے) میرے پاس زہر تو ہے۔ مگر میں بیچ نہیں سکتا۔ اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ میں زہر بیچا کرتا ہوں تو پولیس فوراً مجھے گرفتار کر لے گی۔ میرا۔ اس بات کا فکر مت کر۔ کسی شخص کو یہ معلوم نہیں ہوگا۔ میں گنگا کی قسم کھاتی ہوں کہ کسی کو نہیں بتاؤں گی۔ دو گیدڑوں کے لئے بچے دو۔ اور میں پاس

غرض فحش تو لےنے میں آتش مزاج ہیرا لے کوئی کسر باقی نہ رکھی اور اگر اس کی گالیاں تلوار کا اثر نہ رکھتیں۔ تو کوئی شبہ نہیں کہ دندبر کے ٹکڑے اڑ جاتے۔ آتش دندبر ان فحش گالیوں کی تاب نہ لا کر اوٹھا اور اُسے لاث مار کر باغ سے نکال دیا۔ ہیرا تو صرف عاشق ہی تھی۔ مگر دندبر فاسق ہونے کے علاوہ کندانائرش بھی تھا۔ اس طرح ابدی محبت کا خاتمہ ہو گیا۔

ہیرا گالیاں دیکر گھر نہ گئی۔ گووند پور میں ایک اونے درجہ کا حکیم تھا۔ جو غریب آدمیوں کا علاج کیا کرتا تھا۔ اُسے ادویات کا کوئی علم نہ تھا۔ اوس کے پاس صرف زہر کی گولیاں تھیں۔ جن سے زندگی کا رشتہ جلد منقطع ہو جاتا۔ ہیرا کو معلوم تھا کہ اُس کے پاس عموماً زہر کی گولیاں رہتی ہیں۔ چنانچہ وہ اس رات اوس کے پاس

روپیہ دو لگی۔“
 چندال کو یہ تو یقین ہو گیا۔ کہ عورت
 مذکور کسی آدمی کی جان لینے کے
 فکر میں ہے۔ مگر سچا پس روپیہ کی
 رستم بہت بڑی تھی۔ وہ راضی
 ہو گیا۔

تینتیسواں باب

ہیرا کی دادی

ہیرا کی دادی لاٹھی ٹیکے چلی جا
 رہی تھی۔ کہ گاؤں کے لڑکے اُس
 کے پیچھے ہونے لگے۔ شیطان لڑکے
 تالیان بجاتے اور سچا پاری بوڑھی
 پر ہستیاں اڑاتے۔ بوڑھی تنگ
 ہو کر انہیں گالیاں دینے لگی۔ اور
 ساتھ ہی اون کے والدین کو بُرا
 بھلا کہنے لگی۔ اتنی میں بوڑھی
 ٹکیں سندر کے احاطہ کے قریب پہنچی۔
 اور دربانوں نے لڑکوں سے
 بوڑھی کا بچھا چھوڑا۔ لڑکے
 دربانوں کے خوف سے بہاگ
 تو گئے۔ مگر دربانوں کو بھی ہستیاں

ہیرا فی الفور روپیہ گھر سے لے
 آئی۔ اور زہر لیکر گھر کو چلی۔
 مگر چلتی دفعہ اس سے کہ گئی خبردار
 کسی کو تو نے بتایا۔ نہیں تو
 دونوں بلا میں گرفتار ہونگے
 چندال نے جواب میں۔ ”مائی میں
 تجھ جانتا ہی نہیں“ اس طرح
 فکر دور کر کے ہیرا نے گھر کا رستہ
 لیا اور گھر پہنچ کر روکو کہنے
 لگی۔ ”میں نے کیا قصور کیا ہے۔
 کہ میں مرتی ہوں۔ میں بدون
 شخص کو مارے کیوں مردن۔
 جس نے مجھے داغ لگایا۔ میں نہر
 نہیں کھاؤنگی۔ بلکہ وہ جس نے
 مجھے اس زلت کو پہنچایا ہے اس

سے خالی نہ چھوڑا۔

ایک۔ ماچرن ہی سرشام ہی سو جاتا ہے۔ گرجب کوئی چور اُکلتا ہے۔ تو بہاگ جاتا ہے۔“

دوسرا۔ ”رام سنگھ پاری لاٹھی لئے دیری سے چلتا پھرتا ہے۔ مگر چور کی شکل دیکھ کر تالاب میں منہ چھپانے جاتا ہے۔“

تیسرا۔ ”لال چند سنگھ خوب گاتا اور ناچتا ہے۔ خوراک کے لئے تو بک الموت ہے۔ مگر کام بالکل نہیں کرتا۔ کہانے میں لیسر مگر کام میں خیر صلا۔“

تیسرا کی دادی نگیندر کے شفا خانہ میں گئی۔ اور ڈاکٹر کے روبرو جا کر کہنے لگی۔

بوڑھی۔ ”ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں۔“

ڈاکٹر۔ ”میں ہی ڈاکٹر ہوں۔“

بوڑھی۔ ”اے ڈاکٹر میں اندھی ہو رہی ہوں۔ میری عمر اسی برس

کی ہوگی۔ میں کیا کہوں۔ مجھ پر کیا کیا مصیبتیں گزریں۔ میرا لیک بیٹا تھا وہ مر گیا میری ایک پوتی تھی۔ وہ بھی۔“

یہاں بوڑھی رونے لگی۔ اور ڈاکٹر نے کہا۔ ”تجھے کیا ہوا ہے؟

اور تیرا کیا مطلب ہے؟“ مگر اُس نے پھر وہی حالات بیان کرنے شروع کر دیئے۔ جب

ڈاکٹر تنگ آگیا۔ تو اوس نے اپنی حالت چھوڑ بیٹی۔ بہو اور پوتی

کی داستان شروع کر دی۔ غرض بڑھی مشکل کے بعد ڈاکٹر

کو معلوم ہوا کہ بوڑھی کی پوتی بیمار ہے۔ اور اس کے لئے

دوا مانگتی ہے۔ بوڑھی نے کہا کہ اوس کی پوتی کو خفقان

ہو گیا ہے۔ اُسکی مان کو بھی

بھی مرض تھا۔ اور وہ اسی

مرض میں مر گئی۔ تیسرا نے اب تک کوئی صلا مت ظاہر

نہ کی تھی۔ مگر اب بوڑھی کو شبہ ہو رہا ہے۔ کیونکہ ہیرا کبھی روتی ہے۔ کبھی ہنستی ہے۔ کبھی خود بخود تاجے لگتی ہے۔

ڈاکٹر کچھ تامل کے بعد ”تیری بیٹی کو جنون ہو گیا ہے۔“

بوڑھی ”ڈاکٹر! کیا اس کے لئے کوئی دوا نہیں؟“

ڈاکٹر ”کیون نہیں۔ اسے گرم رکھ اور یہ کسٹرائل لیماسج ہی اسے پلا دینا۔ میں بھی تھوڑی دیر بعد اسے آکر دیکھوں گا۔ اور دوسری دوا دوں گا۔“

کسٹرائل کی شیشی لئے ہوئی بوڑھی گھر کی طرف چلی۔ راہ میں اسے ایک عورت ملی۔ اس نے پوچھا ”ہیرا کی ماں تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟“

بوڑھی ”ہیرا کو جنون ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر نے کسٹرائل دیا ہے۔“

کیا تمہارے خیال میں یہ علاج درست ہے۔“

عورت ”کسٹرائل سب کا باپ ہے۔ مگر تیری پوتی کو کس طرح جنون ہو گیا۔“

بوڑھی ”یہ اس کی عمر کا تقاضا ہے۔“

عورت نے کچھ دوا بتائی اور چلی گئی۔

گھر پہنچ کر بوڑھی کو یاد آ گیا۔ کہ ڈاکٹر نے ہیرا کو گرم رکھنے کے لئے ہدایت کی تھی۔ اس نے بہت سی لکڑیاں جمع کر کے آگ لگا دی۔ جب گرمی ہیرا کو پہنچی۔ تو برداشت نہ کر کے کہنے لگی۔ ”آگ! یہ کس لئے؟“

بوڑھی ”ڈاکٹر نے کہا تھا۔ کہ تمہیں گرم رکھا جاوے۔“

چونتیسواں باب

تاریک گھر تاریک زندگی

نگینہ اور سوچ سچی کی عدم موجودگی سے گھر میں تاریکی چھا

رہی تھی۔ کارک دفتر میں بیٹھے
 تھے۔ گنڈا منڈنی مع دیگر عورتوں
 کے اندر کے کمروں میں رہتی
 تھی۔ مگر صرف ستارے ایک
 اندھیری رات کی تاریکی کو کب
 دور کر سکتے ہیں۔ دیواروں پر
 کڑی نے جالالتن رکھا تھا۔
 کمروں میں گرو کے انبار تھے۔
 کبوتروں نے کٹھن میں کھونسلے
 بنائے تھے۔ اور چڑیوں نے
 چھتوں کی کڑیوں میں گھرتیا
 کر لئے تھے۔ باغ میں خشک
 پتوں کا انبار لگ رہا تھا۔ تالابوں
 میں کاسی لگ رہی تھی۔ اور تمام
 باغ ویران ہو رہا تھا۔ صحن میں گیدڑ
 آ رہے تھے۔ گودام میں چرواہوں
 کی کثرت ہو رہی تھی۔ چمگاڈ
 دن رات دکھائی دے رہے تھے۔
 سورج کبھی کے کل پانسو پرندے
 آبی کے مینہ کا لقمہ بن گئے تھے۔
 ان کے پر زمین پر پکیر رہے تھے۔

بطنوں کو گیدڑوں نے شکار
 کر لیا تھا۔ سورجنگل میں اڑ گئے
 تھے۔ گائیں دودھ دینے سے
 رہ گئیں تھیں۔
 نگیندر کے کتے بہو مر رہے تھے
 بعض مر گئے تھے۔ اور بعض کبھی
 کھولے بھی نہ گئے تھے۔ بعض
 رے توڑ کر بہاگ گئے تھے۔
 گھوڑوں میں وبا پھیل گئی تھی۔
 صطبلوں میں گندگی جمع ہو رہی
 تھی۔ مکان کئی جگہ بے شکست
 ہو رہا تھا۔ رنگی ہوئی دیواروں
 پر گرد بٹھ گئی تھی۔ کتابوں کو
 کبڑا لگ گیا تھا۔ غرض گھر
 کا مالک کوئی نہ تھا۔ اور مالک
 کے بغیر بہشت بھی ویران ہو جایا
 کرتا ہے۔
 جیسا کہ ویران باغ میں کوئی کوئی
 پھول ہوتا ہے۔ ویسی ہی گنڈا
 اس گھر میں تھی۔ اور وہ بھی سخت
 رنج و اندوہ میں تھی۔ اگر کوئی

اسے مالک پکارتا تو وہ اُسے
 تسخر سمجھتی۔ دیوان اگر پوچھ بیٹھتا
 کہ اُسے کوئی ضرورت ہے۔ تو
 وہ کچھ بیان نہ کرتی۔ نگینہ کی
 کوئی چٹھی کبھی اُس کے نام نہ آتی
 تھی۔ دیوان کے پاس جو چٹھی آتی
 تھی۔ وہ اُس کے پاس پہنچ دیتا۔
 اور جب وہ پڑھ لیتی۔ تو داپس
 منگا لیتا۔
 جس قدر مصیبت سورج کبھی نے
 جنگل میں اٹھائی۔ اُس قدر گندا
 گواہ کا عیاشان محل میں برداشت
 کرنی پڑی۔ سورج کبھی اپنی شوہر
 کو پیار کرتی تھی۔ مگر کیا گندا
 نہیں کرتی تھی، اس ننھو سے
 دل میں محبت کی آگ بھٹک رہی
 تھی۔ اور چونکہ وہ اُسے باہر نکال
 نہیں سکتی تھی۔ اس کو اندھی بند
 جلا کرتی تھی۔ گندا نگینہ کو ابتدا
 ہی سے چاہی ہی تھی۔ مگر اوس نے
 کسی کو اس حال سے مطلع نہ کیا تھا

اور نہ اوس سے کوئی واقف
 ہی تھا۔ اوسو نگینہ سے
 ملنے کی کوئی امید نہ تھی اس لئے
 وہ ہمیشہ مایوسی میں رہا کرتی تھی۔
 کیونکہ اس بات کی خواہش اُس
 کے لئے ایسی تھی۔ جیسو چاند
 پر قبضہ پانیک۔ مگر نگینہ نے
 کس قصور کے بدلے اوسو تنہا
 چھوڑ دیا تھا، گندا انہیں خیالات
 پر ہمیشہ سوچا کرتی۔ اچھا نگینہ
 اُسے پیار نہ کرے تو نہ کرے۔
 مگر کیوں وہ اسکی آنکھوں سے
 ہی روپوش ہو گیا ہے، اس
 کے علاوہ وہ گندا کو کیوں اپنی
 مصیبت کا باعث سمجھتا ہے؟
 ہر ایک شخص گندا کو ایسا ہی
 خیال کرتا۔ مگر گندا اپنے دل
 سے پوچھتی۔ مجھ پر یہ الزام
 کیوں لگایا جاتا ہے، میرا
 اس میں کیا قصور ہے؟
 بیشک ایک بداعت میں نگینہ

اگر سوچ کھنی آجائگی۔ تو میں
مر جاؤنگی۔ میں اُس کے راہ میں
اب کاٹنا نہ رہونگی۔

پینتیسواں باب

واپسی

کلکتہ میں جس قدر کام ضروری
مقرر تھا۔ ختم ہو گیا۔ وصیت نامہ
لکھا گیا۔ اُس میں برہم چاری اور
نامعلوم برہمن کے لئے بھی
انعام مقرر کیا گیا۔ چونکہ وصیت
کی رعیت ہری پور میں ہونی
تھی۔ اس لئے نگیندر گووند پور میں
آیا۔ سریش چندر کو بھی اُس
نے گووند پور میں آنے کی تاکید
کی۔ اوس نے نگیندر کو وصیت
نامہ لکھنے اور پاپا دہ سفر کرنے
سے ہر چند روکا۔ مگر اُس نے
ایک نہانی۔ چنانچہ نگیندر پاپا دہ
روانہ ہوا۔ اور سریش مکمل نہانی
اور ستیش بابو کشتی پر روانہ

کئے گئے۔ شادی کی تھی۔
جیسے کہ ہر ایک شخص شجر الموت
کے نیچے بیٹھنے سے مر جاتا ہے۔
وہی ہی اس شادی میں جتنے
اشخاص کا تعلق تھا۔ سب سب
تباہ ہو گئے۔ پھر گندائے دل
میں سوچا۔ سوچ کہی میری
وجہ سے اس حالت کو پہنچی ہے۔
سوچ کہی نے میری کشتگیری
کی۔ مجھ سے بہینوں کا سا پیار
کیا۔ میں نے اُسے فقیر بنایا
ہے۔ تو مجھ سے زیادہ بد قسمت
کون ہے۔ میں کیوں نہ شرک
کے کنارے مر گئی؟ میں اب
کیوں نہیں مر جاتی؟ میں ابھی نہیں
مردی۔ اُسے آئے دو۔ میں
ایک دفعہ اُسے دیکھ لوں۔ کیا
وہ نہیں آئے گا؟ گندا کو
سوچ کہی کی موت کی اطلاع
نہیں ملی تھی۔ اوس نے خیال
کیا اب مرنے کا کیا فائدہ ہے۔

ہوئے۔ جب کندا نے مکمل نانی
 کو دیکھا تو اسے ایسا معلوم ہوا۔
 کہ ایک ستارہ پھر ایک دفعہ نکلا
 ہے۔ سوچ کھی کے بہاگ جائیکے
 وقت سے مکمل نانی کندا پر سخت
 ناراض تھی۔ اور اس سے گفتگو
 نہیں کیا کرتی تھی۔ مگر اب کندا کو
 دیکھ کر سارا اس کا غصہ جاتا رہا۔
 اور اس نے کندا کو خوشخبری
 سنائی۔ کہ گنبد کل گھر میں واپس
 آئیگا۔ یہ سن کر کندا کے چہرہ پر
 بشارت سی چھا گئی۔ مگر سوچ کھی
 کی موت کی خبر سن کر وہ زار و زار
 روئی۔ بہت سے ناظرین کندا کی
 اس حرکت پر نہیں گئے۔ او کہیں
 گئے۔ بگلا مچلیوں کی موت پر
 آنسو بہا رہا ہے۔ مگر کندا نادان
 تھی۔ اسے وہم تک بھی نہ گذرا۔
 کہ سوچ کھی کی وفات پر اسے
 خوش ہونا چاہیے۔ یہ بیوقوف
 فی الحقیقت رہ رہی تھی مکمل نانی
 نے کندا بھی تسلی دی اور اپنا
 دل بھی بہلانے لگی۔ وہ بہتیرا
 رو چکی تھی۔ اب اس نے یہ
 سوچا۔ کہ روئی سے کیا فائدہ ہے
 اگر میں روئی رہوں گی۔ تو سریش
 چندر دلہنگ ہوگا۔ اور سریش
 بھی روئیگا۔ روئی سے سوچ کھی
 واپس نہیں آجائیگی۔
 مکمل نانی نے سریش چندر کو
 کہا۔ اس گھر کی دیوی یہاں
 سے رخصت ہو گئی۔ جب میرا
 یہاں یہاں آئے گا۔ تو اسے
 صرف چٹائی کا بستر ملے گا۔
 پر وہ دونوں مکان کی آراستگی
 میں مصروف ہوئے۔ تھوڑی
 دیر میں چوہے اور تکیاں کرے
 سے نکل گئیں۔ پرندے گھونسلے
 چھوڑ گئے۔ اور مکان سب
 درست ہو گیا تھا۔ جبوقت گنبد
 نے اپنا قدم اندر رکھا۔ شام
 کا وقت تھا۔ جیسے کہ دیاسیلا

کے وقت بڑا تیز اور تند بہتا ہے۔
 جب پڑ ہو جاتا ہے۔ تو بڑے آرام
 سے بہتا ہے۔ اس طرح گیندر
 کے غم کا حال ہو گیا۔ اُس کا غم
 کچھ کم نہیں ہوا تھا۔ مگر اب وہ
 بچپن اور بے قرار نہیں تھا۔ تھا
 اطمینان کے ساتھ اوس نے
 گھر کے آدمیوں سے گفتگو کی۔
 اور ہر ایک کی مزاج پرسی کی۔ مگر
 کُنڈا بندی سے بالکل کلام نہ کی۔
 گیندر کے حکم سے اُس کے
 نوکر دن نے اُس کا بستر
 اوس کمرے میں سچایا۔ جہاں
 سو بج مکھی رہا کرتی تھی۔ اور
 نصف شب گزری کہ گیندر اُس
 کمرے میں گیا۔ مگر سونے کے
 لئے نہیں۔ زونے کے لئے۔
 سو بج مکھی کا کمرہ بڑا وسیع اور
 خوبصورت تھا۔ گیندر نے اوس
 کمرہ کو نہایت آراستہ پہراستہ کر
 رکھا تھا۔ اور اُس میں ہر ایک
 قسم کی تصویریں رکھی ہوئیں
 تھیں۔ رات بڑی خوفناک
 تھی۔ سرشام بھی کچھ بوندیں پڑی
 تھیں۔ اور اب ہوا کا طوفان
 بڑے زور شور سے بپا تھا۔
 کھڑکیوں کے تختے پھر پھڑپھڑا رہے
 تھے۔ گیندر نے سب دروازہ
 بند کر لئے۔ مگر ایک دروازہ جو
 بستر کی طرف تھا۔ کھلا رکھا۔
 فرش پر بیٹھ کر روئے لگا۔ اور
 کمرے کی ایک ایک چیز سے
 اسے مختلف اوقات یاد آنے
 لگے۔ آہ کیا خوشی کا وقت تھا۔
 جب سو بج مکھی اور گیندر دونوں
 اس کمرے میں بیٹھا کرتے تھے
 اب اس کمرے کی ہر ایک چیز
 پر حسرت برس رہی تھی۔ اور
 سماں خوفناک دکھائی دے رہا
 تھا۔ اور گیندر ہر ایک چیز پر
 بے اختیار آنسو بہا رہا تھا۔
 سو بج مکھی نے اوس کمرہ میں یہ

کندہ کر دیا تھا۔ سمٹا بکرا جیتی
 میں۔
 یہ کرو اپنے سرتاج شوہر کے لئے۔
 اسکی خادمہ سوچ نکھی نے تیار کر لیا۔
 نگیندر اس نوشتہ کو بار بار پڑھتا
 اور سوچ نکھی کو یاد کر کے دل
 کھول کر دیتا تھا۔ دفعۃً چراغ کی
 ماند پر گئی تھی اور چراغ بجھنے کے
 قریب ہو گیا۔ نگیندر ایک آہ
 سر دھڑ کر لیٹ گیا۔ اس دہندلی
 روشنی میں ایک عجیب واقعہ درپیش
 ہوا۔ نگیندر نے دروازہ کی طرف
 نگاہ کی۔ تو ایک عورت کی شکل دکھائی
 دی اوس کے بدن کے رونگٹے
 کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ اُس عورت
 کے خط وخال سوچ نکھی کے ایسے
 تھے۔ نگیندر اُس کی طرف لپکا۔
 مگر چراغ بجھ گیا۔ اور نیکی اسکی
 نظروں سے غائب ہو گئی اور نگیندر
 بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔
 جب نگیندر نے ہوش سمیٹا لیا۔

تو کمرہ میں چار طرف تاریکی
 چھا رہی تھی۔ اوسے یاد آ گیا۔
 کہ وہ کیوں اس جگہ پڑا ہے۔
 مگر اب اُس کا نہ بچ بچہ پر تھا
 یا اطمینان یہ کیا امر ہے؟ تنکھ
 کہاں سے آ گیا؟ کیا وہ تنکھ
 تھا۔ یا کسی کی رائی تھی؟ کب
 گندا منڈی کی؟
 اس مشبہ کے دور کرنے کے
 لئے اوس نے سوال کیا۔ تو
 کون ہے؟ مگر جواب کچھ نہ
 ملا۔ لہبتہ ایک دو قطرے
 پانی کے اوسکی پیشانی پر گرے۔
 جس سے اوسے معلوم ہوا کہ
 وہ دور ہی ہے۔ نگیندر نے
 ماتھے اوٹھایا اور اوس کا بدن
 چھوا وہ دفعۃً گھبرا گیا۔ اور
 کچھ عرصہ تک بے حس و حرکت
 پڑا رہا۔ اتنے میں بادل بھی
 ختم کیا تھا۔ اور نیکی سی روشنی
 دروازہ کی راہ سے کمرہ میں پڑنے

لگی۔ نگیندر بھی اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور عورت بھی اٹھ کر دروازہ کی طرف چلی۔ نگیندر نے اتنا تو معلوم کر لیا۔ کہ وہ گنڈا سنڈی نہیں۔ مگر تاریکی کی وجہ سے یہ نہ پہچان سکا کہ وہ کون ہے۔ البتہ اوس نے نہایت گھبراسٹ مین کہا۔

وہ تو کون دیسی یا بنی آدم ہے میں تیرے قدموں پر سر رکھتا ہوں۔ بول نہیں تو میں مر جاؤں گا عورت نے کچھ جواب نہ دیا۔ مگر نگیندر کی سمجھ میں نہ آیا۔

اور وہ لپک کر شکل کے قدموں پر گر پڑا اور وہیں بیہوش ہو گیا۔ عورت نے پھر اس کا سر ران پر لے لیا۔ اور چپ چاپ بیٹھی رہی۔ نگیندر کو جب ہوش آیا۔ تو صبح ہو چکی تھی۔ اور پرندے بول رہے تھے۔ نگیندر نے بدون آنکھیں اوپر اٹھایا کہا۔ ”گنڈا تو کب آئی؟ آج غلام

رات میں سوچ کبھی کی خواب دیکھتا رہا۔ خواب میں مجھے معلوم ہوا۔ میں سوچ کبھی کی گودا میں سر رکھی ہوئے لیٹا ہوں۔ اگر تو سوچ کبھی ہوتی۔ تو میرے لئے کس قدر خوشی کا موجب ہوتی۔

عورت۔ ”اگر تم اس بد قسمت کو دیکھنے کے آرزو مند ہو۔ تو دیکھو میں وہی ہوں۔“

نگیندر۔ (چونک پڑا۔ اور آنکھیں ملکر کہنے لگا۔) ”کیا میں دیوانہ ہو گیا ہوں؟ کیا میری قسمت میں یہی ہے کہ میں دیوانہ ہو جاؤں؟“

عورت۔ ”مولا تہ جوڑ کر! اہو میرے مالک میرے آقا۔ اُٹھو۔ میں نے بڑا دکھ ہو گا ہے۔ مگر اب اس کا خاتمہ ہے۔ میں مر نہیں گئی۔ بلکہ زندہ ہوں۔ اور تمہاری خدمت کرنے آئی ہوں۔“

نگیندر نے جھٹ سوچ کبھی کو

سینہ سے لگا لیا۔ اور دونوں
روئے گئے۔ مگر یہ رونا خوشی
کا رونا تھا۔

بہتیسواں باب

سرگزشت

یگندر کو بڑا اشتیاق تھا کہ سچ کچھ
سے اس کی سرگزشت سنے۔
سورج مکھی نے اس طرح بیان کی۔
میں مر نہیں گئی تھی۔ ڈاکٹر نے جو
کچھ نہیں کیا تھا۔ غلط تھا۔ اوسو
معلوم نہیں تھا۔ جب میں اُسکے
علاج سے تندرست ہو گئی تو میرا
دل نہیں دیکھنے کے لئے بقیار
تھا۔ اویس نے برہم چاری کو
ساتھ لیکر گوند پور کا رخ کیا۔
جب ہم یہاں پہنچے تو معلوم
ہوا کہ تم یہاں نہیں ہو۔ اس پر
برہم چاری مجھے ایک گاؤں میں
جو یہاں سے چھ میل کے فاصلہ پر
ہے۔ لیگیا اور ایک برہمن کے

گھر میں رکھا وہ آپ نہیں سمجھتے
کے لئے کلکتہ گیا۔ وہاں لیشن
کی زبان سے اوسے معلوم
ہوا کہ تم مادھوپور گئے ہو۔ وہاں
اوس نے یہ بھی سنا۔ کہ جس
رات کو ہم مادھوپور سے روانہ
ہوئے تھے۔ اوسے رات
ہر وہانی کے گھر آگ لگی۔ صبح
کو لوگوں نے ایک لاش دیکھی۔
مگر چونکہ اوسے مطلق شناخت
نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے
یہ قرار دیا۔ کہ ہر وہانی تو بھاگ
گئی ہے اور چار عورت جو بھاگ
نہیں سکتی تھیں۔ مر گئی ہیں۔
رام کرشن کو بھی خبر ملی اور یہی
اوس نے تم سے بیان کی۔
برہم چاری کو یہ بھی معلوم
ہو گیا۔ کہ تم وہاں گئے ہو اور
میری وفات کی خبر سن کر گوند پور
واپس آئے ہو۔ وہ تمہاری
پیچھے آیا اور پرسوں گاؤں میں

پہنچ گیا۔ میں نے بھی سنا کہ تم دو تین دن میں آنے والے ہو۔ اس امید پر میں بیان آئی۔ مگر تمہیں نہ پا کر واپس چلی گئی۔ اب مجھے پانچ چھ میل چلنا دشوار نہیں معلوم ہوتا۔ کل میں اس طرف روانہ ہوئی اور ایک بجے رات کے یہاں پہنچ گئی۔ کھر کی کھلی دیکھ کر میں اندر چلی آئی۔ اور زینہ کے نیچے چھپ رہی۔ جب میں اس کمرہ میں پہنچی۔ تو تمہیں سرسجود دیکھا۔ پہلے تو میں نے چاہا کہ اپنے آپ کو تمہارے قدموں میں ڈالوں۔ مگر اس خوف سے کہ شاید تم میری خطا نہ بخشو۔ باز رہی۔ پھر میں نے اپنے آپ کو تمہیں دکھایا۔ اور تم بیہوش ہو کر گر پڑے اور میں نے تمہارا سر گود میں لے لیا۔ اور بیٹھی رہی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ خوشی میری قسمتیں تھیں

سینتیسواں باب

سادہ لوح اور سادہ

جس وقت سوچنے کمرہ میں نگیں اور سورج کبھی خوشی کی لہر میں غوطہ کھا رہے تھے۔ اسی وقت دوسرے کمرہ میں ایک مہنگ گنگو ہو رہی تھی۔ مگر پہلے ہم بیان کریں۔ کہ اس رات کو کیا گذرا۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ نگیں نے آنے والے وقت کس انداز میں نڈی کو مطلق مخاطب نہیں کیا۔ اس سے اُس کے دل پر سخت صدمہ پہنچا۔ اور وہ کہنے لگی۔ میں کیوں اب تک شوہر کو دیکھنے کے لئے زندہ

رہی۔ اب میرے لئے کیا خوشی
 رہ گئی ہے؟ رات بھر وہ روتی ہی
 اور پچھلے پہر اسے نیند نے گھر
 لیا۔ نیند میں کیا دیکھتی ہے۔ کہ
 وہی شکل جو اس نے چار سال
 گزرے باپ کی وفات کے وقت
 دیکھی تھی اب پھر اس کے سامنے
 آ موجود ہوئی۔ مگر اس دفعہ وہ
 چمکیلے بالہ میں گہری ہوئی نہیں تھی
 بلکہ ایک بادل کے اوپر تھی۔ جو
 برسنے کے قریب تھا۔ اس بادل
 میں سے ایک اور چہرہ مسکراتا ہوا
 نکلا۔ جو ہیرا کے چہرہ سے بالکل
 مشابہ تھا۔ گندا سم گئی اور اسکی
 ماں نے کہا: ”گندا جب میں
 پہلے آئی تھی۔ تو تو نے میری
 بات نہیں سنی تھی۔ اب تو نے
 دیکھ لیا کہ تو نے کس قدر مصائب
 اٹھائے۔ اسوقت میں نے کہا
 تھا کہ میں ایک دفعہ پھر آؤں گی۔
 اور اب میں وعدہ کے بموجب آئی

ہوں۔ اگر تو دنیا کی خوشیوں
 سے سیر ہو چکی ہے۔ تو میرے
 ساتھ چل۔“
 گندا: ”ماں مجھ اپنے ساتھ
 لے چل۔ میں یہاں رہنا نہیں
 چاہتی۔“
 ماں: ”(دخوش ہو کر) اچھا
 پھر آ جا۔“
 گندا: ”صبح کو اٹھی اور اُسے
 خواب یاد آیا۔ تو اُس فرح خدا
 سے دعا مانگی کہ اُس کا خواب
 سچ نکلے۔ علی الصبح ہی ہیرا
 گندا کے کمرہ میں آئی۔ جس دن
 سے گندا یہاں آئی تھی۔ ہیرا نے
 گندا سے پیار کرنا شروع کر دیا
 تھا۔ مگر دوسری عورتیں اس
 چالاکی کو پا گئی تھیں۔ گندا سادہ
 لوح تھی۔ صرف یہی سمجھتی کہ
 ہیرا زبان کی تلخ ہے اور بیوفا
 نہیں۔ ہیرا نے گندا کو روکتے
 دیکھ کر کہا: ”تھا کرانی۔ توں

کیوں روتی ہے۔ سچہ کیا ہو گیا ہے؟ کیا تو ساری رات روتی رہی ہے؟ کیا بابو نے تجھے کچھ کہا ہے؟
 گندا۔ ”کچھ نہیں۔“
 ہمیرا۔ ”اُس نظارہ سرخوش ہو گیا۔ کیا بابو نے تجھ سے کوئی بات کہی ہے؟ میں ایک خادمہ ہوں۔ مجھ بتانے میں تمہیں تامل نہیں چاہیے۔“
 گندا۔ ”مجھ سے مطلق گفتگو نہیں کی۔“
 ہمیرا۔ ”کیوں؟ اتنے دن کی جدائی کے بعد اوس نے تجھ سے کوئی نہیں کی۔“
 گندا۔ ”(رد کر) اوس نے تو مجھ کو دیکھا تک نہیں۔“
 ہمیرا۔ ”(دل میں خوش ہو کر) تو اس طرح کیوں روتی ہے؟ کثرتِ نوگ سر سے پاؤں تک غم میں غرق ہیں۔ مگر تو ایک ہی غم میں دبی جاتی ہے۔ اگر میرے قہنا غم تجھے ہوتا۔ تو تو اب تک مر چکی ہوتی۔“
 مرجانے کا لفظ گندا کے کانوں میں پارہ کی طرح پڑا۔ وہ کانپ گئی۔ رات کو وہ کئی دفعہ ایسا ارادہ کر چکی تھی۔ اور اب ہمیرا کے الفاظ نے اوس کا ارادہ مستقل کر دیا۔
 ہمیرا۔ ”سن میں کس مصیبت میں ہوں۔ میں بھی ایک شخص کو جان سے زیادہ چاہتی تھی۔ وہ میرا شوہر نہیں تھا۔ مگر میں اپنا گناہ اپنی مالک سے کیوں چھپاؤں۔ بہتر ہے کہ میں صاف صاف اقرار ہی ہو جاؤں۔ گندا نے ہمیرا کے آخری الفاظ نہ سنے۔ اوس کے کانوں میں خود کشی کی آواز آرہی تھی۔ اور کوئی دیوبے خبر اس کے کانوں میں کہہ رہا تھا میں اس

زحمت کے اٹھانے کی نسبت تیرے لئے مر جانا اچھا نہیں ہے، ہیرا بیشک وہ میرا شوہر نہیں تھا۔ مگر میں جان سے اُسے زیادہ چاہتی تھی۔ مجھ کو معلوم تھا کہ وہ مجھ کو نہیں چاہتا۔ بلکہ کسی آدمی کو جو ہزار گنتے مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے۔ چاہتا ہے۔ خیر میں نے اُس کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور ایک دن ہم دونوں نے منہ کا لایا۔

میں دوسرے کی خاطر کیوں تیرے لئے مر جانا اچھا نہیں ہے، اپنی جان برباد کروں۔ میں نے نہ ہر نہ کہا یا۔ اوصتہ دق میں اٹھا رکھا۔ یہ کہہ کر پھر ایک چھوٹا سا بکس اٹھا لائی اور اُس میں سے زہر نکال کر گندہ کو دکھایا۔ اتنی میں گھر میں سے خوشی کے مغروں کی آواز آئی۔ ہیرا بکس کھلا چھوڑ کر خبر لینے لگی۔ اور گندہ کو زہر اڑانے کا موقع مل گیا۔

اکھٹیسوان باب

بد انجامی

ہیرا کو پہلے اس خوشی و خرمی کی وجہ معلوم نہ ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ ایک بڑے کمرہ میں کئی عورتیں اور لڑکیاں کسی کو گھیرے ہوئے۔ خوشی کے مغرے بلند کر رہی ہیں۔ ہیرا اس جھڑک کی وجہ سے بھانپا۔

ہیرا نے اپنی محبت کی کل داستان سنا دی۔ مگر کسی کا نام نہ لیا۔ اور آخر میں کہا۔ ”تم کیا سمجھتی ہو۔ میں نے کیا کیا؟“ گندہ۔ ”ہاں تم نے کیا کیا؟“ ہیرا۔ ”میں حکیم کے پاس گئی۔ اور اُس سے زہر مول لیا۔“ گندہ۔ ”پھر؟“ ہیرا۔ میں نے خودکشی کا ارادہ کیا۔ مگر پھر مجھ کو خیال آیا۔

ہوں۔ وہ اب میری چھوٹی
بہن ہوگی۔“

دونوں گئیں۔ کچھ عرصہ تک مکرمہ
میں رہیں۔ اور آخر کار مکملانی
روانی صورت بنائے ہوئے
باہر نکلی۔ اور نگیندر کو بلانے
کے واسطے ایک عورت کو
بھیجا۔ جب نگیندر آیا۔ تو دروازہ
پر سورج کہی اُسے روتی ہوئی
ملی۔

نگیندر نے کیا ہوا ہے؟
سورج کہی۔ میں کنڈا کو پرورش
کر کے عورت بنایا۔ اور اب
میں اُسے اپنی چھوٹی بہن بنانے
آئی۔ تو اُسے خاک کا ڈھیر پایا۔
کنڈا نے زہر کہا لیا ہے۔“

نگیندر نے کیا کہہ رہی ہے؟
سورج کھچی۔ تم کنڈا کے
پاس جاؤ۔ اور میں ڈاکٹر کو بلانا
بیجعتی ہوں۔“

سورج کہی اپنے کام پر گئی۔ اور

نہ سکی کہ کس کے گرد اس قدر
ہجوم مہم رہا ہے؟

میرا کسی قدر متعجب ہوئی اور
ہجوم میں سے سترنگال کر کیا
دیکھتی ہے کہ سورج کہی بیٹھی
ہوئی ہے اور خادۂ عورتیں
اوس کے بال سنوار رہی ہیں۔
اُسے باور نہ آتا تھا۔ کہ سورج کہی
جو مر گئی تھی۔ اب پھر زندہ ہو کر
دکان بیٹھی ہوئی ہے۔ چنانچہ

اس حیرانی میں اوس نے
ایک عورت سے پوچھا۔ یہ کون
ہے۔؟ کو سلیا نے یہ سوال
سُن لیا۔ اور طنز سے کہا کیا تو
نہیں جانتی؟ یہ ہمارے گھر کی
دیہی اور تمہاری جہاد ہے۔“

بال سنور چکے۔ تو سورج کہی نے
زیورات اور کپڑے پہنے۔ اور
مکملانی کو کہا۔“ چلو کنڈا کو دیکھیں۔
اوس نے میرا کوئی قصور نہیں
کیا۔ میں اُس سے ناراض نہیں

نگیندر تنہا گنڈا کے کمرہ میں گیا۔
 اوس نے دیکھا کہ گنڈا کا چہرہ
 سیاہ ہو رہا ہے۔ آنکھوں کا
 نور دور ہو رہا ہے اور چہرہ پر
 مردنی چھا گئی ہے۔

انتالیسواں باب

گنڈا کی زبان کھل گئی۔

گنڈا اندنی فرش پر بیٹھ ہنسی مچی
 اور اس کا سر چار پائی کے ساتھ
 نیچے کی طرف لگ رہا تھا نگیندر
 کو دیکھ کر اوس کی آنکھوں میں
 آنسو بھر آئے اور اپنا ہنر گیندر
 کے پاؤں میں ڈال دیا۔

نگیندر یہ کیا ہے؟ کس قصور
 کے بدلے تو مجھے چھوڑتی ہے؟
 گنڈا نے کبھی نگیندر کو جواب
 نہیں دیا تھا۔ مگر اب دفعۃً اسکی
 زبان کھل گئی۔ اور اوس نے
 کہا: ”کس قصور کے بدلے تجھے
 مجھے چھوڑا تھا؟“

گنڈا: ”جس وقت تم کل آئے
 تھے۔ اگر میرے پاس اسی طرح
 آکر بیٹھ جاتے۔ تو میں نہ مرتی۔
 مگر تم نہ آئے۔ خیر اب میرے
 پاس چپ چاپ مت بیٹھو۔ اگر
 میں نے مرتی دفعہ تمہاری
 چہرہ پر خوشی کے آثار نہ دیکھے
 تو میں خوشی سے جان نہیں
 دوں گی۔“

نگیندر: ”تو نے کیوں لیا
 کیا؟ تو نے مجھے کیوں نہ
 بلا ہیجا۔“
 گنڈا: ”(مسکرا کر) اس بات
 کا خیال نہ کر۔ یونہی جلدی سے
 یہ الفاظ میرے مُنہ سے نکل گئے
 تھے۔ تمہارے آنے سے
 پہلے میں نے مرنے کا ارادہ
 کر لیا تھا۔“

میری یہ نیت تھی۔ کہ اگر سوچ کھی
 آجائیگی۔ تو میں مر جاؤں گی۔ میں
 اس کی راہ میں کاشا نہیں ہوں گی۔

میں نے واقعی مرنے کی ٹھان لی تھی۔ مگر ہمتیں دیکھ کر میں مرنے پر راضی نہ تھی۔

نگیندر نے کچھ جواب نہ دیا۔ اب وہ بے زبان گندا کے سامنے لا جواب تھا۔ گندا نے تھوڑی سی تال کے بعد کہا: "بولنے سے ابھی مجھ پر سیری حاصل نہیں ہوئی۔ چونکہ میں نے کبھی بولنے کی جرات نہیں کی تھی۔ اس لئے میری خواہش پوری نہیں ہوئی۔ تھی۔ گرا ب موت میری قریب آ رہی ہے۔ میرا منہ خشک ہو رہا ہے۔ میری زبان کانپ رہی ہے۔ اور مجھے زیادہ بولنے کی قدرت نہیں ہے۔" اس نے سر نگیندر کے پاؤں پر رکھ دیا۔ اور آنکھیں بند کر لیں۔ ڈاکٹر آیا۔ مگر مریضہ کا حال دیکھ کر چپ چاپ کوئی دوا لینے چلا گیا۔ آخری وقت پر گندا نے سوچ سچی

اور کل مالی کو یاد کیا۔ وہ آئیں۔ اور زار زار رونے لگیں۔ گندا نے ایک نظر اوہ نہیں دیکھا۔ اور تھوڑی دیر بعد اس کی روح بدن سے پرواز کر گئی۔ اور کھلا ہوا پھول یک نخت بند ہو گیا۔

سورج کٹھی نے ہتھڈی سانس بھر کر کہا۔ "کاش تیری قسمت جیسی قسمت میری بھی ہو۔ مجھے اپنے شوہر کے پاؤں پر مرنے نصیب ہوئے" یہ کہہ کر شوہر کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے گئی۔

نگیندر گندا کی لاش دریا کے کنارے اوٹھا لے گیا۔ وہاں آخری رسوم ادا کی گئیں۔

چالیسواں باب

خاتمہ

گندا زندگی کے بعد لوگوں میں یہ چرچا شروع ہوئی۔ کہ

لایا تھا۔ سن جس دن تو نے مجھے گھر سے نکال دیا تھا میں
 بچلی ہو گئی۔ مجھ سے یہ صدمہ
 برداشت نہ ہو سکا۔ میرے دماغ
 پر اس کا بُرا اثر پڑا۔ میں اس
 دیوانگی کے عالم میں دو افروزش
 کے پاس گئی اور اس سے زہر خرید
 لائی۔ پہلے تو میں نے خود زہر
 کھا لینے کا ارادہ کیا۔ پھر منجھوٹ
 آیا کہ میں کیوں ظاہر کہاؤں۔
 کیوں نہ تجھ کو یا کندا کو کھلاؤں
 اس امید پر میری بیماری جاتی
 رہی۔ تو کو میرے ہتھے نہ چڑھا۔
 آخر میں میں نے کندا کو زہر کھلا دیا۔
 مگر اس سے میری بیماری اور
 بڑھ گئی۔ دور راز مخفی رکھنا
 مشکل سمجھ کر میں نے اس جگہ کو
 ہی چھوڑ دیا۔ اور وطن کو خیر باد
 کہہ کر پاگھوں کی طرح آوارہ
 پرنے لگی۔ اب مجھے کوئی
 کھانے کو بھی نہیں دیتا۔ سچ ہے

بچلی کو کون کہا نہ دے۔ جب بیماری
 زور پکڑتی ہے اور کسی درخت
 کے نیچے بیٹھ جاتی ہوں گہمتی
 گہومتی اور ہر آنکلی۔ تو میں نے
 سنا کہ تو مرے والا ہے۔ یہ
 میرے لئے بڑی خوشخبری
 تھی۔ میں نے موقوف غنیمت سمجھا۔
 اور یہاں آئی۔ میرا دل ٹھنسا گیا۔
 ہے اور میری دعا ہے کہ وفور
 بھی تجھے قبول نہ کرے۔
 یہ کہلوراک گاتی ہوئی ہیرا جلی
 گئی۔ اور دندبر کی تکلیف اس
 واقعہ سے اور بھی بڑھ گئی۔ اور
 اوس نے بڑی دقت اور ذلت
 سے جان ہوی۔ زہر لایا درخت
 اب ختم ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ
 بہت سرگھروں کے لئے یہ
 عبرت کا کارنامہ ہوگا۔



پنجاب جنرل ایک ایجنسی متعلق کاغذ پر لکھا ہوا ہوئی

مختصر فہرست کتب بابت ماہ جولائی ۱۸۹۷ء

۱۔ تمام فرائضات کی طویل تفصیلات سے پرانی دیوید ریو پے اپیل ہوئی۔ ۲۔ صاحب قیمت پیٹنٹی
منشی آرڈر بھیجیں اس کو دو آئینے بغیر جسٹری رائٹر پر لکھیے چاہئیں سورنہ بار جسٹری ایک پکٹ کے تحت
چونے کا مطبع و سندھ دار تصور نہنگا۔ ۳۔ فرائض کے ہر او نام معہ پتہ عدالت خدا میں ہونا چاہئے اگر کسی نے ایک
خریدہ ہو تو صرف جسٹری رائٹر خریدی کہ دینا کافی ہوگا۔ ۴۔ کاغذ فرائض کا محض ایک طرف سے لکھیں دوسری طرف سے لکھیں

پنج اور محنت سے تیار ہو سکتے ہیں۔ اگر یہاں کو ہیں
کے محل آپ کے پیش کیا کریں۔ تیسرا راجہ بہر
رحمتہ وہ تیار ہو رہے ہیں

خطا تقدیر سے سادہ رنگ۔ یہ کتاب چھپ رہی
سے ترجمہ کی گئی ہے۔ اچھے کے خوب سے انسان کی
اور اس کی طبیعت و تعلقات کے حالات سے وہ کم کرنے
کے کو تو راہ ہوتے ہیں۔ اس میں انسان کے سید آدم
اُسے ہاتھ کے قتل کے بارے میں نقشہ مدد کی ایک
چھوٹے نقشہ کے زیر ہیں۔ جو لوگ اسے نہیں کہ
مدا کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور اسی سے
انہی کی لکیر میں کسی مطلب کے لئے لکھی گئی ہیں
دو اس کتاب سے ضرور نفع حاصل کریں گے قیمت
پُر اسرار و وہی راہب یہ دس کے متعلق
جو قصہ آج تک لکھے گئے ہیں ان میں سے یہ پہلا
وہی راہب و وہی ایک پراسرار قصہ ہے جس کا
مشہور و مشہور عالم سادہ پوش راہب کے ہیں
میں ایک سادہ پوش کا شروع لکھنے کے لئے متعلق ہوگا
جو ایک بند وں سا کی محبت ایک مہربانی سے
اسے زندگی کی دفا دی ہے خیر فائش سے۔ جڑی

بعض نئی کتابیں مطبوعہ حال

۱۔ ذخیرہ صنعت و حرفت و حصہ اول
اس کتاب میں ہزاروں نئے اور ترقی میں علم و فطرت
باغبانی۔ فن رنگرزی۔ دیواروں اور چھتوں کا رنگا۔
انواع و اقسام کی روشنائیاں۔ سڑکوں سازی۔ کوکے
لکھن کوٹا سمیت۔ پینل بنانا۔ باسٹیاں بنانا۔ پینل
پر طوطی کرنا۔ صابون اور موم کی بنا لکھت سازی۔
تیراب۔ برقیہ تشبازی۔ عطریات و غیرہ معنوی و غیر
قدرتی کی نقل۔ سیاہی چٹائی و غیرہ کا دل و در کرنا۔
دھاتوں کے متعلق عجیب اہمال۔ علم کیا جاتی ہو
نسخہ و دفعیہ حشرات الارض۔ علاج بیماریات۔ شربت
جوہرست اور روغن۔ ہیومن اشیا کا تازہ رکھنا۔
جوہرات دینا کاری۔ پینل بنانا کا سچ ٹھکانا
نوکرانی کھانوں کے متعلق۔ ہیومن سوڈا برٹ کی
تفلی کا قند بنانا۔ عمدہ شہبے و غیرہ چیز اور کے
میں ہیں مگر جس کے آئینے اور انہی کے لئے
پیش خور و خدمت ہو یا خوب ہے اندازہ اندازہ
ہو۔ ایسی اس قدر قیمتی باتوں کا جاننا ہر آدمی کے

تمام در خواہتیں مکتوب یا فیلڈ لاہور کے پتے سے آئی جاہیں

پڑی خدنگ سازشوں کے بعد زراگر میڈیکل
جو جواس کے بعد میں دوم درجہ کا شخص تھا
یہ کہلان کے سائبر کا کرم جیٹو اور مندرجہ سانکی
اس کی مشورہ سے اپنے سامنے شاہی کرائیٹ لایا

ناول۔ ڈرامے اور فلمے

سرور لہران، ناول کی اصل غرض یہ تھی کہ
ہر ایک کو سچے قصے کے پیرائے میں نگاہ میں کوئی
ایسا عمدہ اخلاقی سبق اس خوبی کے ساتھ چھلایا جاوے
کہ لوگوں کو اس کا مطالعہ خشک بھی نہ معلوم ہو اور نتیجہ
ایک ایسا مفید پیدا ہو جائے کہ جو غلط و ضیعت کی
گنجی مچھلاتے ہوئے کہ وہ حقیقت قریب ہندستان
ایران عرب وغیرہ ملک میں فرضی قصے سولے یا
فرضی حیوانات کی فرضی کہانیاں لکھنے اور پڑھنے میں
ما دلوں کی بھرمار کرنے سے غرض ہی ہوتی ہے کہ سچ
اور پر مذاق قصے کے پیرائے میں سچے سچے اخلاقی
تعمیلی معاشقہ اور پریکٹیکل نتائج پیدائے جائیں۔
آج کل ہندوستان میں شاہی بیگانہ کی ترویج کی بڑی
ضرورت ہے اور جو شخص اس ایسے مفید اور نیک کام
کی ترویج میں کامیاب ہو جاوے وہ ملک پرست اور
کرگیا اس لیے کاغذ پیدہ اخبار ہونے سے ناول مشق
پیرائے میں قلمی مذاق کی چاشنی کے ساتھ لکھ کر لایا ہے
حقہ اول غنی حویث کے سامنے تین سو معنی جو پر تار کیا
گیات ہے قیمت فی جلد ہم۔ سرور لہران قصہ دوم بھی
نید ہو گیا ہے۔ قیمت چھ۔

ڈنگ اور تر رقصی و حرکت سرخ میلن۔
اس نام سے ایک سچے ناول انگریزی سے ترجمہ ہو کر

شائع ہو چکا ہے جس میں دو روایت سرخ میلن نے
ایک نہایت پیچیدہ حقے کے شرخ میں اپنی سلی
کو ششیں صرف کر دی ہیں۔ جس میں امریکہ کے ہوشیار
کے چھکے سے اور دلی کے ساتھ ساتھ سرخ میلن
کی اہل قابلیت عجیب لکھ دیتی ہے۔ حجم ۱۲۴ صفحہ قیمت
فی جلد ۱۲۔

ناول نن مرید دیار کا تہلی ٹی ہے، اس میں
ہم باہمی ناول میں ایک یا ایک نام نہاد مرید انگیز اپنے
قلم سے اپنے حالات لکھتا ہے جس میں اس نے ایک پر
درجہ کی تخیل اور خوبصورتی کی غلطی کی ہے۔ نہایت عمدہ
عبرت انگیز ناول ہے قیمت صرف ۶۔

عامداد اول بہار۔ اور روزانہ کا چھوٹا ناول پیکر
کلام۔ سچے قصے جس میں ایک شخص بچپن کے غم کو
قتل ہو جانے اور اس کے تاملوں کا حال نہ بچنے
کے اس سرور قلم کی بچہ عاقلانی اور کاوش کو مدح و تحسین
پہنچانے تو آٹھ ہر شے ایک بڑی عادت کے گرفتار ہو
مقتول کے بیٹے حامد کے مشکل شخص کی بدلت پیچیدگی
پیش آنے اور بالآخر اس سرور کے لکھنے سے عجیب لکھنے
ہو کہ ناول اپنی طرز کا ایک بہت قیمت فی جلد ۶۔
البرٹ بل دنیا ڈراما کوکھا ناگ۔ جذبات کا دیو
خیالات کا چشمہ جس میں لکھ پوری انسانی کیفیت۔

اس کی وجہ سے بھرتی۔ میران کونسل کی سچیں۔ پورین
کی مخالفت اور سید زیدی بنگالیوں کی اور اور دیو
گشت طمانی کی برائی اور شوش گورنمنٹ کی
اور مل جنس کی طمانی اور سرور کی ایک نئی نئی
نگاہ کی بنیاد اور گھٹلی کششیں وغیرہ کا قصہ بعض
ہندوستانی نگاروں کی قوم کے خاص سزاویل کے

تمام درخشاں مہتمم پیدہ اخبار لاہور کے پتے سے آئی جاسکتی ہیں

سرگزشت :- جس میں لکھی گئی ہے کہ کس طرح ایک غریب اور کمزور شخص نے وہابیوں کو ہکا بکا کیا اور کس بہادری اور بہتکالی سے دنیا میں ناموری حاصل کی۔

بالتصور قیمت ہر ذرہ

ابو الفضل علامی کا تذکرہ :- شہنشاہ اکبر کے اس وزیر اعظم اور دوست و بہادر انشا پر دان کا تذکرہ جس کو ایک فاضل نے لکھ کر سالہ حسن میں چھپوا کر افام جاہل کیا ہے خاص اہل سنت کے ساتھ اس مطبع نے بعض خاص علوم مفیدہ چھاپ دیا ہے۔ بار دوم قیمت ہر ذرہ

مبدع کے مختصر سوانح عمری :- مرتبہ پنڈت رام ناتھ صاحب قیمت ہر ذرہ

ایک شرابی کی سچی سرگزشت :- اس کتاب کی تعریف اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ گلستان کے ایک مشہور شرابی کے اپنے قلم کے لکھے ہوئے کس طرح عمری جس میں وہ اپنے زمانہ بھر کی شرابی کی بدلت کلیفات کا خاکہ کھینچ کر تو بہ کرتا ہے۔ کوئی شخص جو کیا شرابی ہو۔ ایک غصہ اس کو پڑوے پھر کبھی شراب پیے گا نام نہان لکھا مخالفان سے نوشی کو ضرور اس کتاب کی شہیر کرنی چاہئے قیمت فی جلد صرف ۴ روپے

جنرل گارفیلڈ کے بالتصور سوانح عمری :- یہ ایک تاریخی مشہور اور لائق آدمی ایک محنتی اور مزدور لکھتا تھا جس کا معلوم ہو گا کہ کس طرح ایک غریب لکھتے لکھتے نہ صرف دنیا ہی محنت سے یہاں تک بہت و اقدار حاصل کیا کہ ایک دن امریکا جیسے ملک کا پریسیڈنٹ ہو گیا۔ قیمت ہر ذرہ حکیم ارسطو کے بالتصور سوانح عمری :- انیس مشہور زمانہ حکیم کے نام سے لکھتے ہیں انہیں دیکھ کر دیکھ کر کے مفصل حالات لکھنے کی ضرورت نہیں قیمت ہر ذرہ

سوانح عمری راجہ رام مہین رائے :- یہ سوانح تہذیب و تمدن دہلی پر ہم طبع ہوا تمام مہین رائے کے سوانح عمری بہت عمدہ و شگفتہ راجہ صاحب ہند بڑی عالی ظرف و بڑی کا فہم تین سو صفحوں پر چھپ کر تیار ہو چکی ہے اس راجہ صاحب اور ہند پرست محب الوطن و فاضل فلسفی و شاعرانہ تہذیب کے زندگی کے عجیب اور تعلیم دینے والے شخص کے سوانح میں کہ جن کے مطالعہ سے ہر شخص اپنی اپنی کچھ کے مطابق فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اور کتاب کو چھوڑنے سے پہلے تامل نہ کرنا چاہیے کہ راجہ رام مہین رائے نے کون کون سے دربار آدمی کے قابل تھا ہر ایک مذہب کا آدمی راجہ صاحب کی تعریف کرنے کے سوا نہیں دے سکتا جس قدر حالات اس بزرگ کے اس وقت تک بنگال میں جمع ہو چکے تھے اور سب محققانہ طور پر اس کتاب میں جمع ہیں۔ اور راجہ صاحب کی عکسی تصویر بھی شروع میں لگائی گئی ہے اور آخر پر ان کے مقبرے کی تصویر ہے جو گلستان میں واقع ہے قیمت فی جلد ۴ روپے

ذکر مہراج :- حضرت ملکہ مظفر دکنو یا فیض آباد کے مسیح اور معتبر سوانح عمری اپنی کل حالات و حالات سے آج تک بہت سی نئی نئی کتابوں سے بڑھ کر کچھ نہیں لکھی گئی تھی ان کا خیال بھی یہ نظر رہا ہے۔ مسیح جہاد میں قیمت ہر ذرہ آئینہ نگار :- یہ کتاب علم و شہادہ و عقود کے ساتھ معتبر و قابل ہے۔ یہ سوانح عمری ہے جو کوئی ایک دگر دینی اور فاضل لکھتا ہے کہ وہ سب سے اس اور اعظم بہادری کے مفصل حالات ظاہر کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔ کیونکہ آج تک وہ دیکھنا ہی نہیں آئے کہ اس جہاد پر بادشاہ کی سوانح عمری ہو رہی ہے۔ یہ سوانح عمری کے قیمت ہر ذرہ وہابیوں کے سوانح میں لکھنا صاحب کی

تمام ذراستیں ختم چیمہ اخبار لاہور کے پتے سے آئی جا سکیں

پیشتر اعظم زادوں کے تصدیق سے اس نثری قیمت سوڑ
شیخ الرشید عظیم ثانی حکیم بعلی سنیل کے سوانح
نثری قیمت سوڑ

اس سلسلے میں تیس برس کے سوانح عربی
تخصیص ہو چکی ہیں جو جلد تیار ہونے والی ہیں و

حکایات اور لطائف و ظرائف

پانچویں حصہ اول بہ شوق اور مغل
مذاق کے نہایت عمدہ اور چٹپٹے مضامین پانچویں
برس کے لکھی گئیں۔ اچھو اور جسے ہونے کا فیصلہ ہم
تاغیبن ہی پر چھوڑنے ہیں۔ ہماری تقریف سے نہ تو پانچ
سے سو پانچ سو ہی ہو سکتے ہیں اور نہ گٹھ سکتے ہیں
طبیعت مذاق پسند ہے تو ضرور منگوائے غم خلا کرے
کے لکھ نہات عمدہ و رفیق ہے۔ پہلا ایڈیشن چھپتی
ہست بہت ختم ہو گیا اب دوسری مرتبہ بعد از نیم
چھپے ہیں قیمت ۱۸ سوڑ

پانچویں حصہ دوم بہ شرح صدیقیہ
پانچویں حصہ سوم بہ شرح صدر

نثری طبعیہ قیمت ۱۸ سوڑ

یہ سوانح مذاق کے آئینہ ہے تصدیق و تحریف
یہ کتاب جو حال میں مطبع خادم تعلیم نجاب میں
چھپ رہی ہے جو عرب اور خصوصاً انگلستان کے مختلف
مذاق کے ایک سو نہات دلچسپ اور ہنسائے دل
طبیعیوں پر مشتمل ہے۔ لطیف یہ ہے کہ ہر لطیف کے ساتھ
اسی مطلب کی تصویریں بھی چھپائی گئی ہیں جو مطلب
اور مذاق کو دوبارہ یاد دلاتی ہیں۔ اس سے کس لطیف
معلوم ہو سکتا ہے کہ روپ اور خط و نشان انگلستان میں

عورتوں اور مردوں کا مذاق کیسا پر لطف ہوتا ہے

احسان

حکایات حکیم لکھانویہ تصانیف و ترجمہ
یہ چھپوانے کے لیے نوبت پیش قیمت کتابت و ترقی
سال سے لکھنؤ سے اردو میں ترجمہ ہر ہی محلی حال
میں مطبع خادم تعلیم سے مطبع ہر شائع ہو گئی ہے
اس میں حکیم لکھانویہ کی ایک موصاف حکایتیں ہیں
ان میں سے حکایت کے خیر میں اس کا نتیجہ نکالا گیا
ہو اور ساتھ ہی اس کا محل استعمال ملک ہندوستان
کے حسب حال صاف عبارت میں لکھا گیا ہے۔ اس کے
بعد کوشش کی گئی ہے کہ ہر محلی کے اخذ و فیضان اور دنیا
کئی اور دن شعریات میں جو اس موقع کے مناسب ہو چکا
کے مطلب کو موشا اور دن نشین کرنے کے لیے درج کیا
جاوے۔ اور اس بارے میں جہاں تک میانی چھپائی
ناظرین اسی کتاب کو منگو کر دیکھ سکتے ہیں کتاب کے
ایک مختصر تاریخ اور حکایات کی اور ایک مختصر تذکرہ حکیم
نقار کا نام لکھا گیا ہے۔ یہ نسخہ جو انگریزوں کے چار
صفحوں پر لکھا ہے۔ اب منظر چھپا رہا ہے۔ ۱۱۰۰ تصانیف و محلی
میں شامل ہیں۔ یہ سوانح مذاق کے آئینہ ہے تصدیق و تحریف
سود و مصروفیت کی نسبت سے ہر محلی کے شخص کی شہادت
کافی ہے۔ جو لوگوں کو عظمت کے نام سے دیکھا جا رہا ہے۔ اور
عیسائی مذہب اس کے آسمان پر کبھی سدا رہے ہیں
اور ہر گز یہ بزرگ پادری جو حکایات لکھانویہ کی کتاب کو بڑا
مقدس سمجھتا ہے۔ پلو اپنی میر پر کھتا تھا اور جس کا
قول تھا کہ بائبل کے سوائے کو کوئی کتاب اور نسخہ
نہیں اور کہ یہ حکایتیں کسی ایک آدمی کے ذہن کا

کام در خواستیں عظیمہ اخبار لاہور کے پتے سے آتی جا رہیں

مقبوض نہیں بلکہ دنیا کے مختلف عقلمندوں کی معمول کے
تجربے کا خلاصہ ہیں قیمت فی جلد پچاس محصلہ طاک علامہ
ایشیا اور یورپ کی ضرب انگلیس جس
میں چینی جاپانی - سنی - گجراتی - میسرینی - کنڑی
پرگیا - تامل - تلگو - اردو - پنجابی - پشتو - فارسی - عربی - ترکی
انگریزی - فرانسیسی - ہسپانی - پرتگالی - اطالوی - جرمنی -
روسی - امریکن - نافول کی تین سو تیرہ جلدیں ضرب انگلیس
اردو زبان میں ترجمہ کر کے شائع ہوئی ہیں - ہر ایک میں
کروڑوں کتاب کے ایک دو صفحہ پر جس سے کوئی نہ کوئی
لاکھ روپے کے تجربے کی بات نہ بجاوے قیمت ہفتہ روپے
امثال لقمان - حکیم لقمان کی مشہور حکایات
میں سے ۴۴ مختلف حکایتیں مفید جدا جدا ناول
ترکی فارسی عربی فرانسیسی میں ترجمہ اسکندہ فردی
صاحب مطبوعہ قسطنطنیہ قیمت ۴ روپے
پہنڈ سو مند لقمان حکیم - اس چوٹے سے
مسلے میں مولوی محمد عبد اللہ صاحب نے نبی کا ش
اور سرگرمی سے ڈیڑھ سو کے قریب قصائے جمع کی ہیں -
جو اس نام و حکیم نے اپنے ہر مذہب کے لیے لکھی تھیں -
جلی ظم سے بہت خوش قلم قیمت ارڈ

کتاب تواریخ

تاریخ بدائع اسلام - ترجمہ فارسی تاریخ اسلام
مصنف دو کتاب سنی پلٹاؤ پرچہ تعلیم قسطنطنیہ - یہ کتاب
اسلام کی نہایت مفصلہ تاریخ ہے جس کو اسکندہ فردی
صاحب مروج ایڈیشن آباد لکھنؤ اسلام پبلشنگ کمپنی
میں شائع کر کے چھپایا ہے - مطبوعہ قسطنطنیہ
جمع تین روپے قیمت میر

بہار خسرواں - زبان پارسی میں تاریخ شاہان
ایران از آغا خان ایران تا انجام سلسلہ ایران کے
چھاپے کی قیمت ۱۱ روپے تھی - ہمارے یہاں قیمت ۱۲ روپے
اور اس میں اصل کے مطابق شاہان ایران کی ۱۰۰ تصویق
نصاب ہیں - اس کی قیمت ۴ روپے
جاپان جاپانی و مغربی شہادت علوم مقبولہ کی
ایسا سلسلہ حالات ممالک کا اس کا خانے میں تیار
ہو رہا ہے جس میں دنیا کے مختلف ممالک کے تمام
پائیکل - موش - سلاسل اور تاریخ ہوائیہ کے مختصر حالات
ایسے سیر پر ہیں بیان کی گئی ہے جس میں کہ جس کا مطالعہ عام قلم
کو گراں نہ گزرے اور ساتھ ہی ساتھ معلومات کا ایک ذخیرہ
حاصل ہو جاوے اس سلسلے کا پہلا حصہ جس میں
ہندوستان چینی - عرب - اربل - عرب - ترک اور ترکی - ایران
ایرانی و غیرہ ممالک کی تاریخیں شائع ہو چکی ہیں کتاب بہت
سی تصدیق کے ساتھ تیار ہوئی ہے قیمت ۴ روپے
تاریخ تجارت دکن - ترجمہ از تاریخ فرشتہ
نہایت عمدہ ہے قیمت ۴ روپے

تاریخ انگلینڈ - مسدودان امتحان انٹرنس کے
لیو انگلستان کی بہت سی انگریزی تاریخیں سے کمال
محنت سے یہ خلاصہ تیار کیا گیا ہے قیمت ۴ روپے
خلاصہ تاریخ ہندوستان - منشی محمد الدین صاحب
مروج سابق ہندوستان سے برقی لیاقت کے ساتھ
بمبہ دہلان امتحان میں سکھو بہت سی فارسی -
اور انگریزی تاریخوں کا خلاصہ ہے کہ تیار کیا گیا ہے
تاریخ گلشن ہندوستان - ہندوستان میں جتنے واقعات
بقیہ ہیں جو میں وہ سب اس خلاصہ میں جمع کر دیے
میں جو میں تاکہ عالم العلم آسانی سے یاد کر کے فہم

تمام دروغ اس میں محکم پیسہ اخبار لاہور کے پتے سے آئی جاوے گی

کتاب

اضیاء قویہ اس امر میں ایک محقق نے تجویز
اور تحقیق کی ہے کہ جس شخص کے گھر میں صرف دو لکڑیاں
پہ پہنچی ہیں اس کے یعنی اول الذرینہ کن تالیف سے پیدا
ہو سکتے ہیں اس کتاب کا ترجمہ ہے قیمت ۱۰ روپے
تخریر اصحاب بیان یہ ایک نہایت عمدہ کتاب
ہے جو کہ ہر دانش خوار کو وغیرہ کے بیان میں نہایت
نصاحت کے ساتھ ہے۔ ہر ایک بال بچہ کو گھر
میں ضرور ہونی چاہئے قیمت فی جلد ۵ روپے

[illegible]

صحت و ثبات کے لئے ازواجِ مدیہ عالم کی بے نظیر
کتاب توبہ نامہ علی کی تحقیقات کے مطابق ازواج کی
زندگی کی برکات ظاہر کر کے ان کو کمال برکتدار ان
وشمال حاصل کرنے کی تدابیر سے لبریز ہے حال میں
ڈاکٹر مرزا محمد کبریگ صاحب خلف جابر ازاعظم بیگ
صاحب بیشتر اکثر اہم مشقت کشن لادھو نے تصنیف
کی ہے اور غلط فہم میں نہات غوطہ ٹاپ کے
چلنے سے بے تصویر چھپی ہے۔ کمال دیکھ کر یہ اخبار میں
بس کا مفضل ہو چکا ہے مزید حالات
طاالعہ کتاب سے معلوم ہو سکتے ہیں جس فریسی

کتا بہ کہ توجہ بہت کچھ لیا کر کے کہیں اور و کتاب تیار
گئی تھی پہلے زور دیا کہ میں احاطہ تر بہ چھپ چکی بہ مشہور
یورپ کی ہر زبان میں ہو جو بہ قیمت فی جلد ۵ مارک
نادر ہر بعضی سانپ اور اس کے کٹے کا علاج
اور سانپ کی تشریح کے مفصل حالات بہ بہت سی
تصویروں کے قیمت ۲ مارک

فما كنت الغائت في برعت الساعته :-
ایک نہایت عمدہ مختصر مار سالہ روزہ و قرآن لکھنے کے
آسان آسان نسخہ تیسرے :- پانچویں :-

ہر انت پر فیضہ اس نام کے ایک چھوٹے سے
رستے پر فیضہ کے خاندان کے متعلق ایک تحریر کا
اسٹنڈنٹ سوجن سے عبارت لکھی جس میں تیس سو بیس
ہزار پینچاس کے بعض اصناف کے کوئی کسٹروں پر تقسیم
کونے کے کئی ہزار اعلیٰ کا پیاں فروغی ہیں جس کا حصہ میں
براد تو اب چھ سو بیس ملک خدا اس کی کیا تاج تقسیم کرنے
کے کئی خریدیتے ہیں کہ مندرجہ ذیل رعایتی قیمت پر
لیگل ایک سو کو بیس سو دو سو کو بیس سو پانچ سو
اصد ایک ہزار کو بیس سو

سید اوراق مطلق

یعنی تجارت اور عام کا دوا پر کے متعلق کتابیں
طریق دولت و حصہ اقل و کثرت میں ہر
روش کے ضیاع اور ملکی مفید مطلب و امیں دنیا میں
ہر چیز سے حدت کمانے اور دولت مند ہونے کے متعلق
کلمی مکتبی میں ہر کلمی ایک اور مکتبی لوگوں کے سجات
اس بار میں ہر شخص میں کتاب پر ہر کلمی
کو ایک کلمی ہر کلمی ہر کلمی ہر کلمی ہر کلمی

<p>لکھ گئے ہیں۔ اور خزانہ کے متعلق ایسی نادر معلومات کی کوئی اور کتاب موجود نہیں۔ قیمت ۱۲ رو</p> <p>عجائبات جغرافیہ۔ جغرافیہ کے متعلق: مناجات کے عجائب و غرائب کا ذکر جس کا عشر عشر کی اور کتاب میں موجود نہیں۔ بطور سوال جواب۔ قیسی مرتبہ چھاپے قیمت ۱۲ رو</p> <p>نکات الجغرافیہ۔ اسرار الارض کے مختصر حالات ایسی خوش اسلوبی سے مرتب کی گئی ہیں کہ سب سے دلگشتہ شہر دیکھنے سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اور سری مرتبہ چھاپا ہے۔ (دراور کونہ) قیمت ۱۲ رو</p> <p>مرآۃ الکرہ۔ یہ بھی کرہ ارضی کا ایک قابل دید جغرافیہ ہے۔ قیمت ۱۲ رو</p> <p>مختصر جغرافیہ پنجاب۔ پانچویں مرتبہ ترمیم ہو کر چھاپا ہے۔ زیادہ جلدوں کے خریدار کو غایت ہو سکتی ہے۔ ارشاد</p>	<p>کلید صنعت۔ وہ خالی انجن کے قواعد اور اسکی کارگر دیں گوشت کٹی بہت کم نہیں۔ مگر ایجنٹ نہ نے اس علم سے جس کو کونیکس سمجھتے ہیں بہت کم واقفیت حاصل کی ہے۔ حال میں جناب سرتی کام الدین صاحب ہینڈلر کو کوہ ٹوٹ پیاٹنٹ دار تھا۔ بٹرن ریلو نے ملک کی نیا ٹنگا، کچھ چیز اٹھا لی ہے کہ یہ ہینڈلر کو دوس کام سے واقفیت پائیں۔ چنانچہ ہینڈلر سے بہت بیش قیمت معائنات کے سلاویپ اور امریکہ سے دس قسم کی کتابیں منگو کر ایک نئی کتاب بنام طریقہ صنعت تیار کی ہے۔ کاغذ ۱۲x۱۰ ڈی۔ حجم ۵۰ صفحے چھپوئی</p>
<p>ہے۔ قیمت ۱۲ رو</p> <p>مختصر جغرافیہ پنجاب۔ پانچویں مرتبہ ترمیم ہو کر چھاپا ہے۔ زیادہ جلدوں کے خریدار کو غایت ہو سکتی ہے۔ ارشاد</p> <p>ناور اور نایاب شوقیہ کتابیں</p> <p>تختہ بے نظیر۔ خلاصہ دیوان غازی کا پنجابی ٹیٹ میں نظم نجات عمدہ ترجمہ گو یا غفران کا دیا ہے۔ سری</p>	<p>ہت عوام کتاب کے ہر صفحہ پر انجن کے کل پڑنوں کے نام برسی وضاحت سے انگریزی اور دوس لکھ کر ان کا مطلب سمجھا دیا ہے۔ اس کے بعد انجن ڈرائور اور انجن کے ہر کل کے مداریات لکھ کر ۱۲x۱۰ قافی سوالات مع جوابات لکھے ہیں۔ جو شخص انجن کی حقیقت کو سمجھنا چاہے اس کو اور خصوصاً محکمہ ریلو کے کل ملازمین کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ قیمت فی جلد ۱۲ رو</p>
<p>وعدہ بہت عمدہ ڈی کاغذ پر چھاپا ہے۔ قیمت ۱۲ رو</p> <p>فصاحت۔ نظام جملوں میں وسیلہ کا۔ سوڈا پرنٹ اور جوہر پرنٹ کی ترکیب کے کاغذ تک بتایا گیا ہے۔ جو خاص کی مختصر مگر مکمل تاریخ کے قیمت ۱۲ رو</p> <p>نجوم و مزل کی عجیب و غریب کتاب موسوم بہ نوشتہ تقدیر دینی انسانی قسمت کا فیصلہ ۱۔ زیادہ کتاب ایک بہت ہی شہور انگریز مال کی کتاب ترجمہ ہے جس کا حکیم ذیاد غوث کے تیس حالات زندگی اور نو سو جوابات کے مجموعہ میں ہزار ادوی ہے کہ مذکور زبان میں آج تک کوئی ایسی کتاب شائع نہیں ہوئی ہے جس نے یہی محنت اور اخلاقی</p>	<p>اس کا عمدہ دوم ترمیم ہو گیا ہے۔ یہ بہت سیلختہ اور عام خلاصہ مبادی العلوم۔ مدارس سکولری کی نصاب کی کتاب۔ مبادی العلوم کا خلاصہ جو کہ ایک علمی کتاب ہے۔ قیمت ۱۲ رو</p> <p>خلاصہ علم طبیعیات۔ نہایت عمدہ مدد کی تصاویر کے قیمت ۱۲ رو</p> <p>کتبہ افیہ</p> <p>اسما و جغرافیہ کی وجہ تسمیہ کا رسالہ۔ علم جغرافیہ کے کئی سو سالوں کے معنی اور مطلب برسی محنت سے</p>

تمام درخواستیں مستقیم کارخانہ پبلک لائبریری کے تے سے آئی جائیں

اردو کی پہلی کتاب کا فہرنگ جس میں ہفت سلیس اردو معنوں کے سوا بیجا بی افلاطینی وجہ ہیں۔ قیمت ۶ پائی ۵	اس کا ترجمہ کیا ہے اور صرف اس خیال سے کہ ہمارے ملک سے یہ تشریک علم گم نہ ہو سکے۔ اس کی قیمت صفر ۵
اردو کی پہلی کتاب کا فارسی ترجمہ فارسی رجع کا ترجمہ کیسے کے لیے بہت مفید ہے۔ ۱۰ پائی ۵	ملا وہ محصول ایک ہے اور کیا جانی ہے کہ یہ کتاب بڑی بڑی لاٹوں کو گوں کے ہاتھ میں ہوگی۔ منکران علم ملن بھی اسے دیکھ کر رنگ ہو جائیگے ۵
نگلدستہ تہذیب کا فہرنگ۔ ۱۰	رسالہ معیاس جس میں ہر قسم کی گھر میں اور معیاس کا بیان ہے قیمت ۱۰
پیاری چین رسا کی فرٹ ریٹکا فہرنگ جس میں انگریزی لفظ متعلقہ لفظوں کے وجہ ہیں ۵	مربطے۔ حلوے۔ اچار اور چٹنیاں مندنک تک کیوں کی کتاب۔ اس رسالے میں سیکڑوں قسم کی تک کیس ہیں ہر چیز کے ہمارے طریقے ملتے
پیاری چین کی دوسری ریٹکا فہرنگ۔ ۱۰ پائی ۵	نکاح ہیں قیمت ۴
میری ۱۰ ۵ پائی ۵	اسرار اشہود و بیروان و علم فقہ و سلوک از قدو ہذا لکین زبدۃ الکاملین شیخ زکریا الدین عطاردس
پہلی ریڈر کا ترجمہ۔ قیمت ۱۰ پائی ۵	سرۃ قیمت ۱۰
پانچویں ریڈر کا ترجمہ۔ قیمت ۵	میو فیصل ایکٹ جدید قیمت ۶
اردو شرح سکند نامہ مشہور جلد ۱۰	اصول قانون۔ ایک ہی صاحب کے اصول قانون کا ترجمہ اردو مترجم میرزا محمد حسین صاحب ایم اے جو پنجاب یونیورسٹی کے امتحان کثارت و مختاری میں شامل ہے قیمت فی جلد ۵
اردو شرح قصائد عرفیہ مشہور انٹرمیڈیٹ کورس فارسی قیمت ۵	مشقی سوالات ریاضی۔ امتحان انٹرنس پنجاب یونیورسٹی کے کل سوالات ریاضی یعنی حساب معارف و تحقیق کچھ اس طرح کے ہیں قیمت ۴
انٹرنل اردو تصنیف خود قیمت ۴	مرآۃ الحساب۔ یہیں صاحب کے مجموعہ میں ۴
چشمہ فیض۔ یعنی رہنمائے ترجمہ انگریزی۔ ۶	گہر آردا حساب ایک نامور سالہ قیمت ۲
کریم انگریزی۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے کلام کو کون نہیں جانتا۔ اس کا نظم کا ترجمہ سلیس انگریزی میں نظم ہے قابل ۱۰	نگلدستہ جبر و مقابلہ۔ جبر و مقابلہ کے ہر قسم کے مشقی سوالات کا نامہ سالہ ہے قیمت ۱۰ پائی ۵
غانت المداوات قانون علاج اردو	رسالہ فن نہایت کا فہرنگ۔ ۱۰ پائی ۵
۱۔ صنعت طب کے علم و عمل کا ذخیرہ معارف امراض اور دستکاری کے نام حصول و فروغ کا مجموعہ علم خود مقلدہ علم طب کا ذخیرہ کارخانہ میہ اخبار لاہور سے طلب کرو قیمت ۱۰	

تمام درجہ امتیں مستقیم کارخانہ میہ اخبار لاہور کے پتے سے آنی چاہئیں

امتحان ٹل سکول پنجاب یونیورسٹی کے پچیس سال کے سولہ معجونہ اول

مطبع خادم تعلیم لاہور نے شش ماہ میں ٹل سکول کے گزشتہ سنین کے تمام مضامین کے امتحانی سوالات معہ حل و جوابات ہر ایک مضمون کے جدا جدا حصوں میں چھپوائے تھے جو نہایت ہی بخور سے عرصہ میں فروخت ہو گئے۔ اور جس سے امیدواران امتحان ٹل نے ہمت بڑا فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ ہر مہر ظاہر کیا گیا ہے کہ جس طالعبدل نے امتحان سے ایک روز پیشتر بھی اس سلسلے کے کسی مضمون کا رسالہ دیکھ لیا وہ اس مضمون میں ضرور کامیاب ہو گیا۔ اب دوسری مرتبہ یہ سلسلہ شش ماہ سے شش ماہ تک پچیس سالہ مجھوڑ چھپ کر تیار ہے۔ اگر گزری سوالات و جوابات ٹاپ کے حروف میں چھاپے گئے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ جو طالعبدل امتحان سے ایک دو روز پیشتر بھی ان سوالات کو دیکھ لے گا وہ امتحان میں ضرور کامیاب ہو گا۔

مندجہ ذیل قیمتوں پر مطبع خادم تعلیم کافانہ پسیہ اخبار لاہور اور دیگر بڑے بڑے کتب خانوں سے مل سکتے ہیں۔

- (۱) انگریزی سے اردو - اور اردو سے انگریزی ترجمہ مع جوابات (انگریزی ٹاپ) بار دوم - ۱۰
- (۲) انگریزی کے مع جوابات (خط ٹاپ) بار دوم - ۱۰
- (۳) حساب مع حل - بار دوم - ۱۰
- (۴) مساحت مع حل - بار دوم - ۱۰
- (۵) قوانین مع جوابات - ۱۰
- (۶) جبر و فی مع جوابات - ۱۰
- (۷) جواب مضمون ادب و جبر - بار دوم مع جوابات - بار دوم - ۱۰
- (۸) قواعد اردو مع جوابات - بار دوم - ۱۰
- (۹) قواعد فارسی مع جوابات - بار دوم - ۱۰
- (۱۰) جبر و مقابلہ مع حل - ۱۰
- (۱۱) تعلیم نفس مع حل - ۱۰
- (۱۲) طب و نبات مع جوابات - ۱۰

نہایت صحیح و مفید و مختصراً حاصل شریف و آلات کو
عکس چھپ کر ان سے قابل یادگار اور عجیب و غریب قیمت
غیر متفرق ہے۔ ہر جگہ دیکھو بے جلد و عجز و

عکس قرآن شریف

تمام دروہائیں محکم کافانہ پسیہ اخبار لاہور کے پتے سے آئی جاسکتی ہیں

پنجاب یونیورسٹی کے امتحان انٹرنس کے کل سوالات جوابات حل

امیدواران امتحان انٹرنس پنجاب یونیورسٹی کو شرم ہو کہ مطبع خاوم تعلیم و کارخانہ پیپہ اخبار لاہور نے ان کے لئے کل سوالات امتحان انٹرنس میں اہل علم کے لئے تمام فوائد و مسائل و مضامین ریاضی، انگریزی، تاریخ جغرافیہ و علوم طبعی کو انگریزی زبان میں موجودات و مفصل حل وغیرہ کے ساتھ لائق اسٹریٹ سے تیار کر کے چھاپ دیے ہیں۔

سوالات و جوابات ریاضی و مکمل مسئلہ سے مسئلہ تک جہز میں سے ایک سال کا ایک مضمون حساب، مساحت، اقلیدس، الجبرا بھی کم نہیں چھپ کر تیار ہیں قیمت فی جلد ۱۰۰ روپے

سوالات و جوابات ترجمہ و گراہر انگریزی اور ترجمہ و گراہر انگریزی اور انگریزی سے ترجمہ و گراہر اور جواب مضمون انگریزی کے مفصل قیمت فی جلد ۱۰۰ روپے سوالات و جوابات تاریخ جغرافیہ و علوم طبعی انگریزی میں اور اردو کو اس امتحان انٹرنس مقربہ پنجاب یونیورسٹی کے فہرست ہنگامہ و دیگر ذریعہ ہیں۔ ان کے لئے درخواستیں صبح چتر ہوتی ہیں۔

کارخانہ پیپہ اخبار لاہور کی ناوہ خیریاں

اسم با ستمی خیریاں جو کارخانہ پیپہ اخبار لاہور سے شائع ہوتے ہیں ان کو تصدیق ہوتی ہے کہ ان میں نہایت عزت و اہمیت کی نگاہ سے دیکھی گئی ہے۔ پریس نے ایک زبان ہو کر اس کو اہل علم کی مدد خیریاں تسلیم کر لیں۔ سال حال میں اس میں بھی بہت کچھ ترقی کی گئی ہے۔ متعدد جلدیں قیمتوں پر کارخانہ پیپہ اخبار لاہور سے مل سکتی ہے۔

۱۔	۲۔	۳۔	۴۔	۵۔	۶۔	۷۔	۸۔	۹۔	۱۰۔	۱۱۔	۱۲۔	۱۳۔	۱۴۔	۱۵۔	۱۶۔	۱۷۔	۱۸۔	۱۹۔	۲۰۔	۲۱۔	۲۲۔	۲۳۔	۲۴۔	۲۵۔	۲۶۔	۲۷۔	۲۸۔	۲۹۔	۳۰۔	۳۱۔	۳۲۔	۳۳۔	۳۴۔	۳۵۔	۳۶۔	۳۷۔	۳۸۔	۳۹۔	۴۰۔	۴۱۔	۴۲۔	۴۳۔	۴۴۔	۴۵۔	۴۶۔	۴۷۔	۴۸۔	۴۹۔	۵۰۔	۵۱۔	۵۲۔	۵۳۔	۵۴۔	۵۵۔	۵۶۔	۵۷۔	۵۸۔	۵۹۔	۶۰۔	۶۱۔	۶۲۔	۶۳۔	۶۴۔	۶۵۔	۶۶۔	۶۷۔	۶۸۔	۶۹۔	۷۰۔	۷۱۔	۷۲۔	۷۳۔	۷۴۔	۷۵۔	۷۶۔	۷۷۔	۷۸۔	۷۹۔	۸۰۔	۸۱۔	۸۲۔	۸۳۔	۸۴۔	۸۵۔	۸۶۔	۸۷۔	۸۸۔	۸۹۔	۹۰۔	۹۱۔	۹۲۔	۹۳۔	۹۴۔	۹۵۔	۹۶۔	۹۷۔	۹۸۔	۹۹۔	۱۰۰۔
----	----	----	----	----	----	----	----	----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	------

شہر لاہور کے مشہور شرمی انار بند

نہایت اعلیٰ قسم کے اور ہر ایک رنگ کے درجہ اول درجہ دوم درجہ سوم

فی تولد ۱۰۰ روپے فی تولد ۱۰۰ روپے فی تولد ۱۰۰ روپے

تمام مضامین بہم کارخانہ پیپہ اخبار لاہور کے پتے سے آئی جاہیں

شرف سیان

غیر مذہبی کام اور رسالہ جس میں سلوٹنڈ لائن بیٹی۔ سلیفہ شعار نیکی و محبت ملی۔ اور مردان
 مختلفہ میں سخی ہر بات پر چھٹی اس سالہ ستمبر ۱۹۲۳ء سے کارخانہ مطبعہ خدام تعلیم پنجاب پوسٹ اخبار
 لاہور سے نکلا شروع ہوا ہے۔ عرض اس کی شاعت سے صرف یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ کے اعلیٰ درجے
 کے اسکالر کے سوا کسی طرف کی طرف نہ دستانی پیش کردہ ہیں اور فائدہ داری جس کا شہرہ اور
 جسم ہندوستان کا عمدہ اہل قلم کا ہے۔ ہر شخص جو اہل و عیال رکھتا ہے اس رسالے کو اپنا پیو
 لکھیں۔ ہر مہینے کا جائزہ ہوگا کہ کون کون نہیں چاہتا کہ اس کے گھر میں ہر مقام خانہ داری میں سخی
 کہ حدت تہذیب کا مدح ہو۔ بچوں کی، بچوں کا، خواہ وہ دور نگہ و سخی طور پر ہشت کلہ رات لفظ ہے۔
 اس کے لئے نامہ نامہ کے نکلاتے ہیں اور بجا ہوا ہے۔ قیمت سالانہ مع حصول نوٹس کے

شرح مجموعہ تعزیرات ہند میں جبا

بہت کرید ہو گئی ہے۔ اردو میں آج تک یہ شرح نہیں چھپی قیمت حسب ذیل ہے۔
 حصہ ۱ ۵۲ پونڈ
 حصہ ۲ ۴۰ پونڈ
 حصہ ۳ ۳۰ پونڈ
 حصہ ۴ ۲۰ پونڈ
 حصہ ۵ ۱۰ پونڈ
 حصہ ۶ ۱۰ پونڈ
 حصہ ۷ ۱۰ پونڈ
 حصہ ۸ ۱۰ پونڈ
 حصہ ۹ ۱۰ پونڈ
 حصہ ۱۰ ۱۰ پونڈ

ہندو کلاسیکل ڈکشنری { سر وادی ہندی سہاے صاحب تحصیلہ دیات
 میں کتب کو تیار کیا ہے کہ اردو دہلی میں اپنی شہر کی پہلی کتب ہے۔ اس میں اہل
 ہندو کے علم دینا وکس میر شیوں، سنہیل سدا جاتوں، لیسروں اور دیوتوں وغیرہ کے نام
 کہ و شاستریں اور دیوتوں اور دوسری تاریخی کتابوں میں وکس دہوتوں کے نام
 حالات کے تہربت انتہا مدح میں۔ ہر شخص محنت حاصل کو مفید ہوگی اس میں ہی سب کو فائدہ
 حاصل ہوگا۔ تعلیم دہوتوں میں چھپ کر دیکھو۔ ہر شخص میں سو سے زیادہ قیمت بچاؤ

خامہ دھاتیں سیم کا خانہ پوسٹ اخبار لاہور کے پتے سے آئی جائیں

مذہب اسلام کے متعلق کتابیں

اصل شریف مترجم بہ ترجمہ تاج الدین	اور ابوسیدہ دؤی محمد حسین کی بحث	مترجمہ الکواکب
صاحب - مجلہ ۱۶	ولادت پر - ۱۶	لکچر ابوسیدہ
پارہ ۱ - مترجم - ۲	تصدیق المسیح - ایک تصنیف	آئینہ حضرت
پارہ اول - ۲	۴۴ سوالوں کے حقیقی جواب	رندوں کی ستادی
حضرت امین - خارجہ ترجمہ	موصول بظلال مذہب سچی	مناجات جوہر
ضروری دعائیں و غیرہ - ۱۶	مباحثہ دینی مابین ریاضی علوم الدین	عجاز انشیل خزانی محمد
قرآن کریم کے معنی و بارش کی اردو	ماضی علی احمد صاحب مرحوم	لوحہ مکیہ کتب خطی
تفسیر - ۹	دو کفارہ مع و بکث ضروری	موزن الطوبہ
تائید محمد القرآن مصنف جان ڈیو	راہ تندرستی	مولانا دؤی مذہب جس
صاحب جس میں	ذکر حکیم	لکچر کا مجموعہ
قرآن شریف کی تفسیر	مشتف الجواب اردو - حضرت	نور بخش الملک مدنی
دین اسلام - اس ترجمہ کو حکیم صاحب	مکتبہ صاحب علی جویری کی	صاحب کے لکچر
خطی اور خطی	دو کفارہ مع و بکث ضروری	اسم العربی قبل
نور اسلام - از مولوی حسن علی	فقہ اہل سنت و جماعت	اسلام انہن کے
صاحب و خط - ۶	الہام غزالی علیہ الرحمۃ	معیشت داس
عطر دیوان تفسیر - ۲	سرمہ چشم گوہر	فست
ہزبل ڈاکٹر سید احمد خاں صاحب	دافع الفساد بحجاب رسالہ	مدد اکت
بہار و سکچرول کا مجموعہ	رسالہ تعمیر عمارت	توت فیصلہ
مختصر سوانح عمری کے	خامز اور اس کی حقیقت	تحریر بانیل
تہذیب النفس - ۶	علم و عمل فن جراحی - اردو	رسالہ جہاد
غانت المزام - ۶	برج الگوشت	ہم لکچر سچی
علم محبت اسلام دیگر مذاہب کی	اجواب انبیاء و ائمہ علیہ السلام	مجموعہ عجوزات محمدی
محبت کی تطبیق	عربی زبان	تذکیر العباد
اسلام کی تفسیر	آنحضرت کے اخلاق و اولاد	اسلام کی پہلی کتاب
ولادت مسیح - سید احمد خاں صاحب	نام غزالی علیہ الرحمۃ	کتاب نیست

پیسہ اخبار لاہور

نمائندہ ارسال کی ایک قیمتی صفت اور وہ پچیس سالانہ مسلسل ڈاک ہے۔ اور پیشگی قیمت
 فی کتبہ ایک روپے کا ایک نمونہ کتاب افہام دیتی ہے۔ حجم سولہ صفحے کا تصویر بہت زیادہ۔ تازہ بہ تازہ نمونہ
 ہر ممبر غریب میں مالدور مستند رئیس اور قابل دید و محسوس مضامین شائع ہوتے ہیں۔ جو شخص
 ایک پونے کا نمونہ لے کر کچھ بھی مذاق اخبارات کا رکھتا ہو۔ لیکن نہیں کہ ہمیشہ کے لئے اس کے
 مطالعہ کا شوق نہ ہو جاوے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت تمام ہندوستان اس کے اردو اخبارات میں
 زیادہ بکتا ہے۔

زمیندار باغبان و برہمن

جو کہ ہندوستان بھر میں مضامین نہایت۔ باغبانی۔ علاج و دوا۔ شہ۔ صنعت و حرفت و تجارت
 اور دیگر کتبہ۔ لاہور۔ بالتصویر۔ اور درحالیہ ہے قیمت عام سالانہ چار روپے (۲ روپے)۔ امراسے
 پانچ روپے (۵ روپے) تک عام دوا الین ریاست سے چھ روپے (۶ روپے) کے نمونے کی کاپی ہر کوئی کئی
 ہے۔ ہر ایک ہندوستان کے خیر خواہ کا فرض ہے کہ اس نمونہ کے لئے لاد کر سے۔ اور اس فرض
 سے شہادت ہے۔ اس نمونے کی بہت سے تجربہ کار افسران نہایت اور آفٹکار لوگوں نے
 بہت اہم رائے دی ہے اور پنجاب کے اکثر مقامات میں اس کی خرید و فروخت کی سہولت
 منظور کی ہے۔

بال اڑانے کا عجیب پودہ

اس درگم بالی سے لگانے سے دھڑکیں بال بال نکلا دیتا ہے۔ اور بڑے بڑے جلدی کسی
 قسم کا ضرر نہیں پہنچاتا۔
 قیمت ہر کس۔ ہر کس۔ ہر کس۔ ہر کس۔ ہر کس۔ ہر کس۔ ہر کس۔ ہر کس۔ ہر کس۔ ہر کس۔
 کاغذ پیسہ اخبار لاہور سے مل سکتا ہے

تمام دوا وغیرہ قسم کاغذ پیسہ اخبار لاہور کے سے مل سکتا ہے

یہ اخبار لاہور

مناجرت اور ان کیونکہ حقیقت صرف وہ روئے ہے سالانہ حصولِ خاک ہے اور پیشگی قیمت دینے والے ایک ہمدرد کتاب الخادم سنی ہے۔ حجم صفحے۔ بالغوی بہت زیادہ۔ تازہ جازہ اور مغرب خزانہ سادہ اور سادہ نویس اور قابل دید و محسوس مضامین شائق۔ جو سنہ ہیں۔ جو شخص ایک پرچہ نوے کے کا منگولے اگر کچھ فی اخبارات کا کہتا ہو۔ ممکن نہیں کہ ہمیشہ کے لئے اس کے مطالعہ کا شائق نہ ہو جاوے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت تمام ہندوستان کے اردو اخبارات میں زیادہ کتاب ہے۔

المشیرینجریہ اخبار لاہور

زینتدار۔ باغبان و بستان

جو کہ ہندوستان میں بہترین مضامین زراعت، باغبانی، علاجِ بواسِی، صنعت و حرفت و تجارت وغیرہ کا
 کیا گیا ماہوار، بالقصور، اردو رسالہ ہے قیمت تمام سالانہ لکھ روپے، ہر ماہ سے صدر محکمہ دوا این ریاست
 کے نوٹس کی کاپی ہم کو ملتی رہی ہے۔ ہر ایک ہندوستان کے غیر خواد کا فرض ہے کہ اس ناظر رسالے
 کی تعداد کو سب سے اور اس فرض سے شک و شبہ نہ ہو اس رسالے کی بابت بڑے بڑے بنگالہ افسرانِ زراعت
 اور اقتصادکارانِ ہند نے بہت اعلیٰ رائے دی ہے اور پنجاب کے اکثر محکمہ صنایع نے اس کی خریداری
 فرما کر اس کی سرپرستی منظور کی ہے۔

شرف بہیمان

تعلیم و ان کا اہل و سالا حبس میں سعادتمندانہ بیٹی سلیقہ شعار کج بخت بی بی اور مرہبان عقلت مایل
بنو کی ہدایت و پروری تھی میں نامہ ستمبر ۱۳۸۴ء سے کارخانہ مطبعہ خاتم العابدین و پریسہ اخبار لاہور سے کشتا شروع ہوئی
غرض سکتا شہت سخن یہ چکر پورا پورا کر کے اعلیٰ درجہ کے فوائد کے سالانہ کی طرز پر ہفت روزہ شہر ہفت روزہ
اور فائدہ دہی محسن شہرت اور تعلیم و تربیت اطفال کا مرکز ملحق پیدا کیا جاوے شخص جو اہل مصلحت بکھتا ہو اس
رسل کے کہنے پر اپنے نفع میں علاج و دیکھا جائے ہوگا کیونکہ اگر نہ نہیں چاہتا کہ اس کے گھر میں تعلیم خانہ دیں
سلیقہ اور کفایت شعاری کا علاج ہو چھوٹوں کی اٹھان غلام نہ ہوں اور گھر ہو چھوٹے طور پر بہت کلمہ اوف نقطہ ہے اس
کے لیے ہر تمام دنیا کے تفکرات سے ماہرین اور ملاحی و جہاں سے ہیبت سالانہ و محصول ڈاک کے رز